

# دیوانِ غالب

مرزا اسدالله خان غالب

تصحیح شده و اضافه شده نسخه

[Ketabton.com](http://Ketabton.com)



## فہرستِ عنوانات

2	بارے اس نسخے کے
5	الف
33	ب
34	ت
36	ج
37	چ
38	د
40	ر
45	ز
48	س
49	ش
50	ع
51	فا
51	کا
54	گا
54	ل
55	م
57	ن
75	و
81	ہ
83	ی
135	قصائد
157	مثنوی
160	خمسہ
162	مرثیہ
162	سلام
165	سہرے
168	قطععات
175	رباعیات
178	متفرقات
179	ضمیمہ اول
187	ضمیمہ دوم
192	کتابیات

## بارے اس نسخے کے (اعجاز عبید)

اس کی بنیاد نسخہ نظامی ہے جو نظامی پریس کانپور سے 1862ء میں چھپا تھا اور جس کی

تصحیح خود غالب کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ کچھ اشعار جو دوسرے مروجہ دیوانوں میں مختلف پائے جاتے ہیں، اس کی صحت اس نسخے کی مدد سے ٹھیک کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے نسخوں (حمیدیہ، غلام رسول مہر، عرشی) سے وہاں مدد لی گئی ہے جو اشعار نظامی میں نہیں تھے۔

نسخہ بھوپال/حمیدیہ/شیرانی/گلِ رعنا سے وہاں بھی مدد لی گئی ہے جہاں غزل کے کچھ ہی اشعار مزید مل سکے تھے، جیسے کسی غزل میں متداول دیوان میں پانچ سات اشعار ہیں اور نسخہ بھوپال میں مزید دو تین اشعار مل گئے تو شامل کر دئے گئے ہیں لیکن اگر مروجہ دواوین میں محض دو تین اشعار ہیں اور بھوپال کے نسخوں میں سات اٹھ مزید اشعار تو ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

غرض کوشش یہ نہیں کی گئی ہے کہ تمام اشعار شامل کر دئے جائیں۔ یہ کام تو مشہور ماہر اقبالیات محترمی کالی داس گپتا رضا اپنی 'دیوان غالب کامل۔ تاریخی ترتیب سے' میں انجام دے چکے ہیں۔ اس نسخے میں انہوں نے ۲۲۰۹ اشعار شامل کیے ہیں جب کہ متداول دیوان میں کل ۱۸۰۲ اشعار تھے۔ نسخہ حمیدیہ سے کچھ مکمل غزلیں بطور ضمیمہ دوم شامل کر دی گئی ہیں۔

اس نسخے کی ایک مزید خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جدید املا کا خیال رکھا گیا ہے۔ چنانچہ کچھ الفاظ کی املا جو یہاں ہے، ان کی فہرست ذیل میں ہے:

کیونکر ----- کی جگہ ----- کیوں کر

ہاے ----- کی جگہ ----- ہاے

سخت جانیہاے ----- کی جگہ ----- سخت جانی ہاے

صحراے کی جگہ صحراے

پانو ----- کی جگہ ----- پاؤں

بے کسی ----- کی جگہ ----- بے کسی

بیکیسی کی جگہ بے کسی

جہاں بحر میں 'آئہ' درست آتا ہے، وہاں بھی آئینہ (حوالہ شمس الرحمن فاروقی، 'اچھی اردو، روز مرہ، محاورہ، صرف، کالم' اردو دنیا' جنوری ۲۰۰۷ء) اگر پھر بھی کسی قاری کو کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں اطلاع دیں، اگر قابل قبول ہوئی تو ہم بسرو چشم اسے قبول کریں گے اور تصحیح کے بعد یہ ای بک دوبارہ آپ کی خدمت میں پیش کی جا سکے گی۔

ٹائپنگ: اردو ویب ڈاٹ آرگ ٹیم۔ اعجاز اختر (اعجاز عبید)، سیدہ شگفتہ، نبیل نقوی، شعیب افتخار (فریب)، محب علوی، رضوان، شمشاد

**ترتیب و تحقیق: اعجاز عبید، جویریہ ریاض مسعود**

**تصحیح و اضافہ: جویریہ ریاض مسعود، اعجاز عبید**

**نظر اول: 20 جون 2006 (جویریہ مسعود)**

**اضافہ ضمیمہ دوم: 12 مارچ 2007 (جویریہ مسعود)**

اضافہ حواشی حامد علی خان: 05 اکتوبر 2007 (جویریہ مسعود)

اضافہ و مزید تحقیق از اعجاز عبید: 27 اکتوبر 2007- (انتخاب از نسخہ بھوپال کی باز یافت۔ سید تصنیف حیدر، ماہنامہ آج کل، فروری ۲۰۰۷ء دیوان غالب (کامل) تاریخی ترتیب سے۔ کالی داس گپتا رضا)

نوٹ: نسخہ بھوپال/حمیدیہ/شیرانی/گلِ رعنا سے منتخب کردہ اشعار اشعار متداول و مشہور دیوان کا حصہ نہیں ہیں۔ اسی بنا پر ان اشعار کو اس نسخے میں سرخ رنگ میں رکھا گیا ہے۔ (جویریہ مسعود)

## الف

-1-

### نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا  
 شوخیِ نیرنگ، صیدِ وحشتِ طاؤس ہے  
 دام، سبزے میں ہے پروازِ چمنِ تسخیر کا  
 لذتِ ایجادِ ناز، افسونِ عرضِ ذوقِ قتل  
 نعلِ آتش میں ہے، تیغِ یار سے نخچیر کا  
 کاؤکاؤ<sup>1</sup> سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ  
 صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا  
 جذبہ ہے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے  
 سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا  
 آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے  
 مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا  
 خشتِ پشتِ دستِ عجز و قالبِ آغوشِ وداع  
 پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا  
 وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسد  
 جو مزہ<sup>2</sup> جوہر نہیں آئینہ تعبیر کا  
 بس کہ ہوں غالب، اسیری میں بھی آتش زیرِ پا  
 موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

-2-

جنوں گرم انتظار و نالہ بیتابی کمند آیا  
 سویدا تا بلب زنجیر سے<sup>3</sup> دودِ سپند آیا  
 مہِ اختر فشاں کی بہرِ استقبال آنکھوں سے  
 تماشا کشورِ آئینہ میں آئینہ بند آیا  
 تغافل، بد گمانی، بلکہ میری سخت جانی ہے  
 نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیم گزند آیا

<sup>1</sup> اکثر مروجہ نسخوں میں "کاؤکاؤ" درج ہے اور لوگ بے خیالی میں اسی طرح پڑھتے ہیں۔ بعض حضرات نے "کاؤکاؤ" بھی لکھا ہے جس کا یہاں کوئی محل نہیں۔ کاؤ۔ کاوش۔ علی العموم "کاؤکاؤ" بہ تکرار مستعمل ہے۔ اس مصرع میں "کاؤکاؤ" پڑھنا چاہیے۔ (حامد علی خان)۔

<sup>2</sup> نسخہ حمیدہ میں "مزہ" نسخہ عرشی میں "مڑہ"۔ ہم نے حمیدہ کے متن کو ترجیح دی ہے (جویریہ مسعود)  
<sup>3</sup> عرشی میں "زنجیری" عرشی نے "زنجیر سے" کو سہو مرتب لکھا ہے (جویریہ مسعود)

فضائے خندہ کُل تنگ و ذوقِ عیشِ بے پروا  
 فراغتِ گاہِ آغوشِ وداعِ دل پسند آیا  
 عدمِ بے خیرِ خواہِ جلوہ کو زندانِ بے تابِ  
 خرامِ نازِ برقِ خرمنِ سعیِ پسند آیا  
 جراحتِ تحفہ، الماسِ ارمغان، داغِ جگرِ ہدیہ  
 مبارکِ بادِ اسد، غمخوارِ جانِ دردمند آیا

## -3

عالمِ جہاںِ بعرضِ بساطِ وجودِ تھا  
 جوں صبح، چاکِ جیبِ مجھے تار و پودِ تھا  
 جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار  
 صحرا، مگر، بہ تنگیِ چشمِ خسود<sup>4</sup> تھا  
 بازیِ خورِ فریبِ بے اہلِ نظرِ کا ذوق  
 ہنگامہ گرمِ حیرتِ بود و نمودِ تھا  
 عالمِ طلسمِ شہرِ خموشاںِ بے سرِ بسر<sup>5</sup>  
 یا میںِ غریبِ کشورِ گفت و شنودِ تھا  
 آشفگی نے نقشِ سویدا کیا درست  
 ظاہر ہوا کہ داغِ کا سرمایہ دودِ تھا  
 تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ  
 جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سودِ تھا  
 لیتا ہوں مکتبِ غمِ دل میں سبقِ ہنوز  
 لیکن یہی کہ رفت گیا اور بودِ تھا  
 ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی  
 میں، ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجودِ تھا  
 تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکنِ اسد  
 سرگشتہٴ خمارِ رسوم و قیودِ تھا

## -4

کہتے ہو نہ دیں گے ہمِ دل اگر پڑا پایا  
 دل کہاں کہ گم کیجیے؟ ہم نے مدعا پایا  
 بے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب  
 ہم نے دشتِ امکان کو ایک نقشِ پا پایا  
 بے دماغِ خجلت ہوں رشکِ امتحانِ تا کے  
 ایک بے کسیِ تجھ کو عالمِ آشنا پایا  
 سادگی و پرکاری، بے خودی و ہشیاری  
 حسن کو تغافل میں جرأتِ آزما پایا

<sup>4</sup> یہاں "خسود" کی جگہ "خسود" بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ خسود جمعِ حاسد۔ خسود - بہت حسد کرنے والا۔ (حامد علی خان)

<sup>5</sup> یہ شعر نسخہٴ حمیدیہ میں نہیں ہے (جویریہ مسعود)

خاکبازیِ امید، کارخانہِ طفلی  
 یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا  
 کیوں نہ وحشتِ غالبِ باج خواہ تسکین ہو  
 کشتہٗ تغافل کو خصمِ خون بہا پایا

-5

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا  
 درد کی دوا پائی، درد بے دوا پایا  
 غنچہ پھر لگا کھلنے، آج ہم نے اپنا دل  
 خون کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا  
 شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا  
 آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزا پایا  
 فکرِ نالہ میں گویا، حلقہ ہوں ز سر تا پا  
 عضو عضو جوں زنجیر، یک دلِ صدا پایا  
 حال دل نہیں معلوم، لیکن اس قدر یعنی  
 ہم نے بار بار ڈھونڈھا، تم نے بار بار پایا  
 شبِ نظارہ پرور تھا خواب میں خرام<sup>6</sup> اس کا  
 صبح موجہٗ گل کو نقش<sup>7</sup> بوری پایا  
 جس قدر جگرِ خون ہو، کوچہ دادن گل<sup>8</sup> بے  
 زخم تیغِ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا  
 بے نگین کی پا داری نامِ صاحبِ خانہ  
 ہم سے تیرے کوچے نے نقشِ مدعا پایا  
 دوست دارِ دشمن ہے! اعتمادِ دل معلوم  
 آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا  
 نئے اسدِ جفا سائل، نئے ستم<sup>9</sup> جنوں مائل  
 تجھ کو جس قدر ڈھونڈھا الفت آزما پایا

-6

دل میرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا  
 آتشِ خاموش کی مانند، گویا جل گیا  
 دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں  
 آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا  
 میں عدم سے بھی پرے ہوں، ورنہ غافل! بار بار  
 میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

<sup>6</sup> نسخہ حمیدیہ میں "خیال" بجائے "خرام" (جویریہ مسعود)

<sup>7</sup> نسخہ حمیدیہ میں "وقف" بجائے "نقش" (جویریہ مسعود)

<sup>8</sup> نسخہ حمیدیہ میں "دل" بجائے "گل" (جویریہ مسعود)

<sup>9</sup> نسخہ حمیدیہ میں "سَم جنوں" بجائے "سَم جنوں" (جویریہ مسعود)



عرض کیجئے جوہر اندیشہ کی گرمی کہاں؟  
 کچھ خیال آیا تھا وحشت کا، کہ صحرا جل گیا  
 دل نہیں، تجھ کو دکھاتا ورنہ، داغوں کی بہار  
 اس چراغاں کا کروں کیا، کارفرما جل گیا  
 دود میرا سنبلستان سے کرے ہے ہمسری  
 بس کہ ذوقِ آتشِ گل سے سراپا جل گیا  
 شمع رویوں کی سر انگشتِ حنائی دیکھ کر  
 غنچہ گل پر فشاں، پروانہ آسا، جل گیا  
 خانمانِ عاشقانِ دکانِ آتش باز ہے  
 شعلہ رو جب ہو گئے گرم تماشا، جل گیا<sup>10</sup>  
 تا کجا افسوس گرمی ہائے صحبت، اے خیال  
 دل بسوزِ آتشِ داغِ تمنا جل گیا<sup>11</sup>  
 میں ہوں اور افسردگی کی آرزو، غالب! کہ دل  
 دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہل دنیا جل گیا

## -7-

شوق، ہر رنگِ رقیبِ سروساماں نکلا  
 قیسِ تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا  
 زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یارب  
 تیر بھی سینہ بسمل سے پرافشاں نکلا  
 بوئے گل، نالہ دل، دودِ چراغِ محفل  
 جو تری بزم سے نکلا، سو پریشاں نکلا  
 دلِ حسرت زدہ تھا مائدہ لذتِ درد  
 کام یاروں کا بہ قدر لب و دندان نکلا  
<sup>12</sup> اے نو آموزِ فنا ہمتِ دشوار پسند!  
 سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا  
 شوخیِ رنگِ حنا خونِ وفا سے کب تک  
 آخر اے عہد شکن! تو بھی پشیمان نکلا<sup>13</sup>  
 دل میں پھر گریے نے اک شور اٹھایا غالب  
 آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا

## -8-

<sup>14</sup> دھمکی میں مر گیا، جو نہ بابِ نبرد تھا

<sup>10</sup> نسخہ حمیدیہ میں یہ مصرع یوں ہے: "شعلہ رویاں جب بوئے گرم تماشا جل گیا" (جویریہ مسعود)

<sup>11</sup> نسخہ حمیدیہ میں یہ مصرع یوں ہے: دل ز آتش خیز داغ تمنا جل گیا

<sup>12</sup> بعض نسخوں میں "اے" کی جگہ "ہے" اور بعض میں اس کی جگہ "تھی" بھی چھپا ہے۔ حسرت موبائی اور طباطبائی کے نسخوں، نیز بعض دوسرے نسخوں میں "اے" ہی چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>13</sup> نسخہ حمیدیہ میں مزید شعر (اعجاز عبید)

"عشق نبرد پیشہ" طلبگار مرد تھا  
 تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا  
 اڑنے سے پیشتر بھی، مرا رنگ زرد تھا  
 تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں  
 مجموعہ خیال ابھی فرد فرد تھا  
 دل تاجگر، کہ ساحلِ دریائے خون ہے اب  
 اس رہ گزر میں جلوہ گل، آگے گرد تھا  
 جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہ عشق کی!  
 دل بھی اگر گیا، تو وہی دل کا درد تھا  
 احباب چارہ سازی وحشت نہ کر سکے  
 زنداں میں بھی خیال، بیاباں نورد تھا  
 یہ لاش بے کفن اسد خستہ جاں کی ہے  
 حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

## -9

شمار سبوح، "مرغوبِ بتِ مشکل" پسند آیا  
 تماشائے بہ یک کف بُردنِ صد دل، پسند آیا  
 بہ فیضِ بے دلی، نومیدئ جاوید آساں ہے  
 کشائش کو ہمارا عقدہ مشکل پسند آیا  
 ہوائے<sup>15</sup> سیرِ گل، آئینہ بے مہرئ قاتل  
 کہ اندازِ بخون غلطیدن<sup>16</sup> بسمل پسند آیا  
 ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی  
 برنگِ لالہ، جامِ بادہ بر محمل پسند آیا  
 سوادِ چشم بسمل انتخابِ نقطہ آرائی  
 خرامِ نازِ بے پروائی قاتل پسند آیا  
<sup>17</sup>روانی ہائے موجِ خونِ بسمل سے ٹپکتا ہے  
 کہ لطفِ بے تحاشا رفتنِ قاتل پسند آیا  
 اسد ہر جا سخن نے طرحِ باغِ تازہ ڈالی ہے  
 مجھے رنگِ بہارِ ایجادئِ بیدل پسند آیا

## -10

دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا

<sup>14</sup> شارحین کلام کے نزدیک وقفہ "جو" کے بجائے "گیا" کے بعد ہے۔ (حامد علی خان)۔ حامد علی خان کے نسخے میں یہ مصرع یوں

ہے:

دھمکی میں مر گیا جو، نہ بابِ نبرد تھا (جویریہ مسعود)

<sup>15</sup> نسخہ حمیدہ میں "حجابِ سیرِ گل" (جویریہ مسعود)

<sup>16</sup> اصل نسخہ نظامی میں 'غلطیدن' ہے جو سہو کتابت ہے (اعجاز عبید)

<sup>17</sup> یہ شعر "نسخہ حمیدہ میں نہیں ہے۔ (جویریہ مسعود)

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا  
 نہ ہوئی ہم سے رقم حیرتِ خطِ رخِ یار  
 صفحہٴ آئینہ جولان گہ طوطی نہ ہوا<sup>18</sup>  
 سبزہٴ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا  
 یہ زمرد بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا  
 میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں  
 وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا  
 دل گزر گاہ خیالِ مے و ساغر ہی سہی  
 گر نفسِ جادہٴ سرمنزلِ تقویٰ نہ ہوا  
 ہوں ترے وعدہ نہ کرنے پر بھی راضی کہ کبھی  
 گوشِ منت کش گلابانگِ تسلیٰ نہ ہوا  
 کس سے محرومیٰ قسمت کی شکایت کیجیے  
 ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں، سو وہ بھی نہ ہوا  
 وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ بخشا جائے<sup>19</sup>  
 مجھ سا کافر کہ جو ممنونِ معاصی نہ ہوا  
 مر گیا صدمہٴ یک جنبشِ لب سے غالب<sup>20</sup>  
 ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا

## -11-

ستائش گر ہے زاہد ، اس قدر جس باغِ رضواں کا  
 وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاقِ نسیاں کا  
 بیاں کیا کیجئے بیدادِ کاوش ہائے مژگاں کا  
 کہ ہر یک قطرہٴ خونِ دانہ ہے تسبیحِ مرجاں کا  
 نہ ائی سطوتِ قاتل بھی مانع ، میرے نالوں کو  
 لیا دانتوں میں جو تنکا ، ہوا ریشہٴ نیستان کا  
 دکھاؤں گا تماشہ ، دی اگر فرصتِ زمانے نے  
 مرا ہر داغِ دل ، اک تخم ہے سروِ چراغاں کا  
 کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہٴ تیرے جلوے نے  
 کرے جو پرتوِ خورشیدِ عالمِ شبنمستاں کا  
 مری تعمیر میں مضمّر ہے اک صورتِ خرابی کی  
 بیولی برقِ خرمن کا ، ہے خونِ گرم دہقان کا  
 اگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ ، ویرانی تماشہ کر  
 مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے ، میرے درباں کا

<sup>18</sup> نسخہٴ حمیدیہ میں یہ مصرع یوں درج ہے : "صفحہ آئینہ ہوا، آئینہ طوطی نہ ہوا" (جویریہ مسعود)

<sup>19</sup> نسخہٴ حمیدیہ میں مزید (اعجاز عبید)

<sup>20</sup> نسخہٴ حمیدیہ میں یہ مصرعہ یوں ہے:

مرگیا صدمہٴ آواز سے 'قم' کے غالب (اعجاز عبید)

خموشی میں نہاں ، خون گشتہ<sup>21</sup> لاکھوں آرزوئیں ہیں  
 چراغ مُردہ ہوں ، میں بے زباں ، گورِ غریباں کا  
 ہنوز اک "پرتو نقشِ خیالِ یار" باقی ہے  
 دلِ افسردہ ، گویا، حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا  
 بغل میں غیر کی، آج آپ سوتے ہیں کہیں، ورنہ  
 سبب کیا خواب میں آکر تبسم ہائے پنہاں کا  
 نہیں معلوم ، کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا  
 قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مڑگاں کا  
 نظر میں ہے ہماری جادہٴ راہ فنا غالب  
 کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا

## -12

نہ ہوگا "یک بیاباں ماندگی" سے ذوق کم میرا  
 حبابِ موجہٴ رفتار ہے نقشِ قدم میرا  
 محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے  
 کہ موجِ بوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا

## -13

سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ الفتِ ہستی  
 عبادتِ برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا  
 بقدرِ ظرف ہے ساقی! خمارِ تشنہ کامی بھی  
 جوتو دریائے مے ہے، تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

## -14

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا  
 یاں ورنہ جو حجاب ہے، پردہ ہے ساز کا  
 رنگِ شکستہ صبح بہارِ نظارہ ہے  
 یہ وقت ہے شگفتنِ گل ہائے ناز کا  
 تو اور سوئے غیر نظر ہائے تیز تیز  
 میں اور ڈکھ تری مڑہ ہائے دراز کا  
 صرفہ ہے ضبطِ آہ میں میرا، وگرنہ میں  
 طعمہ<sup>22</sup> ہوں ایک ہی نفسِ جاں گداز کا  
 ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے  
 ہر گوشہٴ بساط ہے سر شیشہ باز کا  
 کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز

<sup>21</sup> نسخہ حسرت موبانی میں 'سرگشتہ' (اعجاز عبید)

<sup>22</sup> "طعمہ، خوراک۔ طعمہ، لقمہ۔ (حامد علی خان)

ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا  
تاراج کاوشِ غم ہجران ہوا، اسد!  
سینہ، کہ تھا دھینہ گہر ہائے راز کا

### -15

بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا  
رکھیو یارب یہ درِ گنجینہ گوہر کھلا  
شب ہوئی، پھر انجمِ رخشنده کا منظر کھلا  
اس تکلف سے کہ گویا بتکدے کا در کھلا  
گرچہ ہوں دیوانہ، پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب  
آستین میں دشنہ پنہاں، ہاتھ میں نشتر کھلا  
گو نہ سمجھوں اس کی باتیں، گو نہ پاؤں اس کا بھید  
پر یہ کیا کم ہے؟ کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا  
ہے خیالِ حُسن میں حُسنِ عمل کا سا خیال  
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا  
منہ نہ کھانے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں  
زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا  
در پہ رہنے کو کہا، اور کہہ کے کیسا پھر گیا  
جتے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا  
کیوں اندھیری ہے شبِ غم، بے بلاؤں کا نزول  
آج ادھر ہی کو رہے گا دیدہ اختر کھلا  
کیا رہوں غربت میں خوش، جب ہو حوادث کا یہ حال  
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا  
اس کی امت میں ہوں میں، میرے رہیں کیوں کام بند  
واسطے جس شہ کے غالب! گنبد بے در کھلا

### -16

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا  
شوخیِ وحشت سے افسانہ فسونِ خواب تھا  
شب کہ برقِ سوزِ دل سے زبرہ ابر آب تھا  
شعلہ جوآلہ ہر اک<sup>23</sup> حلقہ گرداب تھا  
واں کرم کو عذرِ بارش تھا عنان گیرِ خرام  
گریے سے یاں پنبہ بالمش کفِ سیلاب تھا  
لے زمین سے آسمان تک فرش تھیں بے تابیاں  
شوخیِ بارش سے مہ فوارہ سیماب تھا  
واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا اسد<sup>24</sup>

<sup>23</sup> قدیم نسخوں میں "اک" کی جگہ "یک" درج ہے (حامد علی خاں)

<sup>24</sup> مقطع کی وجہ سے لگتا ہے کہ یہ اور اگلی غزل در اصل دو الگ الگ غزلیں تھیں جن کو بعد میں خود غالب نے ایک کر کے پیش کیا

### ناخن، غم یاں سرِ تارِ نفسِ مضراب تھا

واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال  
یاں ہجومِ اشک میں تارِ نگہ نایاب تھا  
جلوہ گل نے کیا تھا واں چراغاں آب جو  
یاں رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا  
یاں سرِ پرشور بے خوابی سے تھا دیوار جو  
واں وہ فرقِ نازِ محوِ بالمشِ کمخواب<sup>25</sup> تھا  
یاں نفسِ کرتا تھا روشن، شمعِ بزمِ بے خودی  
جلوہ گل واں بساطِ صحبتِ احباب تھا  
فرش سے تا عرش واں طوفاں تھا موجِ رنگ کا  
یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا  
ناگہاں اس رنگ سے خونِ نابہ ٹپکانے لگا  
دل کہ ذوقِ کاوشِ ناخن سے لذتِ یاب تھا

### -17

نالہ دل میں شبِ اندازِ اثرِ نایاب تھا  
تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر ، گو بیتاب تھا  
دیکھتے تھے ہم بچشمِ خود وہ طوفانِ بلا  
آسماںِ سفلیہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا  
موج سے پیدا ہوئے پیراہنِ دریا میں خار  
گریہ و حسرت بے قرارِ جلوہ مہتاب تھا  
جوشِ تکلیفِ تماشا محشرِ ستان<sup>26</sup> نگاہ  
فتنہِ خوابیدہ کو آئینہ مشتبہ آب تھا  
بے دلی ہائے اسدِ افسردگی آہنگ تر  
یادِ ایامے کہ ذوقِ صحبتِ احباب تھا  
مقدمِ سیلاب سے دل کیا نشاطِ آہنگ ہے !  
خانہِ عاشقِ مگر سازِ صدائے آب تھا  
نازشِ ایامِ خاکسترِ نشینی ، کیا کہوں  
پہلوئے اندیشہ ، وقفِ بسترِ سنجاب تھا  
کچھ نہ کی اپنے جنونِ نارسا نے ، ورنہ یاں  
ذرہ ذرہ روکشِ خرشیدِ عالم تاب تھا

### ق

آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے؟

تھا۔ (اعجاز عبید)

<sup>25</sup> کمخواب کا املا کمخاب بھی ہے مگر کمخواب قابلِ ترجیح ہے، خصوصاً اس شعر میں (حامد علی خان)  
<sup>26</sup> نسخہ حمیدیہ میں "محشر آباد نگاہ" (جویریہ مسعود)

کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا  
یاد کر وہ دن کہ ہر یک حلقہ تیرے دام کا  
انتظارِ صید میں اک دیدہ بیخواب تھا  
میں نے روکا رات غالب کو ، وگرنہ دیکھتے  
اُس کے سیلِ گریہ میں ، گردوں کفِ سیلاب تھا

-18

کس کا جنون دید تمنا شکار تھا؟  
آئینہ خانہ وادی جوہرِ غبار تھا  
کس کا خیال آئینہ انتظار تھا  
ہر برگِ گل کے پردے میں دل بے قرار تھا  
ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب  
خونِ جگر و دیعتِ مژگانِ یار تھا  
اب میں ہوں اور ماتم یک شہرِ آرزو  
توڑا جو تو نے آئینہ، تمثال دار تھا  
گلیوں میں میری نعل کو کھینچے پھرو، کہ میں  
جاں دادہ ہوائے سرِ رہ گزار تھا  
موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال  
ہر ذرہ، مثلِ جوہرِ تیغ، آبِ دار تھا  
کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو، پر اب  
دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا

-19

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا  
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا  
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی  
در و دیوار سے ٹپکے بے بیاباں ہونا  
وائے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھ کو  
آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیراں<sup>27</sup> ہونا  
جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے  
جوہرِ آئینہ بھی چاہے ہے مژگاں ہونا  
عشرتِ قتلِ گہ اہل تمنا، مت پوچھ  
عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا  
لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط  
تو ہو اور آپ بہ صد رنگِ گلستان ہونا

<sup>27</sup> نسخہ طاہر میں "پیشال" (جویریہ مسعود)

عشرتِ پارہ دل، زخمِ تمنا کھانا  
 لذتِ ریشِ جگر، غرقِ نمکداں ہونا  
 کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ  
 ہائے اس زودِ پشیمان کا پشیمان ہونا  
 حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت<sup>28</sup> غالب!  
 جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

## -20

شبِ خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا  
 تا محیطِ بادہ صورتِ خانہِ خمیازہ تھا  
 یک قدمِ وحشت سے درسِ دفترِ امکان کھلا  
 جادہ، اجزائے دو عالمِ دشت کا شیرازہ تھا  
 مانعِ وحشتِ خرامی ہائے لیلے کون ہے؟  
 خانہِ مجنونِ صحرا گرد بے دروازہ تھا  
 پوچھ مت رسوائی اندازِ استغنائے حسن  
 دستِ مرہونِ حنا، رخسارِ رہنِ غازہ تھا  
 نالہ دل نے دیئے اوراقِ لختِ دل بہ باد  
 یادگارِ نالہ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا  
 ہوں چراغانِ ہوس جوں کاغذِ آتش زدہ  
 داغِ گرمِ کوششِ ایجادِ داغِ تازہ تھا  
 بے نوائی تر صدائے نغمہ شہرتِ اسد  
 بوریہا یک نیستانِ عالمِ بلندِ دروازہ<sup>29</sup> تھا

## -21

دوستِ غمخواری میں میری سعی فرمائیں<sup>30</sup> گے کیا  
 زخم کے بھرنے تلکِ ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا  
 بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور، کب تلک  
 ہم کہیں گے حالِ دل، اور آپ فرمائیں گے 'کیا'؟  
 حضرتِ ناصح گر آئیں، دیدہ و دل فرس راہ  
 کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا؟  
 آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں  
 عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا  
 گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھا یوں سہی  
 یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

28 بعض حضرات "قسمت" کی جگہ "قیمت" لکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن یہاں "قسمت" ہی ہے (حامد علی خان)

29 نسخہ حمیدہ میں "آوازہ" بجائے "دروازہ" (جویریہ مسعود)

30 قدیم نسخوں میں قافیے "فرماویں، جاویں" وغیرہ چھپے ہیں۔ بعد کے نسخوں میں "فرمائیں، جائیں" وغیرہ قافیے درج ہیں، مثلاً شوہران اور طباطبائی۔ (حامد علی خان)



خانہ زادِ زلفِ ہیں، زنجیر سے بھاگیں گے کیوں  
ہیں گرفتارِ وفا، زنداں سے گھبرائیں گے کیا  
ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفتِ اسد  
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں<sup>31</sup>، کھائیں گے کیا؟

## -22-

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا  
اگر اور جیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا  
ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا  
کہ خوشی سے مر نہ جاتے، اگر اعتبار ہوتا  
تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا  
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا  
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو  
یہ خلش کہاں سے ہوتی، جو جگر کے پار ہوتا  
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوستِ نا صح  
کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا  
رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا  
جسے غم سمجھ رہے ہو، یہ اگر شرار ہوتا  
غم اگر چہ جان گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے  
غم عشق گر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا  
کہوں کس سے میں کہ کیا ہے؟ شبِ غمِ بری بلا ہے  
مجھے کیا برا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا  
ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا؟  
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا  
اسے کون دیکھ سکتا، کہ یگانہ ہے وہ یکتا  
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا  
یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیانِ غالب  
تجھے ہم ولی سمجھتے، جو نہ بادہ خوار ہوتا

## -23-

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا  
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا  
تجاہلِ پیشگی سے مدعا کیا

<sup>31</sup> بعض لوگوں کی زبان پر "رہیں" کے بجائے "رہے" بھی ہے۔ اس کا سبب ایک پرانے نسخے کا اندراج ہے مگر اکثر نسخوں میں "رہیں" درج ہے۔ (حامد علی خاں)

کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا؟  
 نوازش ہائے بے جا دیکھتا ہوں  
 شکایت ہائے رنگیں کا گلا کیا  
 نگاہ بے محابا چاہتا ہوں  
 تغافل ہائے تمکین آزما کیا  
 فروغِ شعلہٴ خس یک نفس ہے  
 ہوس کو پاس ناموس وفا کیا  
 نفس موج محیط بیخودی ہے  
 تغافل ہائے ساقی کا گلا کیا  
 دماغِ عطر پیراہن نہیں ہے  
 غم آوارگی ہائے صبا کیا  
 دلِ ہر قطرہ ہے سازِ 'انا البحر'  
 ہم اس کے ہیں، ہمارا پوچھنا کیا  
 محابا کیا ہے، میں ضامن، ادھر دیکھ  
 شہیدانِ نگہ کا خون بہا کیا  
 سن اے غارت گر جنسِ وفا، سن  
 شکستِ قیمتِ دل<sup>32</sup> کی صدا کیا  
 کیا کس نے جگرداری کا دعویٰ؟  
 شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا  
 یہ قاتل و عدۂ صبر آزما کیوں؟  
 یہ کافر فتنہٴ طاقت ربا کیا؟  
 بلائے جاں ہے غالبِ اس کی ہر بات  
 عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا!

## -24-

درخورِ قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا  
 پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا  
 بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودبیں ہیں، کہ ہم  
 الٹے پھر آئے، درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا  
 سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا  
 روبرو کوئی بتِ آئینہ سیما نہ ہوا  
 کم نہیں نازشِ ہمنامی چشمِ خوباں  
 تیرا بیمار، برا کیا ہے؟ گر اچھا نہ ہوا  
 سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا

32 ایک نسخے میں "قیمتِ دل" کی جگہ "شیشہٴ دل" لکھا ہے۔ (حامد علی خان)

خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا  
 نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا  
 کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا<sup>33</sup>  
 ہر بُنِ مو سے دمِ ذکر نہ ٹپکے خونِ ناب  
 حمزہ کا قصہ ہوا، عشق کا چرچا نہ ہوا  
 قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کُل  
 کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدہ بینا نہ ہوا  
 تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے  
 دیکھنے ہم بھی گئے تھے، پہ تماشا نہ ہوا

## -25

اسد ہم وہ جنوں جولاں گدائے بے سر و پا ہیں  
 کہ ہے سر پنچہ مڑگانِ ابو پشت خار اپنا

## -26

پئے نذرِ کرم تحفہ ہے 'شرمِ نا رسائی' کا  
 بہ خونِ غلطیدہ صد رنگ، دعویٰ پارسائی کا  
 نہ ہوا 'حسنِ تماشا دوست' رسوا بے وفائی کا<sup>34</sup>  
 بہ مہرِ صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا  
 جہاں مٹ جائے سعیِ دیدخضر آبادِ آسائش  
 بجیب پر نہہ پنہاں ہے حاصلِ رہنمائی کا  
 بہ عجزِ آبادِ وبیم مدعا تسلیم شوخی ہے  
 تغافل یوں<sup>35</sup> نہ کر مغرور تمکین آزمائی کا  
 زکاتِ حسن دے، اے جلوہ بینش، کہ مہرِ آسا  
 چراغِ خانہ درویش ہو کاسہ گدائی کا  
 نہ مارا جان کر بے جرم، غافل!<sup>36</sup> تیری گردن پر

<sup>33</sup> کام کا بے مرے وہ فتنہ کہ برپا نہ ہوا (نسخہ حسرت، نسخہ مہر) (جویریہ مسعود)  
 مزید: نسخہ مہر اور حسرت موبانی میں یہ شعر یوں ملتا ہے:

نام کا بے میرے وہ دکھ جو کسی کو نہ ملا  
 کام کا بے مرے وہ فتنہ کہ برپا نہ ہوا

اس ترتیب الفاظ کے ظاہری حسن کے باوجود دوسرے قدیم و جدید نسخے سے یہ ثبوت نہیں ملا کہ غالب نے خود یہ شعر یوں بدل دیا تھا۔  
 غالب کو شاید دوسرے مصرع کا وہ مفہوم مطلوب ہی نہ تھا جو "کام کا" سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے قدیم و جدید نسخوں کے علاوہ عرشی،  
 طباطبائی، مالک رام اور بیخود دہلوی کے نسخوں میں بھی یہ شعر یوں ہی ملا ہے جیسا کہ متن میں درج ہوا ہے اور نسخہ نظامی مطبوعہ  
 1862 میں بھی اسی طرح چھپا ہے۔ (حاشیہ از حامد علی خاں)

<sup>34</sup> یہ شعر نسخہ بھوپال بخط غالب میں ایک علیحدہ غزل کا مطلع ہے جس کا ایک اور شعر یہ ہے:

تمنائے زباں محو سپاس ہے زبانی ہے  
 مٹا جس سے تقاضا شکوہ ہے دست و پائی کا

درمیان میں تین مزید اشعار اور آخر میں مطلع بھی ہے (اعجاز عبید)

<sup>35</sup> اصل نسخے میں 'یوں' غالباً چھوٹ گیا ہے۔ (اعجاز عبید)

مزید: نسخہ حمیدیہ میں "تغافل کو نہ کر" بجائے "تغافل یوں نہ کر" (جویریہ مسعود)

<sup>36</sup> نسخہ حمیدیہ، نظامی، حسرت اور مہر کے نسخوں میں لفظ 'قاتل' ہے (جویریہ مسعود)

رہا مانند خونِ بے گنہ حق آشنائی کا  
 تمنائے زباں محو سپاسِ بے زبانی ہے  
 مٹا جس سے تقاضا شکوہ بے دست و پائی کا  
 وہی اک بات ہے جو یاں نفسِ و ان نکہتِ گل ہے  
 چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگیں نوائی کا  
 دہانِ ہر "بت پیغارہ جو"، زنجیرِ رسوائی  
 عدم تک ہے وفا چرچا ہے تیری بے وفائی کا  
 نہ دے نامے کو اتنا طول غالب، مختصر لکھ دے  
 کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا

-27-

گر نہ اندوہ شبِ فرقت، بیاں ہو جائے گا  
 بے تکلف، داغِ مہرِ دہان ہو جائے گا  
 زبرہ گر ایسا ہی شامِ ہجر میں ہوتا ہے اب  
 پر تو مہتابِ سیلِ خانماں ہو جائے گا  
 لے تو لوں سوتے میں اس کے پاؤں کا بوسہ، مگر  
 ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا  
 دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے، کیا معلوم تھا  
 یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہو جائے گا  
 سب کے دل میں ہے جگہ تیری، جو تو راضی ہوا  
 مجھ پہ گویا، اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا  
 گر نگاہِ گرم فرماتی رہی تعلیمِ ضبط  
 شعلہِ خس میں، جیسے خونِ رگ میں، نہاں ہو جائے گا  
 باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر  
 ہر گلِ تر ایک "چشمِ خونِ فشاں" ہو جائے گا  
 وائے گر میرا ترا انصافِ محشر میں نہ ہو  
 اب تلک تو یہ توقع ہے کہ و ان ہو جائے گا  
**37** گر وہ مستِ ناز دیوے گا صلائے عرضِ حال  
**خارِ گل، بہرِ دہانِ گلِ زباں ہو جائے گا**  
 فائدہ کیا؟ سوچ، آخر تو بھی دانا ہے اسد  
 دوستی نادان کی ہے، جی کا زیاں ہو جائے گا

مزید: نسخہ نظامی، نسخہ حمیدیہ، نیز دیگر تمام پیش نظر قدین نسخوں میں یہاں لفظ "غافل" ہی چھپا ہے۔ یہی لفظ نسخہ طباطبائی اور نسخہ عرشی میں ہے اور یہ منوی لحاظ سے درست بھی معلوم ہوتا ہے مگر نسخہ حسرت اور نسخہ مہر دونوں میں یہاں لفظ "قاتل" ملتا ہے۔ شاید اس تبدیلی کا ذمہ دار نسخہ حسرت کا کاتب ہو۔ (حاشیہ از حامد علی خان)  
<sup>37</sup> نسخہ حمیدیہ میں یہ مصرع یوں ہے: "گر وہ مستِ ناز تمکین دے صلائے عرضِ حال" (جویریہ مسعود)

-28

درد مِنت کش دوا نہ ہوا  
 میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا  
 جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو  
 اک تماشاً ہوا، گلا نہ ہوا  
 ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں  
 تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا  
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب، "کہ رقیب  
 گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا"  
 بے خبر گرم ان کے آنے کی  
 آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا  
 کیا وہ نمرود کی خدائی تھی؟  
 بندگی میں مرا بہلا نہ ہوا  
 جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی  
 حق تو یوں<sup>38</sup> ہے کہ حق ادا نہ ہوا  
 زخم گر دب گیا، لہو نہ تھما  
 کام گر رک گیا، روا نہ ہوا  
 رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے؟  
 لے کے دل، "دلستان" روانہ ہوا  
 کچھ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ہیں  
 آج غالب غزل سرا نہ ہوا!

-29

گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا  
 گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا  
 یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخ مکتوب!  
 مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا  
 حنائے پائے خزاں ہے بہار اگر بے یہی  
 دوامِ کلفتِ خاطر ہے عیشِ دنیا کا  
 ملی نہ وسعتِ جولانِ یک جنوں ہم کو<sup>39</sup>  
 عدم کو لے گئے دل میں غبارِ صحرا کا  
 مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب میں ہے  
 میں مدعا ہوں تپشِ نامہ تمنا کا  
 غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو

<sup>38</sup> نسخہ مہر، نسخہ علامہ آسی میں 'یوں' کے بجائے 'یہ' آیا ہے (جویریہ مسعود)  
 مزید: نسخہ حسرت موبانی میں یوں کی جگہ 'یہ' درج ہے (حاشیہ از حامد علی خان)  
<sup>39</sup> نسخہ مبارک علی میں 'نہ پائی وسعت' ہے۔ (اعجاز عبید)

مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے<sup>40</sup> بے جا کا  
 ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہوں  
 کرے بے ہر بُنِ مو کام چشمِ بینا کا  
 دل اس کو، پہلے ہی ناز و ادا سے، دے بیٹھے  
 ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا  
 نہ کہہ کہ گریہ بہ مقدارِ حسرتِ دل ہے  
 مری نگاہ میں ہے جمع و خرچِ دریا کا  
 فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اُس کو یادِ اسد  
 جفا میں اُس<sup>41</sup> کی ہے اندازِ کارفرما کا

## -30

قطرہ مے بس کہ حیرت سے نفسِ پرور ہوا  
 خطِ جامِ مے سراسر رشتہ گوہر ہوا  
 اعتبارِ عشق کی خانہ خرابی دیکھنا  
 غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا  
 گرمی دولت ہوئی آتشِ زینِ نامِ نکو  
 خانہ ماتم میں یاقوتِ نگینِ اخگر<sup>42</sup> ہوا  
 نشے میں گم کردہ رہ آیا وہ مستِ فتنہ خو  
 آج رنگِ رفتہ دورِ گردشِ ساغر ہوا  
 درد سے در پردہ دی مژگانِ سیاباں نے شکست  
 ریزہ ریزہ استخوان کا پوست میں نشتر ہوا  
 اے بہ ضبطِ حال خو نا کردگان<sup>43</sup> جوشِ جنوں  
 نشہ مے ہے اگر یک پردہ نازک تر ہوا  
 زہد گر دیدن ہے گردِ خانہ ہائے منعمان  
 دانہ تسبیح سے میں مہرہ در ششدر ہوا  
 اس چمن میں ریشہ واری جس نے سر کھینچا اسد  
 تر زبانِ شکرِ لطفِ ساقی کوثر ہوا

## -31

جب بہ تقریبِ سفر یار نے محمل باندھا  
 تپشِ شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا  
 اہل بینش نے بہ حیرت کدہ شوخی ناز

<sup>40</sup> نسخہ نظامی کی املا ہے، خند ہائے (اعجاز عبید)

<sup>41</sup> نسخہ نظامی نیز دوسرے قدیم و جدید نسخوں یہاں "اس" کے بجائے "اُس" درج ہے۔ "اس" کا اشارہ فلک کی طرف ہے "کارفرما" محبوب ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>42</sup> نسخہ حمیدیہ میں "اخگر"، شیرانی و عرشی میں "اختر" (جویریہ مسعود)  
<sup>43</sup> نسخہ حمیدیہ میں "نا افسردگان"، شیرانی و عرشی میں "خو ناکردگان" (جویریہ مسعود)

جوہرِ آئینہ کو طوطیٰ بسمل باندھا  
 یاس و امید نے اک عربدہ میدان مانگا  
 عجزِ ہمت نے طلیسِ دل سائل باندھا  
 نہ بندھے تشنگیِ ذوق<sup>44</sup> کے مضمون، غالب  
 گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

## -32

میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام اؤں  
 گر میں نے کی تھی توبہ، ساقی کو کیا ہوا تھا؟  
 بے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں  
 وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا  
 درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں  
 جب رشتہ بے گرہ تھا، ناخن گرہ کشا تھا

## -33

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویراں ہوتا  
 بحرِ گر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا  
 تنگیِ دل کا گلہ کیا؟ یہ وہ کافر دل ہے  
 کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا  
 بعد یک عمرِ وِرعِ بار تو دیتا بارے  
 کاشِ رضواں ہی درِ یار کا درباں ہوتا

## -34

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا  
 دُبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا  
 ہوا جب غم سے یوں بے جس تو غم کیا سر کے کٹنے کا  
 نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا  
 ہوئی مدت کہ غالب مر گیا، پر یاد آتا ہے  
 وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

## -35

یک ذرہ زمیں نہیں بے کار باغ کا

<sup>44</sup> بعض جدید نسخوں میں یہاں "شوق" درج ہے مگر غالب ہی کے کلام سے ثبوت ملتا ہے کہ بعض مقامات پر جہاں آج کل ہم "شوق" استعمال کرتے ہیں، وہاں غالب نے "ذوق" لکھا۔ (حامد علی خان)

یاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا  
 بے مے کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی  
 کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خطِ ایام کا  
 بُلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل  
 کہتے ہیں جس کو عشقِ خلل ہے دماغ کا  
 تازہ نہیں ہے نشہٴ فکرِ سخنِ مجھے  
 تریاکِ قدیم ہوں دُودِ چراغ کا  
 سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے  
 پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا  
 بے خون دل ہے چشم میں موجِ نگہِ غبار  
 یہ مے کدہ خراب ہے مے کے سراغ کا  
 باغِ شگفتہ تیرا بساطِ نشاطِ دل  
 ابرِ بہارِ خمکدہ کس کے دماغ کا!  
**جوشِ بہارِ کلفتِ نظارہ ہے اسدؔ**  
**ہے ابرِ پنبہ روزنِ دیوارِ باغ کا**

-36-

وہ میری چینِ جبین سے غمِ پنہاں سمجھا  
 رازِ مکتوب بہ بے ربطیٰ عنوانِ سمجھا  
 یکِ الفِ بیش نہیں صقیلِ آئینہ ہنوز  
 چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا  
**ہم نے وحشتِ کدہٴ بزمِ جہاں میں جوں شمع**  
**شعلہٴ عشق کو اپنا سر و سامان سمجھا**  
 شرحِ اسبابِ گرفتاریٰ خاطر مت پوچھ  
 اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا  
 بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرمِ خرام  
 رخ پہ ہر قطرہ عرقِ دیدہٴ حیراں سمجھا  
 عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بد خو ہوگا  
 نبضِ خس سے تپشِ شعلہٴ سوزاں سمجھا  
 سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحتِ طلبی  
 ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستانِ سمجھا  
 تھا گریزاں مژدہٴ یار سے دل تا دمِ مرگ  
 دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا  
 دل دیا جان کے کیوں اس کو وفادار، اسدؔ  
 غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

-37-

پھر مجھے دیدہٴ تر یاد آیا



دل، جگر تشنہ فریاد آیا  
 دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز  
 پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا  
 سادگی ہائے تمنا، یعنی  
 پھر وہ نیرنگِ نظر<sup>45</sup> یاد آیا  
 عذرِ واماندگی، اے حسرتِ دل!  
 نالہ کرتا تھا، جگر یاد آیا  
 زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی  
 کیوں ترا راہ گزر یاد آیا  
 کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی  
 گھر ترا خلد میں گر یاد آیا  
 آہ وہ جرأتِ فریاد کہاں  
 دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا  
 پھر تیرے کوچے کو جاتا ہے خیال  
 دلِ گم گشتہ، مگر، یاد آیا  
 کوئی ویرانی سی ویرانی ہے  
 دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا  
 میں نے مجنوں پہ لڑکین میں اسد  
 سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

## -38-

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا  
 آپ آتے تھے، مگر کوئی عناں گیر بھی تھا  
 تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ  
 اس میں کچھ شائبہ خوبی تقدیر بھی تھا  
 تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں؟  
 کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا  
 قید میں ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد  
 ہاں! کچھ اک رنجِ گرانباری زنجیر بھی تھا  
 بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے تو کیا!  
 بات کرتے، کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا  
 یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے، خیر ہوئی  
 گر بگڑ بیٹھے تو میں لائقِ تعزیر بھی تھا  
 دیکھ کر غیر کو ہو کیوں نہ کلیجا ٹھنڈا  
 نالہ کرتا تھا، ولے طالبِ تاثیر بھی تھا

<sup>45</sup> حامد علی خان کے نسخے میں نیرنگِ نظر کے گاف پر اضافت نہیں (جویریہ مسعود) ملاحظہ ہو ان کا حاشیہ:  
 بہت سے نسخوں میں "نیرنگِ نظر" کی جگہ "نیرنگِ نظر چھپا ہے جو صحیح نہیں۔ (حامد علی خان)

پیشے میں عیب نہیں، رکھیے نہ فریاد کو نام  
 ہم ہی آشفته سروں میں وہ جوان میر بھی تھا  
 ہم تھے مرنے کو کھڑے، پاس نہ آیا، نہ سہی  
 آخر اُس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا  
 پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق  
 آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا؟  
 ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب  
 کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

## -39-

لب خشک در تشنگی، مردگان کا  
 زیارت کدہ ہوں دل آزدگان کا  
 شگفتن کمین گاہ<sup>46</sup> تقریب جوئی  
 تصوّر ہوں بے موجب آزدگان کا  
 غریب ستم دیدہ<sup>47</sup> باز کشتن  
 سخن ہوں سخن بر لب آزدگان کا  
 سراپا یک آئینہ دار شکستن  
 ارداہ ہوں یک عالم افسردگان کا  
 ہمہ نا امید، ہمہ بد گمانی  
 میں دل ہوں فریب وفا خوردگان کا  
 بصورت تکلف، بمعنی تاسف  
 اسد میں تبسم ہوں پڑ مردگان کا

## -40-

تو دوست کسی کا بھی، ستمگر! نہ ہوا تھا  
 اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا  
 چھوڑا مہِ نخب کی طرح دستِ قضا نے  
 خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا  
 توفیق بہ اندازہ ہمت ہے ازل سے  
 آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا  
 جب تک کہ نہ دیکھا تھا قید یار کا عالم  
 میں معتقدِ فتنہ محشر نہ ہوا تھا

<sup>46</sup> نسخہ حمیدیہ میں " کمین دار " (جویریہ مسعود)

<sup>47</sup> نسخہ حمیدیہ میں " غریب بدر جستہ " بجائے " غریب ستم دیدہ " (جویریہ مسعود)

میں سادہ دل، آزر دگی یار سے خوش ہوں  
 یعنی سبقِ شوقِ مکرر نہ ہوا تھا  
 دریائے معاصیٰ تنکِ آبی سے ہوا خشک  
 میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا  
 جاری تھی اسد! داغِ جگر سے مری<sup>48</sup> تحصیل  
 آ تشکدہ جاگیرِ سمندر نہ ہوا تھا

## -41

شب کہ وہ مجلسِ فروزِ خلوتِ ناموس تھا  
 رشتہ ہر شمعِ خارِ کسوتِ فانوس تھا  
 بت پرستی ہے بہارِ نقشِ بندی ہائے دہر  
 ہر صریرِ خامہ میں اک نالہِ ناقوس تھا  
 مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو اُگتی ہے حنا  
 کس قدر یا رب! ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا  
 حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکستِ آرزو  
 دل بہ دل پیوستہ، گویا، یک لبِ افسوس تھا  
 کیا کروں بیماریِ غم کی فراغت کا بیان  
 جو کہ کھایا خونِ دل، بے منتِ کیموس تھا  
 کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشہ<sup>49</sup> غم خانہ میں  
 دست بر سر، سر بزائوئے دلِ مایوس تھا

## -42

آئینہ دیکھ، اپنا سا منہ لے کے رہ گئے  
 صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا  
 قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے  
 اس کی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور تھا

## -43

ضعفِ جنوں کو وقتِ تپشِ در بھی دور تھا  
 اک گھر میں مختصر سا بیابانِ ضرور تھا

## -44

فنا کو عشق ہے بے مقصدانِ حیرت پرستاراں

<sup>48</sup> مروجہ نسخوں کی اکثریت میں یہاں "مرے" چھپا ہے۔ مطلب یہ کہ "میرے داغِ جگر سے تحصیل جاری تھی" مگر سوال یہ ہے کہ سمندر کے مقابلے میں یہاں کون تحصیل آتش کر رہا تھا؟ اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ جب تک یہاں "مرے" کی بجائے "مری" نہ پڑھا جائے یعنی داغِ جگر سے میری تحصیل تب و تاب اس وقت بھی جاری تھی جب کہ سمندر تک کو آتش کدہ عطا نہ ہوا تھا۔ نسخہ نظامی میں "مری ہی چھپا ہے مگر قدیم نسخوں میں تو "مرے" کو بھی "مری" ہی لکھا جاتا تھا۔ لہذا صرف معنوی دلیل ہی منن کے اندراج کے حق میں دی جاسکتی ہے۔ حسرت مویانی اور عرشی کا بھی غالباً اسی دلیل پر اتفاق ہوگا۔ ان دونوں کے سوا شاید اور کسی فاضل مرتبِ دیوان غالب نے یہاں "مری" نہیں لکھا۔ (حامد علی خان)

<sup>49</sup> نسخہ مبارک علی میں لفظ "مے خانہ" ہے۔ (اعجاز عبید)

نہیں رفتارِ عمرِ تیز رو پابندِ مطلب ہا

-45

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا  
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا  
جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے  
ہوں شمعِ کشتہ درخورِ محفل نہیں رہا  
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں  
شایانِ دست و خنجرِ قاتل نہیں رہا  
بر روئے ششِ جہت درِ آئینہ باز ہے  
یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا  
وا کر دیے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن  
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا  
گو میں رہا ربینِ ستم ہاے روزگار  
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا  
دل سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ واں  
حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا  
<sup>50</sup> جاں دادگان کا حوصلہ فرصت گزار ہے  
یاں عرصہٴ تپیدنِ بسمل نہیں رہا  
ہوں قطرہ زن بمرحلہٴ یاس روز و شب<sup>51</sup>  
جز تارِ اشکِ جادۂ منزل نہیں رہا  
اے آہ میری خاطرِ وابستہ کے سوا  
دنیا میں کوئی عقدہٴ مشکل نہیں رہا  
بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد<sup>52</sup>  
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

-46

خود پرستی سے رہے باہمِ دیگر نا آشنا  
ہے کسی میری شریکِ آئینہ تیرا آشنا  
آتشِ موئے دماغِ شوق ہے تیرا تپاک  
ورنہ ہم کس کے ہیں اے داغِ تمنا، آشنا  
جوہرِ آئینہ جز رمزِ سرِ مژگان نہیں  
آشنائی<sup>53</sup> ہمِ دیگر سمجھے ہے ایما آشنا

<sup>50</sup> یہ تین اشعار نسخہ بھوپال میں ہیں، اس مصرعے میں نسخہٴ عرشی میں لفظ 'فرصت گزار' ہے (اعجاز عبید)

<sup>51</sup> نسخہٴ مبارک علی (اور نسخہٴ حمیدیہ) میں ہے 'ہوں قطرہ زن بوادیِ حسرتِ شبانہ روز' (اعجاز عبید)

<sup>52</sup> نسخہٴ حمیدیہ میں یہ مصرع یوں ہے: اندازِ نالہ یاد ہیں سب مجھ کو پر اسد۔ (جویریہ مسعود)

<sup>53</sup> نسخہٴ حمیدیہ میں "آشنا کی" بجائے "آشنائی" (جویریہ مسعود)

## ربطِ یک شیرازہ وحشت ہیں اجزائے بہار سبزہ بیگانہ، صبا آوارہ، گل نا آشنا

رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف!  
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا  
ذرہ ذرہ ساغرِ مے خانہ نیرنگ ہے  
گردشِ مجنوں بہ چشمک ہائے لیلیٰ آشنا  
شوق ہے "ساماں طرازِ نازش اربابِ عجز"  
ذرہ صحرا دست گاہ و قطرہ دریا آشنا  
میں اور ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی، "کہ ہے  
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا"  
شکوہ سنجِ رشک ہم دیگر نہ رہنا چاہیے  
میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا  
کوہکن "نقاشِ یک تمثالِ شیریں" تھا اسد  
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

-47

ذکر اس پری وش کا، اور پھر بیان اپنا  
بن گیا رقیب آخر۔ تھا جو رازداں اپنا  
مے وہ کیوں بہت پیتے بزمِ غیر میں یا رب  
آج ہی ہوا منظور ان کو امتحان اپنا  
منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے  
عرش سے ادھر<sup>54</sup> ہوتا، کاشکے مکان اپنا  
دے وہ جس قدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالیں گے  
بارے آشنا نکلا، ان کا پاسباں، اپنا  
درِ دل لکھوں کب تک، جاؤں ان کو دکھلا دوں  
انگلیاں فگار اپنی، خامہ خونچکاں اپنا  
گھستے گھستے مٹ جاتا، آپ نے عبث بدلا  
ننگِ سجدہ سے میرے، سنگِ آستان اپنا  
تا کرے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو  
دوست کی شکایت میں ہم نے ہمزباں اپنا  
ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے  
بے سبب ہوا غالبِ دشمن آسماں اپنا

-48

## طاؤس در رکاب ہے ہر ذرہ آہ کا

<sup>54</sup> اکثر نسخوں میں "ادھر" کی جگہ "ادھر" چھپا ہے۔ نسخہ حمیدیہ میں "پرے" چھپا ہے۔ شعر کا صحیح مفہوم "ادھر" یا "پرے" سے ادا ہوتا ہے۔ "ادھر" لکھنے والوں نے اس شعر کی جو شرحیں لکھی ہیں وہ تسلی بخش نہیں ہیں۔ (نسخہ نظامی: "ادھر") (حامد علی خان)

یا رب نفسِ غبار ہے کس جلوہ گاہ کا؟  
 عزّتِ گزین<sup>55</sup> بزمِ ہیں و اماندگان دید  
 مینائے مے ہے ابلہ پائے نگاہ کا  
 ہر گامِ ابلے سے ہے دل در تہِ قدم  
 کیا بیمِ اہلِ درد کو سختیِ راہ کا  
 جیبِ نیازِ عشقِ نشانِ دارِ ناز ہے  
 آئینہ ہوں شکستنِ طرفِ کلاہ کا  
 سرمہٗ مفتِ نظر ہوں مری قیمت<sup>56</sup> یہ ہے  
 کہ رہے چشمِ خریدار پہ احسانِ میرا  
 رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم  
 تیرے چہرے سے ہو ظاہر<sup>57</sup> غمِ پنہاں میرا

## -49-

غافل بہ وہمِ ناز خود آرا ہے ورنہ یاں  
 بے شانہٗ صبا نہیں طرہ گیارہ کا  
 بزمِ قدح سے عیشِ تمنا نہ رکھ، کہ رنگ  
 صیدِ ز دامِ جستہ ہے اس دامِ گاہ کا  
 رحمت اگر قبول کرے، کیا بعید ہے  
 شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا  
 مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں، کہ ہے  
 پُرگل خیالِ زخم سے دامنِ نگاہ کا  
 جاں در "ہوائے یک نگہ گرم" ہے اسد  
 پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

## -50-

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا  
 کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا  
 رات دن گردش میں ہیں سات آسمان  
 ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا  
 لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ  
 جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا  
 ہو لیے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ  
 یا رب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا  
 موجِ خونِ سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے  
 آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا

<sup>55</sup> نسخہ حمیدیہ میں "عزالتِ گزین" بجائے "عزّتِ گزین" (جویریہ مسعود)

<sup>56</sup> نسخہ آگرہ، منشی شیو نارائن، 1863ء میں، مری قسمت (اعجاز عبید)

<sup>57</sup> نسخہ حسرت موبانی میں "ہو ظاہر" کی جگہ "عیان ہو" چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ  
 مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا  
 پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے  
 کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

## -51

بہارِ رنگِ خونِ دل<sup>58</sup> ہے ساماں اشکِ باری کا  
 جنونِ برقِ نشتر ہے رگِ ابرِ بہاری کا  
 برائے حلّ مشکل ہوں ز پا افتادہ حسرت  
 بندھا ہے عقدہ خاطر سے پیمانِ خاکساری کا  
 بوقتِ سرنگونی ہے تصورِ انتظارِ ستاں کا  
 نگہ کو سالوں<sup>59</sup> سے شغل ہے اخترِ شماری کا  
 لطافت ہے کثافتِ جلوہ پیدا کر نہیں سکتی  
 چمنِ زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا  
 حریفِ جوشِ دریا نہیں خودداری ساحل  
 جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا  
 اسدِ ساغرِ کشِ تسلیم ہو گردش سے گردوں کی  
 کہ ننگِ فہمِ مستان ہے گلہ بد روزگاری کا

## -52

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا  
 درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا  
 تجھ سے، قسمت میں مری، صورتِ قفلِ اجد  
 تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا  
 دل ہوا کشمکشِ چارہ زحمت میں تمام  
 مٹ گیا گھسنے میں اُس عقدے کا وا ہو جانا  
 اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ  
 اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا  
 ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا  
 باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا  
 دل سے مٹتا تری انگشتِ حنائی کا خیال  
 ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا  
 ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا  
 روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا  
 گر نہیں نکھتِ گل کو ترے کوچے کی ہوس

<sup>58</sup> نسخہ حمیدیہ میں "خون گل" بجائے "خون دل" (جویریہ مسعود)

<sup>59</sup> نسخہ حمیدیہ میں "آبلوں سے" بجائے "سالوں سے" ہوسکتا ہے نسخہ حمیدیہ میں سہو کتابت ہو (جویریہ مسعود)

کیوں ہے گردِ رہِ جَوَلاںِ صبا ہو جانا  
 تاکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائِ صیقل  
 دیکھ برسات میں سبز اُٹنے کا ہو جانا  
 بخشے ہے جلوہٴ گل، ذوقِ تماشا غالب  
 چشم کو چاہے ہر رنگ میں وا ہو جانا  
 -53

شکوہِ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا  
 غالب ایسے گنج کو عیاں یہی ویرانہ تھا

-54

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے  
 رنگ اڑتا ہے گُلستان کے ہواداروں کا

-55

اسد! یہ عجز و بے سامانی فرعون توام ہے  
 جسے تو بندگی کہتا ہے دعویٰ ہے خدائی کا

-56

بس کہ فعالِ ما یرید ہے آج  
 ہر سلحشور انگلستان کا  
 گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے  
 زہرہ ہوتا ہے آبِ انساں کا  
 چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے  
 گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا  
 شہرِ دہلی کا ذرہ ذرہ خاک  
 تشنہٴ خون ہے ہر مسلمان کا  
 کوئی واں سے نہ آسکے یاں تک  
 آدمی واں نہ جا سکے یاں کا  
 میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا  
 وہی رونا تن و دل و جاں کا  
 گاہ جل کر کیا کیئے شکوہ  
 سوزشِ داغ ہائے پنہاں کا  
 گاہ رو کر کہا کیئے باہم  
 ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا  
 اس طرح کے وصال سے یا رب  
 کیا مٹے داغِ دل سے بجران کا

-57



بہ رہنِ شرم ہے با وصفِ شوخی اہتمام اس کا  
نگین میں جوں شرارِ سنگِ نا پیدا ہے نام اس کا  
مسی آلود ہے مہرنوازش نامہ ظاہر ہے  
کہ داغِ آرزوئے بوسہ دیتا ہے پیام اس کا  
بامیڈ نگاہِ خاص ہوں محملِ کشِ حسرت  
مبادا ہو عنانِ گیرِ تغافلِ لطفِ عام اس کا

-58

عیب کا دریافت کرنا، ہے ہنرمندی اسد  
نقص پر اپنے ہوا جو مطلع، کامل ہوا

-59

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیرے، دل بے تاب تھا  
شوخی و حشت سے افسانہ فسوںِ خواب تھا  
واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا اسد  
ناخنِ غم یاں سرِ تارِ نفسِ مضراب تھا

-60

<sup>60</sup>دود کو آج اس کے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی  
وہ دلِ سوزاں کہ کل تک شمع، ماتم خانہ تھا  
شکوہِ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا  
غالب ایسے کنج کو شایاں یہی ویرانہ تھا

<sup>60</sup> نسخہ مبارک علی میں 'درد' ہے لیکن نسخہ عرشی میں پہلا لفظ 'دود' ہے۔ (اعجاز عبید)

## ب

-61

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کُشا موجِ شراب  
 دے بطمے کو دل و دستِ شنا موجِ شراب  
 پوچھ مت وجہ سیہ مستیِ اربابِ چمن  
 سایہ تاک میں ہوتی ہے ہوا موجِ شراب  
 جو ہوا غرقہ مے بختِ رسا رکھتا ہے  
 سر پہ گزرے پہ بھی ہے بالِ ہما موجِ شراب  
 ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر  
 موجِ ہستی کو کرے فیضِ ہوا موجِ شراب  
 چار موج<sup>61</sup> اٹھتی ہے طوفانِ طرب سے ہر سو  
 موجِ گل، موجِ شفق، موجِ صبا، موجِ شراب  
 جس قدر روح نباتی ہے جگر تشنہ ناز  
 دے ہے تسکینِ بدمِ آبِ بقا موجِ شراب  
 بس کہ دوڑے ہے رگ تاک میں خون ہوہوکر  
 شہپرِ رنگ سے ہے بال کُشا موجِ شراب  
 موجِ گل سے چراغاں ہے گزرگاہِ خیال  
 ہے تصوّر میں ز بس جلوہ نما موجِ شراب  
 نشے کے پردے میں ہے محو تماشائے دماغ  
 بس کہ رکھتی ہے سر نشو و نما موجِ شراب  
 ایک عالم پہ ہیں طوفانی کیفیتِ فصل  
 موجِ سبزہ نوخیز سے تا موجِ شراب  
 شرح ہنگامہ مستی ہے، زبے! موسمِ گل  
 رہبرِ قطرہ بہ دریا ہے، خوشا موجِ شراب  
 ہوش اڑتے ہیں مرے، جلوہ گل دیکھ، اسد  
 پھر ہوا وقت، کہ ہو بال کُشا موجِ شراب

## ت

-62-

افسوس کہ دندان<sup>62</sup> کا کیا رزق فلک نے  
جن لوگوں کی تھی درخورِ عقدِ گہرِ انگشت  
کافی ہے نشانی تیری،<sup>63</sup> چھلے کا نہ دینا  
خالی مجھے دکھلا کے بوقتِ سفرِ انگشت  
لکھتا ہوں اسدِ سوزشِ دل سے سخنِ گرم  
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

-63-

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت  
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت  
جگر کو مرے عشقِ خونِ نابہ مشرب  
لکھے ہے 'خداوندِ نعمت سلامت'  
علی اللرغمِ دشمن، شہیدِ وفا ہوں  
مبارک مبارک سلامت سلامت  
نہیں گر سر و برگِ ادراک معنی  
تماشائے نیرنگ صورت سلامت

-64-

آمدِ خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست  
دودِ شمعِ کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست  
اے دلِ ناعاقبت اندیش! ضبطِ شوق کر

<sup>62</sup> نسخہ نظامی میں اگرچہ 'دیدان' ہے لیکن معانی کے لحاظ سے 'دندان' مناسب ہے، دیدان سہو کتابت ممکن ہے۔ (اعجاز عبید)

دیدان دودہ کا جمع ہے اس سے مراد کیڑے ہیں۔ تب اس کا مطلب بنتا ہے کہ انگلیوں کو قبر کی کیڑوں کا خوراک بنا دیا۔ نسخہ مہر اور نسخہ علامہ آسی میں لفظ دیدان ہی آیا ہے ہاں البتہ نسخہ حمیدیہ (شایع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور 1983) میں لفظ دندان آیا ہے (جویریہ مسعود)

مزید: نسخہ نظامی اور بعض دوسرے نسخوں میں "دندان" کے بجائے "دیدان" چھپا ہے۔ "دودہ عربی میں کیڑے کو کہتے ہیں، اس کی جمع "دود" ہے اور جمع الجمع "دیدان"۔ یہ بات خلاف قیاس معلوم ہوتی ہے کہ غالب نے دیدان لکھا ہو۔ اس میں معنوی سقم یہ ہے کہ قبر میں پورا جسم ہی کیڑوں کی نذر ہوجاتا ہے، انگلیوں کی کوئی تخصیص نہیں نہ خاص طور پر انگلی کے گوشت سے کیڑوں کی زیادہ رغبت کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ کسی مرے ہوئے محبوب کا ماتم بھی نہیں ہے بلکہ زمانے کی ناقدری کا ماتم ہے کہ جو انگلی عقدِ گہر کی قابل تھی وہ حسرت و افسوس کے عالم میں دانتوں میں دبئی ہے۔ خوبصورت دانتوں کو موتیوں کی لڑی سے تشبیہ دی جاتی ہے اس لیے موتی کے زیور کی رعایت ملحوظ لکھی گئی ہے۔ کیڑوں کو موتیوں سے تشبیہ دینا مذاقِ سلیم کو مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>63</sup> بعض نسخوں میں یہاں "تیری" اور بعض میں "تیرا" چھپا ہے۔ متن میں "تیری" کو ترجیح دی گئی ہے۔ اس صورت میں علامتِ وقف "تیری" کے بعد ہے۔ دوسری صورت میں علامتِ وقف "نشانی" کے بعد ہونی چاہیے یعنی: کافی ہے نشانی، ترا چھلے کا نہ دینا... متن کے اندراج کا مفہوم یہ ہے کہ تیری یہی نشانی میرے لیے کافی ہے کہ رخصت کے وقت جب میں نے تجھ سے نشانی کا چھلا مانگا تو تو نے مجھے ایک ادائے خاص سے ٹھینگا دکھادیا۔ نسخہ نظامی میں بھی اس متن کے مطابق "تیری" چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

کون لا سکتا ہے تابِ جلوۂ دیدارِ دوست  
 خانہ ویراں سازیِ حیرت! تماشا کیجیے  
 صورتِ نقشِ قدم ہوں رَفْتہ<sup>64</sup> رقتارِ دوست  
 عشق میں بیدادِ رشکِ غیر نے مارا مجھے  
 کُشتہ دشمن ہوں آخر، گرچہ تھا بیمارِ دوست  
 چشمِ ما روشن، کہ اس بے درد کا دل شاد ہے  
 دیدہ پر خون ہمارا ساغرِ سرشارِ دوست

ق

غیر یوں کرتا ہے میری پرسش اس کے ہجر میں  
 بے تکلفِ دوست ہو جیسے کوئی غم خوارِ دوست  
 تاکہ میں جانوں کہ ہے اس کی رسائی واں تلک  
 مجھ کو دیتا ہے پیامِ وعدہ دیدارِ دوست  
 جب کہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہِ ضعفِ دماغ  
 سر کرے ہے وہ حدیثِ زلفِ عنبرِ بارِ دوست  
 چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے اگر  
 ہنس کے کرتا ہے بیانِ شوخیِ گفتارِ دوست  
 مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے  
 یا بیاں کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست  
 یہ غزل اپنی، مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ  
 ہے ردیفِ شعر میں غالب! ز بس تکرارِ دوست

-65-

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب  
 یار لائے مری بالیں پہ اسے، پر کس وقت

<sup>64</sup> شاید بعض حضرات اس کو "رَفْتہ" پڑھتے ہیں۔ یقین ہے کہ غالب کا لفظ یہاں "رَفْتہ" ہے۔ (حامد علی خان)

## ج

-66-

گلشن میں بند وبست بہ رنگِ دگر ہے آج  
 قمری کا طوقِ حلقہ بیرونِ در ہے آج  
 معزولیٰ تپش ہوئی افراطِ انتظار  
 چشمِ کشادہ حلقہ بیرونِ در ہے آج  
 حیرت فروشِ صد نگرانی ہے اضطرار  
 ہر رشتہ تارِ جیب کا تارِ نظر ہے آج<sup>65</sup>  
 اے عاقبت! کنارہ کر، اے انتظام! چل  
 سیلابِ گریہ در پے دیوار و در ہے آج  
 آتا ہے ایک پارہٴ دل ہر فغاں کے ساتھ  
 تارِ نفسِ کمندِ شکارِ اثر ہے آج  
 ہوں داغِ نیمِ رنگیِ شامِ وصالِ یار  
 نورِ چراغِ بزم سے جوشِ سحر ہے آج  
 کرتی ہے عاجزی سفرِ سوختنِ تمام  
 پیراہنِ خَسک میں غبارِ شرر ہے آج  
 تا صبح ہے بہ منزلِ مقصد رسیدنی  
 دودِ چراغِ خانہ غبارِ سفر ہے آج  
 دورِ اوفتادہ چمنِ فکر ہے اسد  
 مرغِ خیالِ بلبلِ بے بال و پر ہے آج

-67-

معزولیٰ تپش ہوئی افرازِ انتظار  
 چشمِ کشودہ حلقہ بیرونِ در ہے آج

-68-

لو ہم مریضِ عشق کے بیماردار<sup>66</sup> ہیں  
 اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج!!

<sup>65</sup> نسخہ حمیدیہ میں یہ مصرع یوں ہے: سر رشتہ چاکِ جیب کا تارِ نظر ہے آج (جویریہ مسعود)  
<sup>66</sup> نئے مروجہ نسخوں میں یہاں "بیمار دار" کی جگہ عموماً "بیمار دار" چھپا ہے مگر قدیم نسخوں میں یہاں لفظ "بیماردار" ہی ملتا ہے جو کم از کم غالب کے عہد میں اس مفہوم کے لیے زیادہ موزوں تھا۔ (حامد علی خان)

## چ

-69-

نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ  
 اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کھینچ  
 "کمالِ گرمی سعی<sup>67</sup> تلاشِ دید" نہ پوچھ  
 بہ رنگِ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ  
 تجھے بہانہِ راحت ہے انتظارِ اے دل!  
 کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ  
 تری طرف ہے بہ حسرتِ نظارہِ نرگس  
 بہ کورئِ دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ  
 بہ نیمِ غمزہ ادا کر حقِ ودیعتِ ناز  
 پیامِ پردہ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ  
 مرے قدح میں ہے صہبائے آتشِ پنہاں  
 بروئے سفرہ<sup>68</sup> کبابِ دلِ سمندر کھینچ  
 نہ کہہ کہ طاقتِ رسوائی وصال نہیں  
 اگر یہی عرقِ فتنہ ہے، مکرر کھینچ  
 جنونِ آئینہ مشتاقِ یک تماشا ہے  
 ہمارے صفحے پہ بالِ پری سے مسطر کھینچ  
 خمارِ منتِ ساقی اگر یہی ہے اسد  
 دلِ گداختہ کے مے کدے میں ساغر کھینچ

<sup>67</sup> سعی، اور 'نفی' جیسے الفاظ میں اضافت کے لیے زیر کے بجائے ہمزہ کا استعمال نہیں کیا گیا کیوں کہ اضافت سے یہاں "الف" کی نہیں "ی" کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ (حامد علی خاں)

<sup>68</sup> صحیح تلفظ سین مضموم (یعنی س پر پیش) سے ہے مگر بعض لوگ اس تلفظ میں ذم کا پہلو دیکھتے ہیں اور سفرہ بہ سین مفتوح (یعنی س پر زبر) بولتے ہیں۔ - (حامد علی خاں)

## د

-70-

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد  
 بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد  
 منصبِ شیفگی کے کوئی قابل نہ رہا  
 ہوئی معزولی انداز و ادا میرے بعد  
 شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے  
 شعلہ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد  
 خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر، یعنی  
 ان کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد  
 درخورِ عرض نہیں جوہرِ بیداد کو جا  
 نگہِ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد  
 بے جنوں اہلِ جنوں کے لئے آغوشِ وداع  
 چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد  
 کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق  
 ہے مگر لبِ ساقی میں<sup>69</sup> صلا میرے بعد  
 غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی  
 کہ کرے تعزیتِ مہر و وفا میرے بعد  
**70** تھی نگہ میری نہاں خانہ دل کی نقاب  
 بے خطر جیتے ہیں اربابِ ریا میرے بعد  
 تھا میں گلدستہ احباب کی بندش کی گیہ  
 متفرق ہوئے میرے رفقا میرے بعد  
 آئے ہے بے کسی عشق پہ رونا غالب  
 کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد

-71-

ہلاکِ بے خبری نغمہ وجود و عدم  
 جہاں و اہلِ جہاں سے جہاں جہاں آباد

-72-

<sup>69</sup> نسخہ حمیدیہ میں ہے 'لب ساقی پہ'۔ اکثر نسخوں میں بعد میں یہی املا ہے۔ (اعجاز عبید)  
 مزید: نسخہ مہر، اسی اور باقی نسخوں میں لفظ 'پہ' ہے۔ (جویریہ مسعود)  
 مزید: نسخہ نظامی، نسخہ عرشی، نسخہ حسرت موبانی اور بعض دیگر نسخوں میں یہاں "میں" ہی چھپا ہے۔ نسخہ حمیدیہ میں "پہ" درج  
 ہے۔ ظاہراً "میں" سہو کتابت معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غالب نے "میں" ہی کہا تھا تو اس کی مراد یہ ہوگی کہ غلبہ غم کے باعث صلا لبوں  
 پر نہ آسکی لبوں میں ہی رہ گئی۔ (حامد علی خان)

<sup>70</sup> یہ شعر نسخہ حمیدیہ میں نہیں ہے۔ (جویریہ مسعود)

تجھ سے مقابلے کی کسے تاب ہے ولے  
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد



ر

-73

بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظرِ در و دیوار  
 نگاہِ شوق کو ہیں بال و پرِ در و دیوار  
 و فورِ اشک نے کاشانے<sup>71</sup> کا کیا یہ رنگ  
 کہ ہو گئے مرے دیوار و درِ در و دیوار  
 نہیں ہے سایہ، کہ سن کر نویدِ مقدمِ یار  
 گئے ہیں چند قدمِ پیشترِ در و دیوار  
 ہوئی ہے کس قدرِ ارزانی مئے جلوہ  
 کہ مست ہے ترے کوچے میں پرِ در و دیوار  
 جو ہے تجھے سرِ سودائے انتظار، تو آ  
 کہ ہیں دکانِ متاعِ نظرِ در و دیوار  
 ہجومِ گریہ کا سامان کب کیا میں نے  
 کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پرِ در و دیوار  
 وہ آ رہا مرے ہم سایہ میں، تو سائے سے  
 ہوئے فدا در و دیوار پرِ در و دیوار  
 نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی  
 ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کرِ در و دیوار  
 نہ پوچھ بے خودی عیشِ مقدمِ سیلاب  
 کہ ناچتے ہیں پڑے سرِ بسرِ در و دیوار  
 نہ کہہ کسی سے کہ غالبِ نہیں زمانے میں  
 حریفِ رازِ محبت مگرِ در و دیوار

-74

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر  
 جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟  
 کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقتِ سخن  
 'جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر'  
 کام اس سے آ پڑا ہے کہ جس کا جہان میں  
 لیوے نہ کوئی نامِ ستم گر کہے بغیر  
 جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم<sup>72</sup>  
 سر جائے یا رہے، نہ رہیں پر کہے بغیر

<sup>71</sup> مولانا عبد الباری آسی لکھنوی کے نسخے میں "کاشانہ" بجائے "کاشانے" (جویریہ مسعود)

<sup>72</sup> نسخہ حسرت: جی پی میں۔ (حامد علی خاں)

چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ کافر کا<sup>73</sup> پوجنا  
 چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر  
 مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام  
 چلتا نہیں ہے دُشنہ و خنجر کہے بغیر  
 ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو  
 بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر  
 بہرا ہوں میں۔ تو چاہیے، دونا ہوں التفات  
 سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر  
 غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض  
 ظاہر ہے تیرا حال سب اُن پر کہے بغیر

-75-

کیوں جل گیا نہ، تابِ رخ یار دیکھ کر  
 جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر  
 آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے  
 سرگرم نالہ ہائے شرربار دیکھ کر  
 کیا آبروئے عشق، جہاں عام ہو جفا  
 رکتا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر  
 آتا ہے میرے قتل کو پُر جوش رشک سے  
 مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر  
 ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق  
 لرزے ہے موجِ مے تری رفتار دیکھ کر  
 وا حسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ  
 ہم کو حریص لذتِ آزار دیکھ کر  
 بیک جاتے ہیں ہم آپ، متاعِ سخن کے ساتھ  
 لیکن عیارِ طبعِ خریدار دیکھ کر  
 زُنارِ باندھ، سبحةٔ صد دانہ توڑ ڈال  
 رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر  
 ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں  
 جی خوش ہوا ہے راہ کو پُر خار دیکھ کر  
 کیا بد گماں ہے مجھ سے، کہ آئینے میں مرے  
 طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھ کر  
 گر نی تھی ہم پہ برقِ تجلی، نہ طور پر  
 دیتے ہیں بادہ 'ظرفِ قدحِ خوار' دیکھ کر  
 سر پھوڑنا وہ! 'غالب' شوریدہ حال' کا

<sup>73</sup> نسخہ حمیدیہ: کافر کو پوجنا۔ متن نسخہ نظامی کے مطابق ہے۔ (حامد علی خان)

یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

-76-

لرزتا ہے مرا دل زحمتِ مہرِ درخشاں پر  
میں ہوں وہ قطرہٴ شبِ بنم کہ ہو خارِ بیاباں پر  
نہ چھوڑی حضرتِ یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی  
سفیدی دیدہٴ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر  
فنا "تعلیمِ درسِ بے خودی" ہوں اس زمانے سے  
کہ مجنوں لامِ الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر  
فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے  
بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل نمکِ داں پر  
نہیں اقلیمِ الفت میں کوئی طومارِ ناز ایسا  
کہ پشتِ چشم سے جس کی نہ ہووے مہرِ عنوان پر  
مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آلودہ یاد آیا  
کہ فرقت میں تری آتشِ برستی تھی گلستاں پر  
**دلِ خونیں جگر بے صبر و فیضِ عشقِ مستغنی**  
**الہی! یک قیامتِ خاور آٹوٹے بدخشاں پر**  
بجز پروازِ شوقِ ناز کیا باقی رہا ہوگا  
قیامتِ اک ہوائے تند ہے خاکِ شہیداں پر  
نہ لڑ ناصح سے، غالب، کیا ہوا گر اس نے شدت کی  
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریباں پر

-77-

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشان اور  
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور  
یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات  
دے اور دل ان کو، جو نہ دے مجھ کو زباں اور  
ابرو سے ہے کیا اس نگہِ ناز کو پیوند  
ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کماں اور  
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم، جب اٹھیں گے  
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور  
ہر چند سُبکِ دست ہوئے بت شکنی میں  
ہم ہیں، تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور  
ہے خوِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا  
ہوتے جو کئی دیدہٴ خوِ نبانہ فشاں اور  
مرتتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے  
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ 'ہاں اور'  
لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکا  
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور

لیتا۔ نہ اگر دل تمہیں دیتا، کوئی دم چین  
 کرتا جو نہ مرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور  
 پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے  
 رکتی ہے مری طبع۔ تو ہوتی ہے رواں اور  
 ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے  
 کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

-78

صفائے حیرت آئینہ ہے سامانِ زنگِ آخر  
 تغیر "آبِ برجا ماندہ" کا پاتا ہے رنگِ آخر  
 نہ کی سامانِ عیش و جاہ نے تدبیرِ وحشت کی  
 ہوا جامِ زمرّد بھی مجھے داغِ پلنگِ آخر

-79

فسونِ یکِ دلی ہے لذتِ بیدادِ دشمن پر  
 کہ وجدِ برقِ جوں پروانہ بالِ افشاں ہے خرمن پر  
 تکلفِ خارِ خارِ التماسِ بے قراری ہے  
 کہ رشتہ باندھتا ہے پیرہنِ انگشتِ سوزن پر  
 یہ کیا وحشت ہے! اے دیوانے، پس از مرگِ واویلا  
 رکھی ہے جا بنائے خانہ زنجیرِ شیون پر  
 جنوں کی دست گیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی  
 گریباں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر  
 بہ رنگِ کاغذِ آتش زدہ نیرنگِ بے تابی  
 ہزار آئینہ دل باندھے ہے بالِ یکِ تپیدن پر  
 فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے  
 متاعِ بُردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرضِ رہزن پر  
 ہم اور وہ بے سبب "رنجِ آشنا دشمن" کہ رکھتا ہے  
 شعاعِ مہر سے نُہمتِ نگہ کی چشمِ روزن پر  
 فنا کو سونپ کر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا  
 فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوفِ گلخن پر  
 اسدِ بسمل ہے کس انداز کا، قاتل سے کہتا ہے  
 'تو مشقِ ناز کر، خونِ دو عالم میری گردن پر'

-80

ستم کشِ مصلحت سے ہوں کہ خوباں تجھ پہ عاشق ہیں  
 تکلفِ بر طرف! مل جائے گا تجھ سا رقیبِ آخر

-81

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور  
 تنہا گئے کیوں؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور  
 مٹ جائے گا سر، گر، ترا پتھر نہ گھسے گا  
 ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور  
 ائے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ 'جاؤں؟'  
 مانا کہ ہمیشہ نہیں اچھا کوئی دن اور  
 جاتے ہوئے کہتے ہو 'قیامت کو ملیں گے'  
 کیا خوب! قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور  
 ہاں اے فلکِ پیر! جوان تھا ابھی عارف  
 کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور  
 تم ماہِ شبِ چار دہم تھے مرے گھر کے  
 پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور  
 تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و ستد کے  
 کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور  
 مجھ سے تمہیں نفرت سہی، نیر سے لڑائی  
 بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشاً کوئی دن اور  
 گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش  
 کرنا تھا جوان مرگ گزارا کوئی دن اور  
 ناداں ہو جو کہتے ہو کہ 'کیوں جیتے ہیں غالب'  
 قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

## ز

-82-

حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسوںِ نیاز  
 دعا قبول ہو یا رب کہ عمرِ خضرِ دراز  
 نہ ہو بہ ہرزہ، بیابانِ نوردِ وہم وجود  
 ہنوز تیرے تصوّر میں ہے نشیب و فراز  
 وصالِ جلوہ تماشا ہے پر دماغ کہاں!  
 کہ دیجئے آئینہ انتظار کو پرواز  
 ہر ایک<sup>74</sup> ذرّہ عاشق ہے آفتاب پرست  
 گئی نہ خاک ہوئے پر ہوائے جلوہ ناز  
 فریبِ صنعتِ ایجاد کا تماشا دیکھ  
 نگاہِ عکسِ فروش و خیالِ آئینہ ساز  
 ہنوز اے اثرِ دید<sup>75</sup>، ننگِ رسوائی  
 نگاہِ فتنہ خرام و درِ دو عالم باز  
 ز<sup>76</sup> بس کہ جلوہ صیادِ حیرت آرا ہے  
 اُڑی ہے صفحہ خاطر سے صورتِ پرواز  
 ہجومِ فکر سے دل مثلِ موج لرزاں ہے<sup>77</sup>  
 کہ شیشہ نازک و صہبا ہے آبگینہ گداز  
 اسد سے ترکِ وفا کا گماں وہ معنی ہے  
 کہ کھینچے پر طائر سے صورتِ پرواز  
 نہ پوچھ وسعتِ مے خانہ جنوں غالب  
 جہاں یہ کاسہ گردوں ہے ایک خاک انداز

-83-

بے گانہ وفا ہے ہوائے چمن ہنوز  
 وہ سبزہ سنگ پر نہ آگا، کوہکن ہنوز  
 فارغ مجھے نہ جان کہ مانندِ صبح و مہر  
 بے داغِ عشق، زینتِ جیبِ کفن ہنوز  
 بے نازِ مفلساں "زرِ از دست رفتہ" پر  
 ہوں "گلِ فروشِ شوخیِ داغ کہن" ہنوز  
 مے خانہ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں

<sup>74</sup> "ایک" کی جگہ قدیم نسخوں میں "ایک" چھپا ہے (حامد علی خان)

<sup>75</sup> عرشی: "دیدہ" بجائے "دید" (جویریہ مسعود)

<sup>76</sup> یہ شعر نسخہ حمیدیہ میں نہیں ہے (جویریہ مسعود)

<sup>77</sup> یہ شعر بھی نسخہ حمیدیہ میں نہیں ہے (جویریہ مسعود)

خمیازہ کھینچے ہے بتِ بیدادِ فنِ ہنوز  
 یا رب، یہ درد مند ہے کس کی نگاہ کا!!  
 ہے ربطِ مشک و داغِ سوادِ ختنِ ہنوز  
 جوں جادہ، سر بہ کوئے تمنائے ہے دلی  
 زنجیرِ پا ہے رشتہ حب الوطنِ ہنوز  
 میں دور گردِ قربِ بساطِ نگاہ تھا  
 بیرونِ دل نہ تھی تپشِ انجمنِ ہنوز  
 تھا مجھ کو خارِ خارِ جنونِ وفا اسد  
 سوزن میں تھا نہفتہ گلِ پیرہنِ ہنوز

-84

کیوں کر اس بت سے رکھوں جان عزیز!  
 کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز!  
 دل سے نکلا۔ پہ نہ نکلا دل سے  
 ہے ترے تیر کا پیکان عزیز  
 تاب لاتے ہی بنے گی غالب  
 واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

-85

وسعتِ سعی کرم دیکھ کہ سر تا سرِ خاک  
 گزرے ہے ابلہ پا ابرِ گہر بارِ ہنوز  
 یک قلم کاغذِ آتش زدہ ہے صفحہٴ دشت  
 نقشِ پا میں ہے تپ<sup>78</sup> گرمیِ رفتارِ ہنوز

-86

گل کھلے غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی  
 سرخوشِ خواب ہے وہ نرگسِ مخمورِ ہنوز

-87

نہ<sup>79</sup> گلِ نغمہ ہوں نہ پردہ ساز  
 میں ہوں اپنی شکست کی آواز  
 تو اور آرائشِ خمِ کاکل  
 میں اور اندیشہ ہائے دورِ دراز<sup>80</sup>

<sup>78</sup> بعض نسخوں میں "تپ" بھی چھپا ہے جو "تب" کا ہم معنی ہے۔ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ غالب نے کیا کہا تھا۔ (حامد علی خاں) مزید: ہم نے اس نسخے میں "تپ" کو ترجیح دی ہے کیوں کہ اکثر نسخوں میں "تپ" ہی درج ہے۔ (جویریہ مسعود)

<sup>79</sup> بعض نسخوں میں "نہ" کی جگہ "نہ" بھی چھپا ہے۔ نسخہٴ نظامی میں "نہ" چھپا ہے۔ (حامد علی خاں)

<sup>80</sup> نسخہٴ حمیدیہ، طباطبائی، حسرت موبائی، نیز مہر، بیخود اور نشتر جالندھری کے نسخوں میں "دور و دراز" چھپا ہے لیکن نسخہٴ نظامی،

لاف تمکین، فریبِ سادہ دلی  
ہم ہیں، اور راز ہائے سینہ گزار  
ہوں گرفتارِ الفتِ صیاد  
ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز  
وہ بھی دن ہو، کہ اس ستم گر سے  
ناز کھینچوں، بجائے حسرتِ ناز  
نہیں دل میں مرے وہ قطرہ خون  
جس سے مذگاہ ہوئی نہ ہو گلاباز  
اے ترا غمزہ یک قلم انگیز  
اے ترا ظلم سر بسر انداز  
تو ہوا جلوہ گر، مبارک ہو!  
ریزشِ سجدہ جبینِ نیاز  
مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا  
میں غریب اور تو غریب نواز  
اسدِ اللہ خاں تمام ہوا  
اے دریغا وہ رندِ شاہد باز



## س

-88-

81 کب فقیروں کو رسائی بُتِ مے خوار کے پاس  
 تونبے بو دیجیے مے خانے کی دیوار کے پاس  
 مُژدہ ، اے ذوقِ اسیری ! کہ نظر آتا ہے  
 دامِ خالی ، قفسِ مُرغِ گرفتار کے پاس  
 جگرِ تشنہ آزار ، تسلی نہ ہوا  
 جوئے خوں ہم نے بہائی بُنِ پر خار کے پاس  
 مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے !  
 خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس  
 مہیں بھی رُک رُک کے نہ مرتا ، جو زباں کے بدلے  
 دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس  
 دہنِ شیر میں جا بیٹھیے ، لیکن اے دل  
 نہ کھڑے ہو جیے خوبانِ دل آزار کے پاس  
 دیکھ کر تجھ کو ، چمن بسکہ نمو کرتا ہے  
 خود بخود پہنچے ہے گلِ گوشہ دستار کے پاس  
 مر گیا پھوڑ کے سرِ غالبِ وحشی ، ہے ہے !  
 بیٹھنا اس کا وہ ، آکر ، تری دیوار کے پاس

-89-

اے اسد ہم خود اسیرِ رنگ و بوئے باغ ہیں  
 ظاہرِ صیادِ ناداں ہے گرفتارِ ہوس

81 یہ شعر نسخہ حمیدیہ میں نہیں ہے (جویریہ مسعود)

## ش

-90

نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزہ خط سے  
لگا دے<sup>82</sup> خانہ آئینہ میں روئے نگار آتش  
فروغ حُسن سے ہوتی<sup>83</sup> ہے حلّ مُشکلِ عاشق  
نہ نکلے شمع کے پاسے ، نکالے گر نہ خار آتش

---

<sup>82</sup> بیشتر نسخوں میں "لگا دے" کی جگہ "لگا دے" چھپا ہے۔ (حامد علی خاں)

<sup>83</sup> ممکن ہے غالب نے یہاں "ہوتا ہے" کہا ہو اور "ہوتی ہے" سہو مرتبین ہو۔ (حامد علی خاں)

ع

-91

جادہ رہ خُور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع  
چرخ وا کرتا ہے ماہِ نو سے آغوشِ وداع

-92

رُخِ نگار سے ہے سوزِ جاودانیِ شمع  
ہوئی ہے آتشِ گلِ آبِ زندگانیِ شمع  
زبانِ اہلِ زباں میں ہے مرگِ خاموشی  
یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانیِ شمع  
کرے بے صِرف بہ ایمائے شعلہ قصہ تمام  
بہ طرزِ اہلِ فنا ہے فسانہ خوانیِ شمع  
غم اُس کو حسرتِ پروانہ کا ہے اے شعلہ<sup>84</sup>  
ترے لرزے سے ظاہر ہے ناتوانیِ شمع  
ترے خیال سے رُوحِ ابتزاز کرتی ہے  
بہ جلوہ ریزیِ باد و بہ پرفشانیِ شمع  
نشاطِ داغِ غمِ عشق کی بہار نہ پُوچھ  
شگفتگی ہے شہیدِ گلِ خزانیِ شمع  
جلے ہے ، دیکھ کے بالینِ یار پر مجھ کو  
نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغِ بدگمانیِ شمع

<sup>84</sup> نسخہ مہر میں "شعلہ" ، نسخہ آسی میں شعلے۔ شعلہ زیادہ صحیح ہے (جویریہ مسعود)

## ف

-93-

بیم رقیب سے نہیں کرتے وداع ہوش  
مجبور یاں تلک ہوئے اے اختیار ، حیف !  
جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے  
اے ناتمامی نَفْسِ شعلہ بار حیف !

## ک

-94-

زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک<sup>85</sup>  
کیا مزا ہوتا ، اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک  
گردِ راہِ یار ہے سامانِ نازِ زخمِ دل  
ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک  
مجھ کو ارزانی رہے ، تجھ کو مبارک ہو جیو  
نالہ بُلْبُل کا درد اور خندہ گُل کا نمک  
شورِ جولان تھا کنارِ بحر پر کس کا کہ آج  
گردِ ساحل ہے بہ زخمِ موجہ دریا نمک  
داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی ، واہ واہ!<sup>86</sup>  
یاد کرتا ہے مجھے ، دیکھے بے وہ جس جا نمک  
چھوڑ کر جانا تنِ مجروح عاشق حیف ہے  
دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک  
غیر کی منت نہ کہینچوں گا پے توفیر<sup>87</sup> درد  
زخم ، مثلِ خندہ قاتل ہے سر تا پا نمک  
اس عمل میں عیش کی لذت نہیں ملتی اسد  
زورِ نسبت مے سے رکھتا ہے نصارا کا نمک  
یاد ہیں غالب ! تجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق میں  
زخم سے گرتا ، تو میں پلکوں سے چُنتا تھا نمک

<sup>85</sup> نسخہ حمیدیہ میں یہ مصرع یوں درج ہے: زخم پر باندھے ہیں کب طفلانِ بے پروا نمک (جویریہ مسعود)  
<sup>86</sup> ایک نسخے میں "واہ وا" بہ تخفیف بھی دیکھا گیا ہے لیکن اکثر قدیم و جدید نسخوں میں "واہ واہ" درج ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>87</sup> بعض نسخوں میں "توفیر" کی جگہ "توفیر" چھپا ہے۔ نسخہ نظامی میں "توفیر" درج ہے۔ (حامد علی خان)

## -95-

آہ کو چاہیے اکِ عمرِ اثر ہونے تک<sup>88</sup>  
 کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہونے تک  
 دامِ ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ  
 دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک  
 عاشقی صبرِ طلب ، اور تمنا بیتاب  
 دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک  
 ہم نے مانا کہ تعافل نہ کرو گے ، لیکن  
 خاک ہو جائیں گے ہم، تم کو خیر ہونے تک  
 پرتوِ خور سے ، ہے شبنم کو فنا کی تعلیم  
 میں بھی ہوں ، ایک عنایت کی نظر ہونے تک  
 یک نظر بیش نہیں فرصتِ ہستی غافل !  
 گرمی بزم ہے اکِ رقصِ شرر ہونے تک  
 تا قیامت شبِ فرقت میں گزر جائے گی عمر  
 سات دن ہم پہ بھی بھاری ہیں سحر ہونے تک<sup>89</sup>  
 غمِ ہستی کا ، اسد ! کس سے ہو جز مرگ ، علاج  
 شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

## -96-

دیکھنے میں ہیں گرچہ دو، پر ہیں یہ دونوں یار ایک  
 وضع میں گو ہوئی دو سر، تیغ ہے ذوالفقار ایک  
 ہم سخن اور ہم زباں، حضرتِ قاسم و طبان  
 ایک تپش<sup>90</sup> کا جانشین، درد کی یادگار ایک  
 نقدِ سخن کے واسطے ایک عیارِ آگہی  
 شعر کے فن کے واسطے، مایہ اعتبار ایک  
 ایک وفا و مہر میں تازگی بساطِ دہر  
 لطف و کرم کے باب میں زینتِ روزگار ایک

<sup>88</sup> اکثر قدیم نسخوں میں 'ہوتے تک' ردیف ہے۔ نسخہ نظامی میں بھی لیکن کیوں کہ نسخہ حمیدیہ میں مروج قرأت 'ہونے تک' ہی دی گئی ہے اس لئے اسی کو قابلِ ترجیح قرار دیا گیا ہے۔

مزید: مالک رام صاحب نے لکھا ہے کہ غالب کی زندگی میں دیوان کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے، ان میں ردیف "ہوتے تک" ہے۔ راقم الحروف (حامد علی خاں) کے مشاہدے کی حد تک بھی مالک رام صاحب کی اس قول کی تائید ہوتی ہے مگر مولانا غلام رسول مہر نے "ہونے تک" کی ردیف کی حق میں ایک نیم مشروط سی دلیل پیش کی ہے حالانکہ سہو کتابت کہیں بھی خارج از امکان نہیں۔ البتہ مالک رام صاحب نے قدیم نسخوں میں بھوپال کے نسخہ حمیدیہ کا ذکر نہیں کیا جس میں ردیف "ہونے تک" درج ہے۔ راقم الحروف (حامد علی خاں) کی رائے میں یہ بھی سہو کتابت ہے یا تحریف کیوں کہ آج کل بیشتر اہل ذوق "ہونے تک" کو صوتی لحاظ سے پسندیدہ سمجھتے ہیں مگر اپنی پسند غالب کے کلام کو عمداً بدل ڈالنے کا حق نہیں دیتی۔ مہر صاحب نے تحریر فرمایا ہے: "عرشی صاحب نے اب بھی ردیف "ہونے تک" ہی رکھی ہے" عرشی کا جو نسخہ راقم کی نظر سے گزرا ہے، اس میں مولانا کے مشاہدے کے برعکس اس غزل کی ردیف "ہوتے تک" ہی ملتی ہے۔ بہر حال ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ غالب نے کیا کہا تھا۔ (حامد علی خاں)

<sup>89</sup> نسخہ مبارک علی میں الفاظ ہیں 'ہم پہ یہ بھاری ہیں' (اعجاز عبید)

<sup>90</sup> نسخے میں اگرچہ 'تپش' ہے لیکن صحیح تپش ہی درست ہونا چاہئے (اعجاز عبید)

گُلکدہ تلاش کو، ایک ہے رنگ، اک ہے بو  
ریختہ کے قماش کو، پود ہے ایک، تار ایک  
مملکتِ کمال میں ایک امیرِ نامور  
عرصہٴ قیل و قال میں، خسروِ نامدار ایک  
گلشنِ اتفاق میں ایک بہارِ بے خزاں  
مے کدہ وفاق میں بادہٴ بے خمار ایک  
زندہٴ شوقِ شعر کو ایک چراغِ انجمن  
گُشتہٴ ذوقِ شعر کو شمعِ سرِ مزار ایک  
دونوں کے دلِ حق آشنا، دونوں رسول (ص) پر فدا  
ایک مُحبِّ چار یار، عاشقِ ہشت و چار ایک  
جانِ وفا پرست کو ایک شمیمِ نو بہار  
فرقِ ستیزہ مست کو، ابرِ تگرگِ بار ایک  
لایا ہے کہہ کے یہ غزل، شائبہٴ ریا سے دور  
کر کے دل و زبان کو غالبِ خاکسار ایک

## گ

-97

گر نُجھ کو ہے یقینِ اجابت ، دُعا نہ مانگ  
 یعنی، بغیر یکِ دلِ بے مُدعا نہ مانگ  
 آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمارِ یاد  
 مُجھ سے مرے گُنہ کا حساب ، اے خدا! نہ مانگ

## ل

-98

ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفائے گل  
 بُلبُل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل  
 آزادیِ نسیمِ مبارک کہ ہر طرف  
 ٹوٹے پڑے ہیں حلقہٴ دامِ ہوائے گل  
 جو تھا ، سو موجِ رنگ کے دھوکے میں مر گیا  
 اے وائے ، نالہٴ لبِ خونیں نوائے گل !  
 خوش حال اس حریفِ سیہِ مست کا، کہ جو  
 رکھتا ہو مثلِ سایہٴ گل ، سر بہ پائے گل  
 ایجاد کرتی ہے اُسے تیرے لیے بہار  
 میرا رقیب ہے نَفَسِ عطرِ سائے گل  
 شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے  
 مینائے بے شراب و دلِ بے ہوائے گل  
 سطوت سے تیرے جلوہٴ حُسنِ غیور کی  
 خون ہے مری نگاہ میں رنگِ ادائے گل  
 تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک  
 بے اختیار دوڑے ہے گلِ درِ قفائے گل  
 غالب ! مجھے ہے اُس سے ہم آغوشیِ آرزو  
 جس کا خیال ہے گلِ جیبِ قبائے گل

## م

-99-

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس  
 برق سے کرتے ہیں روشن، شمع ماتم خانہ ہم  
 محفلیں برہم کرے بے گنجفہ باز خیال  
 ہیں ورق گردانی نیرنگ یک بت خانہ ہم  
 باوجود یک جہاں ہنگامہ پیرا ہی نہیں  
 ہیں "چراغانِ شبستانِ دل پروانہ" ہم  
 ضعف سے ہے، نے قناعت سے یہ ترک جستجو  
 ہیں "وبالِ تکیہ گاہِ ہمتِ مردانہ" ہم  
 دائم الحیس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد  
 جانتے ہیں سینہ پُر خون کو زنداں خانہ ہم

-100-

بہ نالہ دل بستگی فراہم کر  
 متاع خانہ زنجیر جز صدا، معلوم

-101-

مجھ کو دیارِ غیر میں مارا، وطن سے دور  
 رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم  
 وہ حلقہ ہائے زلف، کمیں میں ہیں اے خدا  
 رکھ لیجو میرے دعوۂ وارستگی کی شرم

-102-

از آنجا کہ حسرتِ کشِ یار ہیں ہم  
 رقیبِ تمنائے دیدار ہیں ہم  
 رسیدنِ گلِ باغِ واماندگی ہے  
 عبثِ محفلِ آرائے رفتار ہیں ہم  
 نفس ہو نہ معزولِ شعلہ درودن  
 کہ ضبطِ تپش سے شررکار ہیں ہم  
 تغافلِ کمیں گاہِ وحشت شناسی  
 نگہبانِ دل ہائے اغیار ہیں ہم  
 تماشائے گلشنِ تماشائے چیدن  
 بہارِ آفرینا! گنہ گار ہیں ہم



نہ ذوقِ گریبان، نہ پروائے داماں  
نگاہِ آشنائے گل و خار ہیں ہم  
اسدِ شکوہ کفرِ دعا ناسپاسی  
ہجومِ تمنا سے لاچار ہیں ہم

## ن

-103

لوں و ام بختِ خفتہ سے یک خوابِ خوش ولے  
غالب یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں

-104

وہ فراق اور وہ وصال کہاں  
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں  
فرصتِ کاروبارِ شوق کسے  
ذوقِ نظارہٴ جمال کہاں  
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا  
شورِ سودائے خط و خال<sup>91</sup> کہاں  
تھی وہ اک شخص کے تصور سے  
اب وہ رعنائی خیال کہاں  
ایسا آساں نہیں لہو رونا  
دل میں طاقت، جگر میں حال کہاں  
ہم سے چھوٹا "قمار خانہٴ عشق"  
واں جو جاویں، گرہ میں مال کہاں  
فکر دنیا میں سر کھپاتا ہوں  
میں کہاں اور یہ وبال کہاں  
مضمحل ہو گئے قویٰ غالب  
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

-105

کی وفا ہم سے تو غیر اس<sup>92</sup> کو جفا کہتے ہیں  
ہوتی ائی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں  
آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے  
کہنے جاتے تو ہیں، پر دیکھئے کیا کہتے ہیں  
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، انہیں کچھ نہ کہو  
جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں  
دل میں آ جائے ہے، ہوتی ہے جو فرصت غش سے  
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں

<sup>91</sup> ممکن ہے غالب نے خد و خال کہا ہو۔ (حامد علی خاں)

<sup>92</sup> یہاں "اس" کی بجائے "اُس" نہیں پڑھنا چاہیے۔ نسخہ نظامی میں "اس" ہی چھپا ہے۔ (حامد علی خاں)

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود  
 قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں  
 پائے افگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے  
 خار رہ کو ترے ہم مہر گیا<sup>93</sup> کہتے ہیں  
 اک شرر دل میں ہے اُس سے کوئی گہرائے گا کیا  
 آگ مطلوب ہے ہم کو، جو ہوا کہتے ہیں  
 دیکھیے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ  
 اُس کی ہر بات پہ ہم 'نامِ خدا' کہتے ہیں  
 وحشت و شیفہ اب مرثیہ کہیں شاید  
 مر گیا غالب آشفہ نوا، کہتے ہیں

-106-

آبرو کیا خاک اُس گُل کی۔ کہ گلشن میں نہیں  
 ہے گریبان ننگِ پیراہن جو دامن میں نہیں  
 ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں  
 رنگ ہو کر اڑ گیا، جو خوں کہ دامن میں نہیں  
 ہو گئے ہیں جمع اجزائے نگاہِ آفتاب  
 ذرے اُس کے گھر کی دیواروں کے روزن میں نہیں  
 کیا کہوں تاریکی زندانِ غم اندھیر ہے  
 پنبہ نورِ صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں  
 رونق ہستی ہے عشقِ خانہ ویراں ساز سے  
 انجمن ہے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں  
 زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن  
 غیر سمجھا ہے کہ لذتِ زخم سوزن میں نہیں  
 بس کہ ہیں ہم<sup>94</sup> اک بہارِ ناز کے مارے ہوئے  
 جلوہ گُل کے سوا گرد اپنے مدفن میں نہیں  
 قطرہ قطرہ اک بیولہ ہے نئے ناسور کا  
 خوں بھی ذوقِ درد سے، فارغ مرے تن میں نہیں  
 لے گئی ساقی کی نخوتِ قلمِ آسمانی مری  
 موجِ مے کی آج رگ، مینا کی گردن میں نہیں  
 ہو فشارِ ضعف میں کیا نا توانی کی نمود؟  
 قد کے جھکنے کی بھی گنجائش مرے تن میں نہیں

<sup>93</sup> فارسی میں گھاس کے لیے "گیاہ" اور "گیا" دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ بعض لغت نویسوں کی رائے ہے کہ لفظ "گیا" خشک گھاس کے لیے مخصوص ہے مگر یہ خیال درست نہیں۔ مہر گیا کو مردم گیا بھی کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں بھی لغت نویس کسی ایک خیال پر متفق نہیں ہوتے۔ اس کے مفاہیم میں محبوب، رخ نگار، سبزہ خط، سورج مکھی، نیز مردم گیا کی دو شاخہ جڑ جو انسان نما سمجھی جاتی ہے، شامل ہے۔ عوام کا خیال تھا کہ جو شخص اس گھاس کی جڑ اپنے پاس رکھتا ہے محبوب اس پر مہربان اور ہر شخص اس کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔ (حامد علی خاں)

<sup>94</sup> نسخہ مہر اور اسی میں "ہم ہیں" درج ہے۔ (جویریہ مسعود)

تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں قدر  
بے تکلف، ہوں وہ مشتِ خس کہ گلخن میں نہیں

-107

عہدے سے مدحِ ناز کے باہر نہ آسکا  
گراک ادا ہو تو اُسے اپنی قضا کہوں  
حلقے ہیں چشم ہائے کشادہ بسوئے دل  
ہر تارِ زلف کو نگہِ سُرمہ سا کہوں  
میں، اور صد ہزار نوائے جگر خراش  
تو، اور ایک وہ نہ شنیدن کہ کیا کہوں  
ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ  
ہے خدا نہ کردہ، تجھے بے وفا کہوں

- 108

مہرباں ہو کے بلالو مجھے، چاہو جس وقت  
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں  
ضعف میں طعنہ اغیار کا شکوہ کیا ہے  
بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں  
زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو ستمگر، ورنہ  
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

-109

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن  
ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عُذرِ مستی ایک دن  
غرّۃِ اوج بنائے عالم امکان نہ ہو  
اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن  
قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں  
رنگ لائے<sup>95</sup> گی ہماری فاقہ مستی ایک دن  
نغمہ ہائے غم کو ہی اے دل غنیمت جانیے  
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ زندگی ایک دن  
دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں  
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

-110

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گماں نہیں  
اک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحان نہیں

<sup>95</sup> حامد علی خان کے مرتب کردہ نسخے میں یہاں "لائے" کی جگہ "لاوے" درج ہے۔ (جویریہ مسعود)

کس منہ سے شکر کیجئے اس لطف خاص کا  
 پرسش ہے اور پائے سخن درمیان نہیں  
 ہم کو ستم عزیز، ستم گر کو ہم عزیز  
 نا مہرباں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں  
 بوسہ نہیں، نہ دیجیے دشنام ہی سہی  
 آخر زباں تو رکھتے ہو تم، گر دہاں نہیں  
 ہر چند جاں گدازئی قہر و عتاب ہے  
 ہر چند پشت گرمی تاب و توان نہیں  
 جاں مطرب ترانہ ہل من مزید ہے  
 لب پر دہ سنج زمزمہ الاماں نہیں  
 خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم  
 دل میں چھری چبھو مڑہ گر خونچکاں نہیں  
 ہے ننگ سینہ دل اگر آتش کدہ نہ ہو  
 ہے عار دل نفس اگر آذر فشاں نہیں  
 نقصاں نہیں جنوں میں بلا سے ہو گھر خراب  
 سو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں  
 کہتے ہو ”کیا لکھا ہے تری سرنوشت میں“  
 گویا جبین پہ سجدہ بت کا نشاں نہیں  
 پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی  
 رُوحِ الفُؤس اگرچہ مرا ہم زباں نہیں  
 جاں ہے بہائے بوسہ ولے کیوں کہے ابھی  
 غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں

-111

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں  
 ایک چگر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں  
 شوق اس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو، کہ جہاں  
 جادہ غیر از نگہ دیدہ تصویر نہیں  
 حسرت لذت آزار رہی جاتی ہے  
 جادہ راہ وفا جز دم شمشیر نہیں  
 رنج نو میدی جاوید گوارا رہیو  
 خوش ہوں گر نالہ زبونی کش تاثیر نہیں  
 سر کھیلتا ہے جہاں زخم سر اچھا ہو جائے  
 لذت سنگ بہ اندازہ تقریر نہیں  
 آئینہ دام کو سبزے<sup>96</sup> میں چھپاتا ہے عبث  
 کہ پری زادِ نظر قابلِ تسخیر نہیں  
 مثلِ گلِ زخم ہے میرا بھی سناں سے توام

<sup>96</sup> نسخہ حمیدیہ میں "پردے" بجائے "سبزے" (جویریہ مسعود)

### تیرا ترکش ہی کچھ آہستن تیر نہیں

جب کرم رخصتِ بیباکی و گستاخی دے  
کوئی تقصیر بجز خجالتِ تقصیر نہیں  
میر کے شعر کا احوال کہوں کیا غالب  
جس کا دیوان کم از گلشنِ کشمیر نہیں  
غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ<sup>97</sup>  
’آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں‘  
-112

مت مردمک دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں  
ہیں جمع سویدائے دلِ چشم میں آہیں

### -113

برشکالِ گریہ عاشق ہے<sup>98</sup> دیکھا چاہے  
کھل گئی ماندِ گل سو جا سے دیوارِ چمن  
ألفتِ گل سے غلط ہے دعویٰ و راستگی  
سرو ہے باوصفِ آزادی گرفتارِ چمن  
ہے نزاکت بس کہ فصلِ گل میں معمارِ چمن  
قالبِ گل میں ڈھلی ہے خشتِ دیوارِ چمن

### -114

عشق تاثیر سے نومید نہیں  
جاں سپاری شجرِ بید نہیں  
سلطنت دستِ بدست آئی ہے  
جامِ مے خاتمِ جمشید نہیں  
ہے تجلی تری سامانِ وجود  
ذرہ ہے پر تو خورشید نہیں  
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جائے  
ورنہ مر جانے میں کچھ بھید نہیں  
گردشِ رنگِ طرب سے ڈر ہے  
غمِ محرومی جاوید نہیں  
کہتے ہیں جیتے ہیں اُمید پہ لوگ  
ہم کو جینے کی بھی اُمید نہیں

### -115

<sup>97</sup> نسخہ حمیدہ میں یہ مصرع یوں درج ہے: رختے کا وہ ظہوری ہے، بقولِ ناسخ (جویریہ مسعود)

<sup>98</sup> ’طباطبائی میں ہے کی جگہ ’بھی‘ درج ہے۔ (اعجاز عبید)

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں  
 خیاباں خیاباں اِرم دیکھتے ہیں  
 دلِ آشفٹگانِ خالِ کنجِ دہن کے  
 سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں  
 ترے سروِ قامت سے اکِ قدِ آدم  
 قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں  
 تماشا! کہ<sup>99</sup> اے محوِ آئینہ داری  
 تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں  
 سراغِ تُوں نالہ لے داغِ دل سے  
 کہ شبِ رُو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں  
 بنا کر فقیروں کا ہم بھیسِ غالب  
 تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

-116-

ملتی ہے خُوئے یار سے نارِ التہاب میں  
 کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحتِ عزاب میں  
 کب سے ہوں۔ کیا بتاؤں جہانِ خراب میں  
 شبِ ہائے بجر کو بھی رکھوں گر حساب میں  
 تا پھر نہ انتظار میں نیند آئے عمر بھر  
 آنے کا عہد کر گئے آئے جو خواب میں  
 قاصد کے آتے آتے خطِ اک اور لکھ رکھوں  
 میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں  
 مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام  
 ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں  
 جو منکرِ وفا ہو فریب اس پہ کیا چلے  
 کیوں بدگماں ہوں دوست سے دشمن کے باب میں  
 میں مضطرب ہوں وصل میں خوفِ رفیب سے  
 ڈالا ہے تم کو وہم نے کس پیچ و تاب میں  
 میں اور حظِ وصلِ خدا سازِ بات ہے  
 جاں نذرِ دینی بھول گیا اضطراب میں  
 ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے  
 ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں  
 لاکھوں لگاؤ ایک چُرانا نگاہ کا  
 لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں  
 وہ نالہ دل میں خس کے برابرِ جگہ نہ پائے  
 جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب میں

<sup>99</sup> بعض نسخوں میں "کہ" کی جگہ "کر" چھپا ہے۔ نسخہ نظامی: "کہ" (حامد علی خان)

وہ سحر مدعا طلبی میں کام نہ آئے  
جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب میں  
غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی  
پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

-117-

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں  
یہ سوء ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں  
ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند  
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں  
جان کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع  
گر وہ صدا سمانی ہے چنگ و رباب میں  
100 رُو میں ہے رخسِ عمر، کہاں دیکھیے تھمے  
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں  
اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بعد ہے  
جتنا کہ وہم غیر سے ہوں پیچ و تاب میں  
اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے  
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں  
ہے مشتمل نمودِ صُور پر وجودِ بحر  
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں  
شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی  
ہیں کتنے بے حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں  
آرائشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز  
پیشِ نظر ہے ائینہ دائم نقاب میں  
ہے غیبِ غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود  
ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں  
غالبِ ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست  
مشغولِ حق ہوں، بندگیِ بو تراب میں

-118-

حیراں ہوں، دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو مَیں  
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو مَیں  
چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں  
ہر اک سے پُو چھتا ہوں کہ ”جاؤں کدھر کو مَیں“  
جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار  
اے کاش جانتا نہ تری رہ گزر کو مَیں

100 نسخہ نظامی مطبوعہ 1862 میں "تھمے" کی جگہ "تھکے" چھپا ہے۔ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ (حامد علی خان)



بے کیا، جو کس \* کے باندھیے میری بلا ڈرے  
 کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمر کو میں  
 لو، وہ بھی کہتے ہیں کہ 'یہ بے ننگ و نام ہے'  
 یہ جانتا اگر، تو لٹاتا نہ گھر کو میں  
 چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک تیز رو کے ساتھ  
 پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں  
 خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار  
 کیا پُوجتا ہوں اس بُتِ بیداد گر کو میں  
 پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کوئے یار  
 جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو میں  
 اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہلِ دہر کا  
 سمجھا ہوں دل پذیر متاعِ بُنر کو میں  
 غالبِ خدا کرے کہ سوارِ سمندرِ ناز  
 دیکھوں علی بہادرِ عالی گُہر کو میں

-119-

ذکر میرا بہ بدی بھی، اُسے منظور نہیں  
 غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دُور نہیں  
 وعدہ سیرِ گلستاں ہے، خوشا طالعِ شوق  
 مژدہ قتلِ مقدر ہے جو مذکور نہیں  
 شاہدِ ہستیِ مطلق کی کمر ہے عالم  
 لوگ کہتے ہیں کہ 'ہے' پر ہمیں منظور نہیں  
 قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن  
 ہم کو تقلیدِ تُنکِ ظرفیٰ منصور نہیں  
 حسرت! اے ذوقِ خرابی، کہ وہ طاقت نہ رہی  
 عشقِ پُرِ عربدہ کی گوں تنِ رنجور نہیں  
 ظلم کر ظلم! اگر لطفِ دریغ آتا ہو  
 تُو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں  
 میں جو کہتا ہوں کہ ہم لیں گے قیامت میں تمہیں  
 کس رعونت سے وہ کہتے ہیں کہ "ہم حور نہیں"  
<sup>101</sup> پیٹھِ محراب کی قبلے کی طرف رہتی ہے  
 محوِ نسبت ہیں، تکلفِ ہمیں منظور نہیں  
 صاف دُردی کشِ پیمانہ جم ہیں ہم لوگ  
 وائے! وہ بادہ کہ افشردہ انگور نہیں  
 ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب  
 میرے دعوے پہ یہ حجّت ہے کہ مشہور نہیں

<sup>101</sup> یہ شعر نسخہ حمیدیہ میں نہیں ہے (جویریہ مسعود)

-120-

نالہ جُزِ حَسَنِ طَلَب، اے ستم ایجاد نہیں  
 ہے تقاضائے جفا، شکوہ بیداد نہیں  
 عشق و مزدوریِ عشرت گہ خسرو، کیا خوب!  
 ہم کو تسلیم نکو نامی فریاد نہیں  
 کم نہیں وہ بھی خرابی میں، پہ وسعت معلوم  
 دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں  
 اہلِ بینش کو ہے طوفانِ حوادثِ مکتب  
 لطمہ موج کم از سیلیِ استاد نہیں  
 وائے مظلومیِ تسلیم! وبادِ حالِ وفا!  
 جانتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فریاد نہیں  
 رنگِ تمکینِ گل و لالہ پریشان کیوں ہے؟  
 گر چراغانِ سرِ راہِ گزرِ باد نہیں  
 سبَدِ گل کے تلے بند کرے ہے گلچیں!  
 مژدہ اے مرغ! کہ گلزار میں صیاد نہیں  
 نفی سے کرتی ہے اثبات<sup>102</sup> طراوش<sup>103</sup> گویا  
 دی ہی جائے دہن اس کو دم ایجاد ” نہیں ”  
 کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت  
 یہی نقشہ ہے ولے، اس قدر آباد نہیں  
 کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب  
 تم کو بے مہرئ یارانِ وطن یاد نہیں؟

-121-

دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا  
 یاں اُپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں  
 تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے  
 تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں؟  
 کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم؟  
 ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں؟

-122-

ہو گئی ہے غیر کی شیریں بیانی کارگر  
 عشق کا اس کو گماں ہم بے زبانوں پر نہیں

<sup>102</sup> "اثبات" غالباً بالاتفاق منکر ہے۔ غالب نے خود دوسری جگہ اس لفظ کو مذکر استعمال کیا ہے۔ تاہم غالب کا یہ شعر اس لفظ کی تانیث کا بھی جواز پیدا کر دیتا ہے۔ (حامد علی خاں)

<sup>103</sup> نسخہ مہر اور نسخہ حامد علی خان میں 'تراوش' (جویریہ مسعود)

-123-

قیامت ہے کہ سن لیلیٰ کا دشتِ قیس میں آنا  
تعجب سے وہ بولا، 'یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں؟'  
دلِ نازک پہ اس کے رحم آتا ہے مجھے غالب  
نہ کر سرگرم اس کافر کو الفتِ زمانے میں

-124-

دل لگا کر لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا  
بارے اپنی بے کسی کی ہم نے پائی داد، یاں  
ہیں زوالِ آمادہ اجزا آفرینش کے تمام  
مہرِ گردوں ہے چراغِ رہ گزارِ باد، یاں

-125-

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں  
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں  
وہ آئیں<sup>104</sup> گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے  
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں  
نظر لگے نہ کہیں اُس کے دست و بازو کو  
یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں  
ترے جواہرِ طرفِ کلمہ کو کیا دیکھیں  
ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

-126-

نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں  
شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں  
کوئی کہے کہ 'شبِ مہ میں کیا بُرائی ہے'  
بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہیں  
جو اؤں سامنے اُن کے تو مرحبا نہ کہیں  
جو جاؤں واں سے کہیں کو تو خیر باد نہیں  
کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں، تو کہتے ہیں  
کہ 'آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں'  
علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب  
گدائے گوجہٗ مے خانہ نامراد نہیں  
جہاں میں ہو غم و شادی بہم، ہمیں کیا کام؟  
دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں  
تم اُن کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب  
یہ کیا؟ کہ تم کہو، اور وہ کہیں کہ "یاد نہیں"

<sup>104</sup> نسخہ نظامی میں 'آئے' (اعجاز عبید)

-127-

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں  
ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہیں  
آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے  
ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں  
تیری فرصت کے مقابل اے عمر!  
برق کو پابہ حنا باندھتے ہیں  
قید ہستی سے رہائی معلوم!  
اشک کو بے سروپا باندھتے ہیں  
نشہ رنگ سے ہے واشد گل  
مست کب بندِ قبا باندھتے ہیں  
غلطی ہائے مضامین مت پوچھ  
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں  
اہلِ تدبیر کی واماندگیاں  
آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں  
سادہ پُرکار ہیں خوباں غالب  
ہم سے پیمان وفا باندھتے ہیں

-128-

زمانہ سخت کم آزار ہے، بہ جانِ اسد  
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں

-129-

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں  
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں  
کیوں گردشِ مدام سے گبھرا نہ جائے دل  
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں  
یا رب، زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے؟  
لوح جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں  
حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے  
آخر گناہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں  
کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے؟  
لعل و زمرد و زر و گوہر نہیں ہوں میں  
رکھتے ہو تم قدم مری آنکھوں سے کیوں دریغ؟  
رتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں؟  
کرتے ہو مجھ کو منع قدم بوس کس لیے؟

کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں؟<sup>105</sup>  
 غالبَ وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا  
 وہ دن گئے کہ<sup>106</sup> کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

-130-

سب کہاں؟ کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں  
 خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں!  
 یاد تھیں ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیاں  
 لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں  
 تھیں بناتِ النعش<sup>107</sup> گردوں دن کو پردے میں نہاں  
 شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں  
 قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر  
 لیکن آنکھیں روزِ دیوارِ زنداں ہو گئیں  
 سب رقیبوں سے ہوں ناخوش، پر زنانِ مصر سے  
 ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہِ کنعاں ہو گئیں  
 جوئے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق  
 میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں  
 ان پری زادوں سے لیں گے خلد میں ہم انتقام  
 قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں  
 نیند اُس کی ہے، دماغ اُس کا ہے، راتیں اُس کی ہیں  
 تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں<sup>108</sup>  
 میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کُھل گیا  
 بلبلیں سُن کر مرے نالے غزلِ خواں ہو گئیں  
 وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یاربِ دل کے پار؟  
 جو مری کوتاہی قسمت سے مڑگاں ہو گئیں  
 بس کہ روکا میں نے اور سینے میں ابھریں پے بہ پے  
 میری آہیں بخیئہ چاکِ گریباں ہو گئیں  
 واں گیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب؟  
 یاد تھیں جتنی دعائیں صرفِ درباں ہو گئیں  
 جاں فزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آ گیا  
 سب لکیریں ہاتھ کی گویا، رگِ جاں ہو گئیں

<sup>105</sup> 'مہر نے اس غزل کے پانچویں۔ چھٹے اور ساتویں شعر کو نعتیہ اشعار میں شمار کیا ہے۔' (جویریہ مسعود)

<sup>106</sup> کچھ نسخوں میں 'جو'۔ نسخہ نظامی: 'کہ' (اعجاز عبید)

<sup>107</sup> جنازے کے آگے چلنے والی ماتم وار لڑکیاں؟ یہاں یہ لفظ غالباً "ابن" کی جمع کے طور پر استعمال نہیں ہوا۔ غالب نے صیغہ تانیث استعمال کیا ہے۔ حامد علی خان)

<sup>108</sup> حالی نے یادگارِ غالب میں یوں درج کیا ہے: جس کے بازو پر تری زلفیں پریشاں ہو گئیں (جویریہ مسعود)

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم  
 ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں  
 رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج  
 مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں  
 یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں  
 دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گہیں

## -131-

دیوانگی سے دوش پہ زناں بھی نہیں  
 یعنی ہمارے جیب<sup>109</sup> میں اک تار بھی نہیں  
 دل کو نیازِ حسرتِ دیدار کر چکے  
 دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں  
 ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے  
 دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں  
 بے عشقِ عمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں<sup>110</sup>  
 طاقت بہ قدر لذتِ آزار بھی نہیں  
 شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش  
 صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں  
 گنجائشِ عداوتِ اغیار اک طرف  
 یاں دل میں ضعف سے ہوسِ یار بھی نہیں  
 ڈر نالہ ہائے زار سے میرے، خدا کو مان  
 آخر نوائے مرغِ گرفتار بھی نہیں  
 دل میں ہے یار کی صفِ مژگاں سے روکشی  
 حالانکہ طاقتِ خلشِ خار بھی نہیں  
 اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!  
 لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں  
 دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا  
 دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں

## -132-

فزون کی دوستوں نے حرصِ قاتلِ نوقِ کشتن میں  
 ہوئے ہیں بخیہ ہائے زخم، جوہرِ تیغِ دشمن میں

<sup>109</sup> جیب، جیم پر فتح (زیر) مذکر ہے، بمعنی گریبان۔ اردو میں جیب، جیم پر کسرہ (زیر) کے ساتھ، بمعنی کیسہ (Pocket) استعمال میں زیادہ ہے، یہ لفظ مؤنث ہے اس باعث اکثر نسخوں میں 'ہماری' ہے۔ قدیم املا میں یاے معروف ہی یاے مجہول (بڑی ے) کی جگہ بھی استعمال کی جاتی تھی اس لیے یہ غلط فہمی مزید بڑھ گئی (اعجاز عبید)

<sup>110</sup> بعض نسخوں میں "اور یاں" چھپا ہے۔ نسخہ نظامی میں "اور یہاں" درج ہے۔ (حامد علی خان) مزید: ہم نے اس نسخے میں "اوریاں" کو ترجیح دی ہے۔ (جویریہ مسعود)

تماشا کردنی ہے لطفِ زخمِ انتظار اے دل  
 سوادِ زخمِ مرہم<sup>111</sup> مردمک ہے چشمِ سوزن میں  
 دل و دین و خرد تاراجِ نازِ جلوہ پیرائی  
 ہوا ہے جوہرِ آئینہ خیلِ مورِ خرمن میں  
 نہیں ہے رخم کوئی بخیے کے درخُور مرے تن میں  
 ہوا ہے تارِ اشکِ یاس، رشتہ چشمِ سوزن میں  
 ہوئی ہے مانعِ ذوقِ تماشا، خانہ ویرانی  
 کفِ سیلابِ باقی ہے برنگِ پنبہ روزن میں  
 ودیعتِ خانہ ہے دادِ کاوشِ ہائے مژگاں ہوں  
 نگینِ نامِ شاہد ہے مرا<sup>112</sup> ہر قطرہ خونِ تن میں  
 بیاں کس سے ہو ظلمتِ گستری میرے شبستان کی  
 شبِ مہ ہو جو رکھ دیں پنبہ دیواروں کے روزن میں  
 نکو ہش مانع ہے ربطی شورِ جنوں آئی  
 ہوا ہے خندہ احبابِ بخیہ جیب و دامن میں  
 ہوئے اس مہرِ و ش کے جلوہ تمثال کے آگے  
 پرافشاں جوہرِ آئینے میں مثلِ ذرہ روزن میں  
 نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں، پر صحبتِ مخالف ہے  
 جو گل ہوں تو ہوں گلخن میں جو خس ہوں تو ہوں گلشن میں  
 ہزاروں دل دیئے جوشِ جنونِ عشق نے مجھ کو  
 سیہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہ خونِ تن میں  
 اسدِ زندانیِ تاثیرِ الفتِ ہائے خوباں ہوں  
 خمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوقِ گردن میں

-133-

مزے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں  
 سوائے خونِ جگر، سو جگر میں خاک نہیں  
 مگر غبارِ ہوے پر ہوا اڑا لے جائے  
 وگرنہ تاب و توانِ بال و پر میں خاک نہیں  
 یہ کس بہشتِ شمائل کی آمد آمد ہے؟  
 کہ غیرِ جلوہ گل رہ گزر میں خاک نہیں  
 بھلا اُسے نہ سہی، کچھ مجھی کو رحم آتا  
 اثر مرے نفسِ بے اثر میں خاک نہیں  
 خیالِ جلوہ گل سے خراب ہیں میکش

<sup>111</sup> نسخہ حمیدیہ میں "سویدا داغِ مرہم" بجائے "سوادِ زخمِ مرہم" (جویریہ مسعود)

<sup>112</sup> اکثر قدیم نسخوں میں "مرا" کی جگہ "مرے" چھپا ہے اور شارحین نے بلا چون و چرا اسی طرح اس کی تشریح کردی ہے۔ قدیم نسخوں میں صرف نسخہ حمیدیہ میں "مرا" چھپا ہے اور یہ درست معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے غالب نے بھی یہی لکھا ہو کیونکہ اس سے شعر بہت صاف ہوجاتا ہے۔ ورنہ یہ تعقید بہ درجہ عیب معلوم ہوتی ہے۔ - (حامد علی خان)

شراب خانے کے دیوار و در میں خاک نہیں  
 ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ  
 سوائے حسرتِ تعمیر۔ گھر میں خاک نہیں  
 ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد  
 گھلا، کہ فائدہ عرض ہنر میں خاک نہیں

-134-

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں؟  
 روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں؟  
 دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستان نہیں  
 بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم، غیر<sup>113</sup> ہمیں اُٹھائے کیوں؟  
 جب وہ جمالِ دل فروز، صورتِ مہر نیم روز  
 آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں؟  
 دشمنہ غمزہ جاں ستاں، ناوکِ ناز بے پناہ  
 تیرا ہی عکس رُخ سہی، سامنے تیرے آئے کیوں؟  
 قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں  
 موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟  
 حسن اور اس پہ حسنِ ظن، رہ گئی بوالہوس کی شرم  
 اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں؟  
 واں وہ غرورِ عزّ و ناز، یاں یہ حجابِ پاس وضع  
 راہ میں ہم ملیں کہاں، بزم میں وہ بلائے کیوں؟  
 ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی  
 جس کو ہوں دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟  
 غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں  
 روئیے زار زار کیا؟ کیجئے ہائے ہائے کیوں؟

-135-

غنچہ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا، کہ یوں  
 بوسے کو پُوچھتا ہوں میں، منہ سے مجھے بتا کہ یوں  
 پُرسشِ طرزِ دلبری کیجئے کیا؟ کہ بن کہے  
 اُس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں  
 رات کے وقت مے پیے ساتھ رقیب کو لیے  
 آئے وہ یاں خدا کرے، پر نہ خدا کرے کہ یوں  
 'غیر سے رات کیا بنی' یہ جو کہا تو دیکھیے

<sup>113</sup> نسخہ مہر میں "غیر" کی جگہ "کوئی" درج ہے۔ (جویریہ مسعود)

مزید: قدیم نسخوں میں یہاں "غیر" ہی چھپا ہے۔ قدیم نسخہ نظامی میں بھی "غیر" ہے۔ عرشی، حسرت اور مالک رام نے بھی متن میں "غیر" ہی رکھا ہے۔ مہر صاحب نے "کوئی" کو ترجیح دی ہے مگر اس طرح پہلے دونوں شعروں میں "کوئی ہمیں" کا تکرار بہ تکرار آجاتا ہے۔ اگر صرف یہی شعر مد نظر ہو تو البتہ "کوئی" پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ (حامد علی خان)



سامنے آن بیٹھنا، اور یہ دیکھنا کہ یوں  
 بزم میں اُس کے روبرو کیوں نہ خموش بیٹھیں  
 اُس کی تو خاموشی میں بھی بے یہی مدعا کہ یوں  
 میں نے کہا کہ ”بزم ناز چاہیے غیر سے تہی“  
 سُن کر ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں؟  
 مجھ سے کہا جو یار نے، جاتے ہیں ہوش کس طرح  
 دیکھ کے میری بیخودی، چلنے لگی ہوا کہ یوں  
 کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی  
 آئینہ دار بن گئی حیرتِ نقشِ پا کہ یوں  
 گر ترے دل میں ہو خیال، وصل میں شوق کا زوال  
 موجِ محیطِ آب میں مارے بے دست و پا کہ یوں  
 جو یہ کہے کہ ریختہ کیوں کر<sup>114</sup> ہو رشکِ فارسی  
 گفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اُسے سُنا کہ یوں

-136-

ہم بے خودی عشق میں کر لیتے ہیں سجدے  
 یہ ہم سے نہ پوچھو کہ کہاں ناصیہ سا ہیں

-137-

اپنا احوالِ دل زار کہوں یا نہ کہوں  
 بے حیا مانعِ اظہار۔ کہوں یا نہ کہوں  
 نہیں کرنے کا میں تقریرِ ادب سے باہر  
 میں بھی ہوں واقفِ اسرار۔ کہوں یا نہ کہوں  
 شکوہ سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو  
 اپنی ہستی سے ہوں بیزار۔ کہوں یا نہ کہوں  
 اپنے دل ہی سے میں احوالِ گرفتاریِ دل  
 جب نہ پاؤں کوئی غم خوار کہوں یا نہ کہوں  
 دل کے ہاتھوں سے، کہ بے دشمن جانی اپنا  
 ہوں اک آفت میں گرفتار کہوں یا نہ کہوں  
 میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں بے غماز  
 گوش ہیں در پس دیوار کہوں یا نہ کہوں  
 آپ سے وہ مرا احوال نہ پوچھے تو اسد  
 حسبِ حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں

## -138-

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں  
 میں دشتِ غم میں آہوئے صیاد دیدہ ہوں  
 ہوں دردمند، جبر ہو یا اختیار ہو  
 گہ نالہ کشیدہ، گہ اشک چکیدہ ہوں  
 نے سُبْحہ سے علاقہ نہ ساغر سے رابطہ<sup>115</sup>  
 میں معرضِ مثال میں دستِ بریدہ ہوں  
 ہوں خاکسار پر نہ کسی سے ہو مجھ کو لاگ  
 نے دانہ فتادہ ہوں، نے دام چیدہ ہوں  
 جو چاہئے، نہیں وہ مری قدر و منزلت  
 میں یوسفِ بہ قیمتِ اول خریدہ ہوں  
 ہر گز کسی کے دل میں نہیں ہے مری جگہ  
 ہوں میں کلامِ نغز، ولے ناشنیدہ ہوں  
 اہلِ وَرَع کے حلقے میں ہر چند ہوں ذلیل  
 پر عاصیوں کے زمرے<sup>116</sup> میں میں برگزیدہ ہوں  
 ہوں گرمیِ نشاطِ تصوّر سے نغمہ سنج  
 میں عندلیبِ گلشنِ نا آفریدہ ہوں<sup>117</sup>  
 جاں لب پہ آئی تو بھی نہ شیریں ہوا دہن  
 از بسکہ تلخیِ غم ہجران چشیدہ ہوں<sup>118</sup>  
 ظاہر ہیں میری شکل سے افسوس کے نشان  
 خارِ الم سے پشت بہ دندانِ گزیدہ ہوں<sup>119</sup>  
 پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد  
 ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

## -139-

جس دن سے کہ ہم خستہ گرفتارِ بلا ہیں  
 کپڑوں میں جوئیں بخے کے ٹانکوں سے سوا ہیں

## -140-

مے کشی کو نہ سمجھ بے حاصل

<sup>115</sup> نسخہ مہر میں "رابطہ" کی جگہ "واسطہ"۔ (جویریہ مسعود)  
 مزید: نسخہ بھوپال میں اس زمین کی دو غزلیں شامل ہیں لیکن ایک یہ شعر اور ایک (دیکھیں فٹ نوٹ نمبر 82) شعر ہی اس میں درج ہیں۔  
 (اعجاز عبید)

<sup>116</sup> کچھ نسخوں میں 'فرقے' بجائے 'زمرے' (جویریہ مسعود)

<sup>117</sup> مشہور شعر ہے مگر نسخہ مہر میں درج نہیں (جویریہ مسعود)

<sup>118</sup> یہ شعر بھی نسخہ مہر میں درج نہیں (جویریہ مسعود)

<sup>119</sup> یہ شعر بھی نسخہ مہر میں درج نہیں (جویریہ مسعود) دیکھیں فٹ نوٹ نمبر 78

## بادہ غالبِ عرقِ بید نہیں

-141-

دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سیم تن کے پاؤں  
 رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤں  
 دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کے پاؤں  
 بیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیر زن کے پاؤں  
 بھاگے تھے ہم بہت۔ سو، اسی کی سزا ہے یہ  
 ہو کر اسیر دابتے ہیں راہ زن کے پاؤں  
 مرہم کی جستجو میں پہرا ہوں جو دور دور  
 تن سے سوا فگار ہیں اس خستہ تن کے پاؤں  
 اللہ رے ذوقِ دشتِ نوردی کہ بعدِ مرگ  
 ہلتے ہیں خود بہ خود مرے، اندر کفن کے، پاؤں  
 ہے جوشِ گل بہار میں یاں تک کہ ہر طرف  
 اڑتے ہوئے الجھتے ہیں مرغِ چمن کے پاؤں  
 شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں  
 دکھتے ہیں آج اس بتِ نازک بدن کے پاؤں  
 غالبِ مرے کلام میں کیوں کر مزہ نہ ہو  
 پیتا ہوں دھو کے خسرو شیریں سخن کے پاؤں

## 9

-142-

حسد سے دل اگر افسردہ ہے، گرم تماشا ہو  
 کہ چشمِ تنگ شاید کثرتِ نظارہ سے وا ہو  
 بہ قدرِ حسرتِ دل چاہیے ذوقِ معاصی بھی  
 بہروں یک گوشہٴ دامنِ گر آبِ ہفت دریا ہو  
 اگر وہ سرو قد گرمِ خرامِ ناز آ جاوے  
 کفِ ہر خاکِ گلشن، شکلِ قمری، نالہ فرسا ہو

-143-

کعبے میں جا رہا، تو نہ دو طعنہ، کیا کہیں  
 بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہلِ کُنِشت کو  
 طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبین کی لاگ  
 دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو  
 ہوں منحرف نہ کیوں رہ و رسمِ ثواب سے  
 ٹیڑھا لگا ہے قطِ قلمِ سرنوشت کو  
 غالبِ کچھ اپنی سعی سے لہنا\* نہیں مجھے  
 خرمن جلے اگر نہ ملخ کھائے کشت کو

-144-

وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو  
 کیجے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہ ہو  
 چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگِ اختلاط کا  
 ہے دل پہ بار، نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو  
 ہے مجھ کو تجھ سے تذکرہٴ غیر کا گلہ  
 ہر چند ہر سبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو  
 پیدا ہوئی ہے، کہتے ہیں، ہر درد کی دوا  
 یوں ہو تو چارہٴ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو  
 ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ  
 اپنے سے کھینچتا ہوں خجالت ہی کیوں نہ ہو  
 ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال  
 ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو  
 ہنگامہٴ زبونی ہمت ہے، انفعال  
 حاصل نہ کیجے دہر سے، عبرت ہی کیوں نہ ہو  
 وارستگی بہانہٴ بیگانگی نہیں

اپنے سے کر، نہ غیر سے، وحشت ہی کیوں نہ ہو  
 مٹتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کوئی؟  
 عمرِ عزیز صرفِ عبادت ہی کیوں نہ ہو  
 اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد  
 اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

-145

ابر روتا ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرو  
 برقِ ہنستی ہے کہ فرصتِ کوئی دم دے ہم کو

-146

ملی نہ وسعتِ جولانِ یک جنون ہم کو  
 عدم کو لے گئے دل میں غبارِ صحرا کو

-147

قفس میں ہوں گر اچھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو  
 مرا ہونا برا کیا ہے نوا سنجانِ گلشن کو  
 نہیں گر ہمدمی آساں، نہ ہو، یہ رشک کیا کم ہے  
 نہ دی ہوتی خدا یا آرزوئے دوست، دشمن کو  
 نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جراحت پر  
 کیا سینے میں جس نے خوں چکاں مژگانِ سوزن کو  
 خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں  
 کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو  
 ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آساں سمجھتے ہیں  
 نہیں دیکھا شناور جوئے خوں میں تیرے توسن کو  
 ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا  
 کیا بیتاب کان میں جنبشِ جوہر نے اہن کو  
 خوشی کیا، کھیت پر میرے، اگر سو بار ابر اوے  
 سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برقِ خرمن کو  
 وفاداری بہ شرطِ استواری اصلِ ایماں ہے  
 مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو  
 شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خو مجھ کو  
 جہاں تلوار کو دیکھا، جھکا دیتا تھا گردن کو  
 نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا  
 رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو  
 سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جو یا ہوں جواہر کے  
 جگر کیا ہم نہیں رکھتے کہ کھودیں جا کے معدن کو  
 مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب

فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

-148

واں اس کو ہولِ دل ہے تو یاں میں ہوں شرمسار  
یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو  
اپنے کو دیکھتا نہیں ذوقِ ستم کو دیکھ  
اُئینہ تاکہ دیدہٴ نخچیر سے نہ ہو

-149

واں پہنچ کر جو غش آتا پئے ہم ہے ہم کو  
صد رہ آہنگِ زمیں بوسِ قدم ہے ہم کو  
دل کو میں اور مجھے دل محوِ وفا رکھتا ہے  
کس قدر ذوقِ گرفتاری ہم ہے ہم کو  
ضعف سے نقشِ پئے مور، ہے طوقِ گردن  
ترے کوچے سے کہاں طاقتِ رم ہے ہم کو  
جان کر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو  
یہ نگاہِ غلط انداز تو سَم ہے ہم کو  
رشکِ ہم طرحی و دردِ اثرِ بانگِ حزیں  
نالہٴ مرغِ سحر تیغِ دو دم ہے ہم کو  
سر اڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا  
ہنس کے بولے کہ 'ترے سر کی قسم ہے ہم کو!'  
دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ؟ ولیکن ناچار  
پاس ہے رونقی دیدہ اہم ہے ہم کو  
تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو  
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

ق

لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی  
ہوسِ سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہم کو  
مقطعِ سلسلہٴ شوق نہیں ہے یہ شہر  
عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہم کو  
لیے جاتی ہے کہیں ایک توقعِ غالب  
جادہٴ رہ کششِ کافِ کرم ہے ہم کو  
ابر روتا ہے کہ بزمِ طربِ آمادی کرو  
برقِ ہنستی ہے کہ فرصتِ کوئی دم ہے ہم کو  
طاقتِ رنجِ سفر بھی نہیں پاتے اتنی  
بجرِ یارانِ وطن کا بھی الم ہے ہم کو  
لائی ہے معتمد الدولہ بہادر کی امید

## جادو رہ کششِ کافِ کرم ہے ہم کو<sup>120</sup>

-150-

تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو  
مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو  
بچتے نہیں مواخذہ روزِ حشر سے  
قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو  
کیا وہ بھی بے گنہ کش و حق نا شناس<sup>121</sup> ہیں  
مانا کہ تم بشر نہیں خورشید و ماہ ہو  
ابھرا ہوا نقاب میں ہے ان کے ایک تار  
مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو  
جب مے کدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید  
مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو  
سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف، سب درست  
لیکن خدا کرے وہ تیرا<sup>122</sup> جلوہ گاہ ہو  
غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں  
دنیا ہو یا رب اور مرا بادشاہ ہو

-151-

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیوں کر ہو  
کہے سے کچھ نہ ہوا، پھر کہو تو کیوں کر ہو  
ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال  
کہ گر نہ ہو تو کہاں جائیں؟ ہو تو کیوں کر ہو  
ادب ہے اور یہی کشمکش، تو کیا کیجے  
حیا ہے اور یہی گومگو تو کیوں کر ہو  
تمہیں کہو کہ گزارا صنم پرستوں کا  
بتوں کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیوں کر ہو  
الجہتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ  
جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیوں کر ہو  
جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا  
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیوں کر ہو  
ہمیں پھر ان سے امید، اور انہیں ہماری قدر  
ہماری بات ہی پوچھیں نہ وو تو کیوں کر ہو

<sup>120</sup> یہ تینوں اشعار نسخہ حمیدیہ میں نہیں ہیں۔ اس وجہ یہ ہے کہ اشعار دوران سفر کلکتہ لکھے گئے تھے اور نسخہ حمیدیہ میں شامل تمام اشعار سفر کلکتہ سے پہلے کے ہیں (جویریہ مسعود)

<sup>121</sup> حق ناسپاس نسخہ نظامی میں ہے، حق نا شناس۔ حسرت، مہر اور عرشی میں۔ 'ناسپاس' کتابت کی غلطی بھی ممکن ہے۔ (اعجاز عبید) مزید: نسخہ نظامی طبع اول میں "حق ناسپاس" چھپا ہے۔ ایک ادھ اور قدیم نسخے میں بھی یونہی ملا ہے مگر بعض دوسرے قدیم نسخوں میں "ناشناس" بھی چھپا ہے۔ جدید نسخوں میں مالک رام نے متن میں "ناسپاس" اور طباطبائی، حسرت موبائی، عرشی اور مہر و غیر ہم نے "ناشناس" درج کیا ہے۔ یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>122</sup> نسخہ نظامی طبع اول میں اور دیگر نسخوں میں بشمول نسخہ حسرت موبائی، نسخہ طباطبائی و نسخہ عرشی، یہاں "ترا" ہی درج ہے۔ نسخہ حمیدیہ طبع اول اور نسخہ مہر میں "تری" چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

غلط نہ تھا ہمیں خط پر گماں تسلی کا  
 نہ مانے دیدہ دیدار جو، تو کیوں کر ہو  
 بتاؤ اس مڑہ کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار  
 یہ نیش ہو رگ جاں میں فرو تو کیوں کر ہو  
 مجھے جنوں نہیں غالبؔ ولے بہ قولِ حضور<sup>123</sup>  
 'فراقِ یار میں تسکین ہو تو کیوں کر ہو'

## -152-

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو  
 نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو  
 وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں<sup>124</sup>  
 سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سر گراں کیوں ہو  
 کیا غم خوار نے رسوا، لگے آگ اس محبت کو  
 نہ لاوے تاب جو غم کی، وہ میرا راز داں کیوں ہو  
 وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا  
 تو پھر اے سنگِ دل تیرا ہی سنگِ آستان کیوں ہو  
 قفس میں مجھ سے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم  
 گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو  
 یہ کہہ سکتے ہو "ہم دل میں نہیں ہیں" پر یہ بتلاؤ  
 کہ جب دل میں تمہیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو  
 غلط ہے جذبِ دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے  
 نہ کھینچو گر تم اپنے کو، کشاکش درمیاں کیوں ہو  
 یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے  
 ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو  
 یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں  
 عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو  
 کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی  
 بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو  
 نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالبؔ  
 ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

## -153-

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

<sup>123</sup> حضور: بہادر شاہ ظفر، اگلا مصرعہ ظفر کا ہی ہے جس کی طرح میں غالبؔ نے درباری مشاعرے کے لئے یہ غزل کہی تھی۔ (اعجاز عبید)

<sup>124</sup> کچھ نسخوں میں 'وضع کیوں بدلیں' ہے۔ (جویریہ مسعود)  
 مزید: اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ خود غالبؔ نے 'وضع کیوں بدلیں' کہا تھا (حامد علی خان)



ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو  
 بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے  
 کوئی ہم سایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو  
 پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو بیمار دار<sup>125</sup>  
 اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

154<sup>126</sup>۔

بھولے سے کاش وہ ادھر آئیں تو شام ہو  
 کیا لطف ہو جو ابلقِ دوراں بھی رام ہو  
 تا گردشِ فلک سے یوں ہی صبح و شام ہو  
 ساقی کی چشمِ مست ہو اور دورِ جام ہو  
 بے تاب ہوں بلا سے، کن<sup>127</sup> آنکھوں سے دیکھ لیں  
 اے خوش نصیب! کاش قضا کا پیام ہو  
 کیا شرم ہے، حریم ہے، محرم ہے رازدار  
 میں سر بکف ہوں، تیغِ ادا بے نیام ہو  
 میں چھیڑنے کو کاش اسے گھور لوں کہیں  
 پھر شوخ دیدہ بر سر صد انتقام ہو  
 وہ دن کہاں کہ حرفِ تمنا ہو لب شناس  
 ناکام، بد نصیب، کبھی شاد کام ہو  
 گھس پل کے چشمِ شوق قدم بوس ہی سہی  
 وہ بزمِ غیر ہی میں ہوں اژدہام<sup>128</sup> میں  
 اتنی پیوں کہ حشر میں سرشار ہی اٹھوں  
 مجھ پر جو چشمِ ساقی بیت الحرام ہو  
 پیرانہ سال غالبِ میکش کرے گا کیا  
 بھوپال میں مزید جو دو دن قیام ہو

<sup>125</sup> قدیم لفظ 'بیمار دار' ہی تھا بعد میں لفظ 'تیمار دار' استعمال کیا جانے لگا تو جدید نسخوں میں اس لفظ کو تیماردار لکھا گیا۔ (اعجاز عبید)

مزید: بعض ما بعد نسخوں میں "بیمار دار" کی جگہ "تیمار دار" چھپا ہے۔ مگر نسخہ نظامی مطبوعہ 1862 اور اس کے قریبی عہد کے جو آٹھ نسخے نظر سے گزرے، ان سب میں "بیمار دار" چھپا ہے۔ مالک رام اور عرشی کے نسبتاً جدید نسخوں میں بھی "بیماردار" ہی درج ہے۔ بظاہر یہی غالب کا لفظ ثابت ہوتا ہے۔ نسخہ حمیدیہ طبع اول میں "تیماردار" کا اندراج شاید سہو کتابت ہے۔ نسخہ مہر میں بھی "تیماردار" ممکن ہے، یہی سے لیا گیا ہو۔ بعض اور اصحاب نے بھی اپنے نسخوں میں "تیماردار" غالباً اس لیے لکھا ہے کہ آج کل یہ لفظ اردو میں عام طور سے مستعمل ہے مگر "بیماردار" اس مفہوم میں قابلِ ترجیح ہے کیوں کہ اس کا ایک یہی مقرر مفہوم ہے جو تیمار اور تیماردار کا نہیں۔ چنانچہ فارسی میں ان الفاظ کے دوسرے مفاہیم بھی ہیں۔ علاوہ ازیں غالب کا کوئی لفظ عمدتاً بدلنے سے احتراز واجب ہے۔ (حامد علی خان)

126 نوٹ: غلام رسول مہر کو شک ہے کہ یہ غزل غالب کی نہیں (جویریہ مسعود)

127 کن

<sup>128</sup> اس لفظ کا ایک املا ازدحام بھی ہے (جویریہ مسعود)



-155-

شبِ وصال میں مونس گیا ہے بنِ تکیہ  
 ہوا ہے موجبِ آرامِ جان و تنِ تکیہ  
 خراجِ بادشہ چیں سے کیوں نہ مانگوں آج؟  
 کہ بن گیا ہے خمِ جعد<sup>129</sup> پُرشکنِ تکیہ  
 بنا ہے تختہ گلِ ہائے یاسمیں بستر  
 ہوا ہے دستہ نسرین و نسترنِ تکیہ  
 فروغِ حسن سے روشن ہے خوابگاہِ تمام  
 جو رختِ خواب ہے پرویں، تو ہے پرنِ تکیہ  
 مزا ملے کہو کیا خاک ساتھ سونے کا  
 رکھے جو بیچ میں وہ شوخِ سیمِ تنِ تکیہ  
 اگرچہ تھا یہ ارادہ مگر خدا کا شکر  
 اٹھا سکا نہ نزاکت سے گلبدنِ تکیہ  
 ہوا ہے کاٹ کے چادر کو ناگہاں غائب  
 اگرچہ زانوئے نل پر رکھے دمنِ تکیہ  
 بضرِبِ تیشہ وہ اس واسطے ہلاک ہوا  
 کہ ضربِ تیشہ پہ رکھتا تھا کوپکنِ تکیہ  
 یہ رات بھر کا ہے ہنگامہ صبح ہونے تک  
 رکھو نہ شمع پر اے اہلِ انجمنِ تکیہ  
 اگرچہ پھینک دیا تم نے دور سے لیکن  
 اٹھائے کیوں کہ یہ رنجورِ خستہ تنِ تکیہ  
 غش آ گیا جو پس از قتلِ میرے قاتل کو  
 ہوئی ہے اس کو مریِ نعشِ بے کفنِ تکیہ  
 شبِ فراق میں یہ حال ہے اذیت کا  
 کہ سانپِ فرش ہے اور سانپ کا ہے منِ تکیہ  
 روارکھونہ رکھو، تہاجو لفظِ تکیہ کلام  
 اب اس کو کہتے ہیں اہلِ سخن "سخنِ تکیہ"  
 ہم اور تم فلکِ پیر جس کو کہتے ہیں  
 فقیرِ غالبِ مسکین کا ہے کہنِ تکیہ

-156-

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ

<sup>129</sup> نسخہ مہر میں دال پر جزم ہے۔ (جویریہ مسعود)

طوطی کو " شش جہت " سے مقابل ہے آئینہ

-157

ہے سبزہ زار ہر در و دیوارِ غم کدہ  
جس کی بہار یہ ہو پھر اس کی خزاں نہ پوچھ  
ناچار بیکسی کی بھی حسرت اٹھائیے  
دشوائی رہ و ستم ہمرہاں نہ پوچھ

-158

نہ پوچھ حال اس انداز، اس عتاب کے ساتھ  
لبوں پہ جان بھی آجائے گی جواب کے ساتھ

-159

ہندوستان سایہ گل پائے تخت تھا  
جاہ و جلال عہدِ وصالِ بتاں نہ پوچھ  
ہر داغ تازہ یک دلِ داغ انتظار ہے  
عرضِ فضاے سینہ درد امتحاں نہ پوچھ

## ی

-160-

صد جلوہ رو بہ رو ہے جو مژگاں اٹھائیے  
 طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے  
 ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق  
 یعنی ہنوز منتِ طفلانِ اٹھائیے  
 دیوارِ بارِ منتِ مزدور سے ہے خم  
 اے خانماں خراب نہ احساں اٹھائیے  
 یا میرے زخمِ رشک کو رسوا نہ کیجیے  
 یا پردہٴ تبسم پنہاں اٹھائیے

-161-

وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے  
 صاحب کے ہم نشین کو کرامات چاہیے

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے  
 بھوں پاس آنکھ قبلہٴ حاجات چاہیے  
 عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ایک اور شخص پر  
 آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے  
 دے داد اے فلک! دلِ حسرت پرست کی<sup>130</sup>  
 ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیے  
 سیکھے ہیں مہِ رخوں کے لیے ہم مصوری  
 تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے  
 مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو  
 اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے  
 ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا  
 ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے

## ق

سر پائے خم پہ چاہیے ہنگامِ بے خودی  
 رو سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے  
 یعنی بہ حسبِ گردشِ پیمانہٴ صفات  
 عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہیے  
 نشو و نما ہے اصل سے غالبِ فروع کو

<sup>130</sup> نسخہٴ مہر میں "کو" (جویریہ مسعود)  
 مزید: یہاں "کی" کے بجائے "کو" معنوی لحاظ سے غلط ہے کیوں کہ شاعر خود داد طلب ہے، جسے اس مصرع میں: ناکردہ گناہوں کی  
 بھی حسرت کی ملے داد۔  
 بعض اچھے نسخوں میں "کو" سہواً چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

-162-

بساطِ عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خون وہ بھی  
 سو رہتا ہے بہ اندازِ چکیدن سر نگوں وہ بھی  
 رہے اس شوخ سے آزرده ہم چندے تکلف سے  
 تکلف بر طرف، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی  
 خیالِ مرگ کب تسکینِ دلِ آزرده کو بخشے  
 مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زیوں وہ بھی  
 نہ کرتا کاش نالہ مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم  
 کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں وہ بھی  
 نہ اتنا بُرشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ  
 مرے دریائے بیتابی میں ہے اک موجِ خون وہ بھی  
 مئے عشرت کی خواہشِ ساقیِ گردوں سے کیا کیجے  
 لیے بیٹھا ہے اک دو چار<sup>131</sup> جامِ واژگوں وہ بھی  
 مجھے معلوم ہے جو تو نے میرے حق میں سوچا ہے  
 کہیں ہو جائے جلد اے گردشِ گردوںِ دون، وہ بھی!  
 نظرِ راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کو آنے کا  
 کہ میری خوابِ بندی کے لیے ہوگا فسوں وہ بھی  
 مرے دل میں ہے غالبِ شوقِ وصل و شکوہِ ہجراں  
 خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں، وہ بھی

<sup>131</sup> طباطبائی نے لکھا ہے کہ ان اعداد کی مجموعے سے سات آسمان پورے ہو جاتے ہیں (حامد علی خان)

-163-

ہے بزمِ بتاں میں سخن آزرده لبوں سے  
 تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے  
 ہے دورِ قدحِ وجہ پریشانی صہبا  
 یک بار لگا دو خمِ مے میرے لبوں سے  
 رندانِ درِ مے کدہ گستاخ ہیں زاہد  
 زہار نہ ہونا طرف ان ہے ادبوں سے  
 بیدادِ وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر  
 ہر چند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

-164-

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا  
 سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے  
 غالبِ ترا احوال سنا دینگے ہم ان کو  
 وہ سن کے بلا لیں یہ اجارا نہیں کرتے

-165-

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا  
 وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر، سو ہے

-166-

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی  
 فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی  
 کھلے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یا رب  
 قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی  
 لپٹنا پر نیاں میں شعلہ آتش کا آساں ہے  
 ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوز غم چھپانے کی  
 انہیں منظور اپنے زخمیوں کا<sup>132</sup> دیکھ آنا تھا  
 اٹھے تھے سیرِ گل کو، دیکھنا شوخی بہانے کی  
 ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا  
 ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی  
 لکد کوبِ حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی  
 مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی  
 کہوں کیا خوبی اوضاعِ ابنائے زمانِ غالب  
 بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

<sup>132</sup> نسخہ مہر میں یہاں "کا" کے بجائے "کو" درج ہے۔ "کو" سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ (جویریہ مسعود)

-167-

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی  
دل جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی  
اس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھائے  
میں بھی جلے ہوں میں ہوں داغِ نا تمامی

-168-

کیا تنگ ہم ستم زدگان کا جہان ہے  
جس میں کہ ایک بیضہ مورِ آسمان ہے  
بے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے  
پرتو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے  
حالانکہ ہے یہ سیلیِ خارا سے لالہ رنگ  
غافل کو میرے شیشے پہ مے کا گمان ہے  
کی اس نے گرم سینہ اہلِ ہوس میں جا  
آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے  
کیا خوب! تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا  
بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے  
بیٹھا ہے جو کہ سایہ دیوارِ یار میں  
فرماں روائے کشورِ ہندوستان ہے  
ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا  
کس سے کہوں کہ داغِ جگر کا نشان ہے  
ہے بارے اعتمادِ وفاداری اس قدر  
غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ نا مہربان ہے  
دلی کے رہنے والو اسد کو ستاؤ مت  
133  
ہے چارہ چند روز کا یاں میہمان ہے

-169-

درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے  
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے  
تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ  
تو نے پھر کیوں کی تھی میری غم گساری ہائے ہائے  
کیوں مری غم خوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال  
دشمنی اپنی تھی میری دوست داری ہائے ہائے  
عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا  
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائنداری ہائے ہائے  
زہر لگتی ہے مجھے اب و ہوائے زندگی

یعنی تجھ سے تھی اسے نا سازگاری ہائے ہائے  
گل فشانے ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا  
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے  
شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں  
ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے  
خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی  
اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے  
ہاتھ ہی تیغِ آزما کا کام سے جاتا رہا  
دل پہ اک لگنے نہ پایا زخمِ کاری ہائے ہائے  
کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تارِ برشکال  
ہے نظر خو کردہ اخترِ شماری ہائے ہائے  
گوشِ مہجورِ پیام و چشمِ محرومِ جمال  
ایک دل تیس پر یہ نا امیدواری ہائے ہائے  
عشق نے پکڑا نہ تھا غالبِ ابھی وحشت کا رنگ  
رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہائے ہائے  
**گر مصیبت تھی تو غربت میں اٹھا لیتا اسد**  
**میری دلی ہی میں ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے**<sup>134</sup>

## -170-

سر گشتگی میں عالم ہستی سے پاس ہے  
تسکین کو دے نوید<sup>135</sup> کہ مرنے کی آس ہے  
لیتا نہیں مرے دلِ آوارہ کی خبر  
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے  
کیجے بیاں سرورِ تبِ غم کہاں تلک  
ہر مو مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے  
ہے وہ غرورِ حسن سے بیگانہ وفا  
ہر چند اس کے پاس دلِ حق شناس ہے  
پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب  
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے  
ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسد  
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

<sup>134</sup> نسخہ شیرانی کا اضافہ (اعجاز عبید)

<sup>135</sup> نسخہ عرشی میں یوں ہے: 'تسکین کو نوید'۔ اصل نسخہ نظامی اور دوسرے نسخوں میں اسی طرح ہے۔ (اعجاز عبید)  
مزید: عرشی صاحب کے نسخے میں یوں درج ہے: تسکین کو نوید کہ مرنے کی آس ہے۔  
سترہ اٹھارہ دوسرے قدیم و جدید نسخوں میں دیکھا تو کہیں بھی یہ مصرع اس طرح درج نہ تھا۔ لہذا مندرجہ بالا صورت قائم رکھی گئی۔  
ایک قدیم نسخے میں "دے" سہواً حذف تو ہو گیا تھا مگر وہاں بھی ذرا اوپر "دے" چھپا ہوا مل جاتا ہے۔ (حامد علی خان)



-171-

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے  
 خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے  
 کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا گلہ  
 دل فردِ جمع و خرچِ زباں ہائے لال ہے  
 کس پردے میں ہے ائینہ پرداز اے خدا  
 رحمت کہ عذر خواہ لبِ بے سوال ہے  
 ہے خدا نہ خواستہ وہ اور دشمنی  
 اے شوقِ منفعل! یہ تجھے کیا خیال ہے  
 مشکیں لباسِ کعبہ علی کے قدم سے جان  
 نافِ زمین<sup>136</sup> ہے نہ کہ نافِ غزال ہے  
 وحشت پہ میری عرصہٴ آفاق تنگ تھا  
 دریا زمین کو عرقِ انفعال ہے  
 ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد  
 عالم تمام حلقہٴ دام خیال ہے

-172-

تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے<sup>137</sup> پوچھو  
 حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے  
 دلا یہ درد و الم بھی تو مغتتم ہے کہ آخر  
 نہ گریہٴ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

-173-

بسکہ حیرت سے ز پا افتادہٴ زہار ہے  
 ناخنِ انگشتِ تبخالِ لبِ بیمار ہے  
 زلف سے شبِ درمیاں دادن نہیں ممکن دریغ  
 ورنہ صد محشر بہ رہنِ صافیِ رخسار ہے  
 در خیالِ آبادِ سودائے سرِ مژگانِ دوست  
 صد رگِ جاں جادہٴ آسا وقفِ نشترِ زار ہے  
 ایک جا حرفِ وفا لگھا تھا، سو<sup>138</sup> بھی مٹ گیا  
 ظاہرِ کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے  
 جی جلے ذوقِ فنا کی نا تمامی پر نہ کیوں

<sup>136</sup> "نافِ زمین" میں اعلانِ نون کا عیب رفع کرنے کے لیے بعض حضرات نے اس مصرع میں "نہ" سے پہلے "یہ" کا اضافہ کیا ہے۔ غالب کی نظر میں عیب نہ تھا۔ (حامد علی خان)

<sup>137</sup> کر۔ نسخہٴ مہر (جویریہ مسعود)

<sup>138</sup> وہ۔ نسخہٴ مہر (جویریہ مسعود)

ہم نہیں جلتے نفس ہر چند آتش بار ہے  
 آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا  
 ہر کوئی در ماندگی میں نالے سے ناچار ہے  
 ہے وہی بد مستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ  
 جس کے جلوے سے زمین تا آسمان سرشار ہے  
 آنکھ کی تصویر سر نامے پہ کھینچی ہے کہ تا  
 تجھ پہ کھل جاوے کہ اس کو حسرت دیدار ہے

جی جلیے ذوقِ فنا کی نا تمامی پر نہ کیوں

ہم نہیں جلتے، نفس ہر چند آتش بار ہے  
 ہے وہی بد مستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ  
 جس کے جلوے سے زمین تا آسمان سرشار ہے  
 مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی  
 زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں ہے زار ہے<sup>139</sup>

بس کہ ویرانی سے کفر و دین ہوئے زیر و زبر  
 گردِ صحرائے حرم تا کوچہ زُتار ہے  
 اے سرِ شوریدہ نازِ عشق و پاسِ آبرو  
 یک طرف سودا و یک سو منتِ دستار ہے  
 وصل میں دل انتظارِ طرفہ رکھتا ہے مگر  
 فتنہ تاراجی تمنا کے لیے درکار ہے  
 خانمان ہا پائمالِ شوخیِ دعویٰ اسد  
 سایہ دیوار سے سیلابِ در و دیوار ہے

-174-

پینس میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے  
 کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

-175-

یہ بزمِ مے پرستی، حسرتِ تکلیف ہے جا ہے  
 کہ جامِ بادہ کف بر لب بتقریبِ تقاضا ہے  
 مری ہستی فضائے حیرت آبادِ تمنا ہے  
 جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے  
 خزاں کیا فصلِ گل کہتے ہیں کس کو؟ کوئی موسم ہو  
 وہی ہم ہیں، قفس ہے، اور ماتم بال و پر کا ہے  
 وفائے دلبراں ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم  
 اثر فریادِ دل ہاے حزیں کا کس نے دیکھا ہے  
 نہ لائی<sup>140</sup> شوخیِ اندیشہ تابِ رنجِ نومیدی

<sup>139</sup> یہ تینوں شعر اصل قلمی نسخے میں حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں لکھے ہوئے ہیں (حاشیہ از پروفیسر حمید احمد خان)

کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہے

-176-

رحم کر ظالم کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہے  
نبضِ بیمارِ وفا دودِ چراغِ کشتہ ہے  
دل لگی کی آرزو ہے چین رکھتی ہے ہمیں  
ورنہ یاں ہے رونقی سودِ چراغِ کشتہ ہے

-177-

چشمِ خوباں خامشی میں بھی نوا پرداز ہے  
سرمہ تو کہوے کہ دودِ شعلہ آواز ہے  
پیکرِ عشاقِ سازِ طالعِ نا ساز ہے  
نالہ گویا گردشِ سیارہ کی آواز ہے  
دست گاہِ دیدہ خوں بارِ مجنون دیکھنا  
یک بیاباں جلوہ گلِ فرشِ پا انداز ہے

-178-

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی  
میری<sup>141</sup> وحشت تری شہرت ہی سہی  
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے  
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی  
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی  
اے وہ مجلسِ نہیں خلوت ہی سہی  
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے  
غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی  
اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو  
آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی  
عمر ہر چند کہ ہے برقِ خرام  
دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی  
ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں  
نہ سہی عشقِ مصیبت ہی سہی  
کچھ تو دے اے فلکِ نا انصاف  
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

<sup>140</sup> نہ لائے (نسخہ مہر) (جویریہ مسعود)

<sup>141</sup> بعض نسخوں میں "میری" کی جگہ "میری" اور تیسرے شعر میں "میرے" کی جگہ "میرے" چھپا ہے۔ یہ مقامات "میری" اور "میرے" کے متقاضی ہیں اور یہی غالب کے الفاظ ہیں۔ (حامد علی خان)

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے  
 بے نیازی تری عادت ہی سہی  
 یار سے چھیڑ چلی جائے اسد  
 گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

-179-

ہے آرمیدگی میں نکوبش بجا مجھے  
 صبح وطن ہے خندہ دندان نما مجھے  
 ڈھونڈے ہے اس مغنی آتش نفس کو جی  
 جس کی صدا ہو جلوہ برق فنا مجھے  
 مستانہ طے کروں ہوں رہ وادی خیال  
 تا باز گشت سے نہ رہے مدعا مجھے  
 کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں  
 آنے لگی ہے نکہت گل سے حیا مجھے  
 کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ  
 شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

-180-

<sup>142</sup> اور تو رکھنے کو ہم دبر میں کیا رکھتے تھے  
 مگر ایک شعر میں انداز رسا رکھتے تھے  
 اس کا یہ حال کہ کوئی نہ ادا سنج ملا  
 آپ لکھتے تھے ہم اور آپ اٹھا رکھتے تھے  
 زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری <sup>143</sup> غالب  
 ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

-181-

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے  
 بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے  
 دل ہی تو ہے سیاست درباں سے ڈر گیا  
 میں اور جاؤں در سے ترے بن صدا کیے  
 رکھتا پھروں ہوں خرقة و سجّادہ رہن مے  
 مدّت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے  
 بے صرفہ ہی گزرتی ہے، ہو گرچہ عمر خضر

<sup>142</sup> اضافہ از نسخہ ہدایوں دریافتِ احید الدین نظامی فرزند مولانا نظام الدین حسین نظامی شایع کنندہ "نسخہ نظامی" بحوالہ مولانا امتیاز علی عرشہ کا مضمون "دیوان غالب - ایک اہم مخطوطہ - نسخہ ہدایوں (جویریہ مسعود)  
<sup>143</sup> قدیم نسخوں میں یاے معروف و مجہول کا کوئی امتیاز نہیں۔ یہاں "گزرے" بھی پڑھا جاسکتا ہے مگر غالب نے کیا کہا؟ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ (حامد علی خان)

حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیے  
مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے<sup>144</sup> لئیم  
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے  
کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو؟  
کس دن ہمارے سر پہ نہ آئے چلا کیے؟  
صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو  
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے  
ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں  
بھولے سے اس نے سینکڑوں<sup>145</sup> وعدے وفا کیے  
غالب تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا  
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے  
-182-

رفتارِ عمر قطع رہ اضطراب ہے  
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے  
میناے مے ہے سرو نشاطِ بہار سے<sup>146</sup>  
بالِ تندر و<sup>147</sup> جلوہ موج شراب ہے  
زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا  
نے بھاگنے کی گوں، نہ اقامت کی تاب ہے  
جادادِ بادہ نوشی رنداں ہے شش جہت  
غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے  
نظارہ کیا حریف ہو اس برقِ حسن کا  
جوشِ بہار جلوے کو جس کے نقاب ہے  
میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں  
مانا کہ تیری رخ سے نگہ کامیاب ہے  
گزرا اسد مسرت پیغامِ یار سے  
قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے

-183-

<sup>144</sup> نسخہ حمیدیہ طبع اول میں "اے" کی جگہ "او" چھپا ہے، اور کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ (حامد علی خان)  
مزید: نسخہ مہر میں بھی "او" چھپا ہے۔ (جویریہ مسعود)  
<sup>145</sup> بعض نسخوں میں "سینکڑوں" کی جگہ "سیکڑوں" ملتا ہے مگر نسخہ نظامی میں اور بعض دوسرے قدیم نسخوں میں "سینکڑوں" چھپا ہے۔ (حامد)  
<sup>146</sup> اٹھارہ سے زائد قدیم و جدید نسخوں کے باہم دیگر مقابلے سے معلوم ہوا کہ بیشتر نسخوں میں یہ شعر اسی طرح چھپا ہے:  
میناے مے ہے سرو نشاطِ بہار سے بالِ تندر و جلوہ موج شراب ہے  
لیکن نسخہ حمیدیہ میں "سرو نشاط سے" درج ہے جو صریحاً غلط ہے۔ ایک آدھ قدیم نسخے میں نیز عرشی، مہر مالک رام کے نسخوں  
میں یہ شعر ایک اور شکل میں ملتا ہے، یعنی مینا سے مے ہے سرو نشاطِ بہار سے بالِ تندر و جلوہ موج شراب ہے  
یہ شعر اس طرح بھی بامعنی ہے اور اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ نشاطِ بہار نے سرو کو بھی شراب سے لبالب بھرا ہوا مینا بنادیا ہے۔  
اس حالت میں آسمان پر بالِ تندر یعنی ابرِ باران آور بھی جلوہ موج شراب معلوم ہوتا ہے۔ جس سے شراب کے خوب کھل کر برسنے کی  
امید ہوسکتی ہے۔ (حامد)  
<sup>147</sup> تندر اور تدر دو دونوں طرح لکھا جاتا ہے۔ (جویریہ مسعود بحوالہ نسخہ مہر)

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے  
 میں اسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے  
 ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے  
 ابگینہ تندئی صہبا سے پگھلا جائے ہے  
 غیر کو یا رب وہ کیوں کر منع گستاخی کرے  
 گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے  
 شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائے  
 دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے  
 دور چشم بد تری بزم طرب سے واہ واہ  
 نغمہ ہو جاتا ہے واں گر نالہ میرا جائے ہے  
 گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دارِ رازِ عشق  
 پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے  
 اس کی بزم آرائیاں سن کر دلِ رنجور، یاں  
 مثلِ نقشِ مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے  
 ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا  
 رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے  
 نقش کو اس کے مصوّر پر بھی کیا کیا ناز ہیں  
 کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھینچتا جائے ہے  
 سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہے اسد  
 پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

-184

گرم فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے  
 تب اماں ہجر میں دی بردِ لیالی نے مجھے  
 نسیہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم  
 لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے  
 کثرتِ آرائی وحدت ہے پرستاری و ہم  
 کر دیا کافر ان اصنامِ خیالی نے مجھے  
 ہوسِ گل کے تصوّر میں بھی کھٹکا نہ رہا  
 عجب آرام دیا ہے پر و بالی نے مجھے

-185

کار گاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے  
 برقِ خرمنِ راحت، خونِ گرمِ دہقاں ہے  
 غنچہ تا شگفتن ہا برگِ عافیت معلوم  
 باوجودِ دلِ جمعی خوابِ گل پریشاں ہے  
 ہم سے رنجِ بیتابی کس طرح اٹھایا جائے

داغِ پشتِ دستِ عجز، شعلہِ خس بہ دندان ہے

-186

اگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب  
ہم بیابان میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

-187

سادگی پر اس کی، مر جانے کی حسرت دل میں ہے  
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل میں ہے  
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا  
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے  
گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با این ہمہ  
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے  
بس ہجومِ ناامیدی خاک میں مل جائے گی  
یہ جو اک لذت ہماری سعی ہے حاصل میں ہے  
رنج رہ کیوں کھینچے؟ و اماندگی کو عشق ہے<sup>148</sup>  
اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم، منزل میں ہے  
جلوہ زارِ آتشِ دوزخ ہمارا دل سہی  
فتنہ شورِ قیامت کس کی<sup>149</sup> آب و گل میں ہے  
ہے دلِ شوریدہ غالبِ طلسمِ پیچ و تاب  
رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے

-188

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی  
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی  
شوق ہو گیا ہے سینہ، خوشا لذتِ فراغ  
تکلیفِ پردہ داری زخمِ جگر گئی  
وہ بادۂ شبانہ کی سر مستیاں کہاں  
اٹھتے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی  
اڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار میں  
بارے اب اے ہوا! ہوسِ بال و پر گئی  
دیکھو تو دل فریبی اندازِ نقشِ پا  
موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی

<sup>148</sup> عشق ہے! : مرحبا! آفرین! یہ کلمہ بہ تغیر تلفظ اہل پنجاب کی زبانوں پر بھی ہے۔ اس شعر کو سمجھنے کے لیے دوسرے مصرع میں "قدم" کے بعد وقفہ ہونا چاہیے۔ بعض حضرات نے غلط فہمی سے "واماندگی سے عشق ہے" لکھ دیا ہے جو مقصودِ غالب نہیں۔ (حامد علی خان)

<sup>149</sup> نسخہ طباطبائی: "کس کے آب و گل"۔ "کے" بجائے "کی" (حامد علی خان)

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی  
 اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی  
 نظارے نے بھی کام کیا و ان نقاب کا  
 مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی  
 فردا و دی کا تفرقہ یک بار مٹ گیا  
 کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی  
 مارا زمانے نے اسد اللہ خاں تمہیں  
 وہ ولولے کہاں وہ جوانی کدھر گئی

-189

تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر ملے  
 حورانِ خلد میں تری صورت مگر ملے  
 اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفن بعدِ قتل  
 میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے  
 ساقی گری کی شرم کرو آج، ورنہ ہم  
 ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے جس قدر ملے  
 تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم  
 میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے  
 تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا  
 فرصت کشاکشِ غم پنہاں سے گر ملے  
 لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں  
 جانا<sup>150</sup> کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے  
 اے ساکنانِ کوچہٴ دل دار دیکھنا  
 تم کو کہیں جو غالب آشفہ سر ملے

-190

کوئی دن گر زندگانی اور ہے  
 اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے  
 آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں  
 سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے  
 بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں  
 پر کچھ اب کے<sup>151</sup> سر گرانی اور ہے  
 دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر

<sup>150</sup> \* دیوانِ غالب ( فرہنگ کے ساتھ) میں "مانا" ہے۔ (جویریہ مسعود)

<sup>151</sup> قدیم نسخوں میں یاے مجہول و معروف کا امتیاز نہ تھا اس لیے بعض قدیم نسخوں میں یہاں "اب کے چھپا ہے جو اس موقع پر درست معلوم نہیں ہوتا۔ بالخصوص "بارہا" کے بعد۔ یہاں مراد ہے : اب کی بار (حامد علی خان)



کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے  
 قاطعِ اعمار ہیں اکثر نجوم  
 وہ بلائے آسمانی اور ہے  
 ہو چکیں غالبِ بلائیں سب تمام  
 ایک مرگِ ناگہانی اور ہے  
 -191-

کوئی امید بر نہیں آتی  
 کوئی صورت نظر نہیں آتی  
 موت کا ایک دن معین ہے  
 نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟  
 آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی  
 اب کسی بات پر نہیں آتی  
 جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد  
 پر طبیعت ادھر نہیں آتی  
 ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں  
 ورنہ کیا بات کر نہیں آتی  
 کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں  
 میری آواز گر نہیں آتی  
 داغِ دل گر نظر نہیں آتا  
 بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی  
 ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی  
 کچھ ہماری خبر نہیں آتی  
 مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی  
 موت آتی ہے پر نہیں آتی  
 کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب  
 شرم تم کو مگر نہیں آتی

-192-

دلِ نادان تجھے ہوا کیا ہے؟  
 آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟  
 ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار  
 یا الہی یہ ماجرا کیا ہے؟  
 میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں  
 کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے  
 ق  
 جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود  
 پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟  
 غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟  
 152 شکن زلفِ عنبریں کیوں ہے  
 نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟  
 سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں؟  
 ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟  
 ہم کو ان سے وفا کی ہے امید  
 جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟  
 ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا  
 اور درویش کی صدا کیا ہے؟  
 جان تم پر نثار کرتا ہوں  
 میں نہیں جانتا دعا کیا ہے؟  
 میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب  
 مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

-193

کہتے تو ہو تم سب کہ بتِ عالیہ مو آئے  
 یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی "کہ وو آئے"  
 ہوں کشمکشِ نزع میں ہاں جذبِ محبت  
 کچھ کہہ نہ سکوں، پر وہ مرے پوچھنے کو آئے  
 بے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم  
 آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں، گو آئے  
 ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکیرین  
 ہاں منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے  
 جلاد سے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے جھگڑتے  
 ہم سمجھے ہوئے ہیں اسے جس بھیس میں جو آئے  
 ہاں اہلِ طلب! کون سنے طعنہ نا یافت  
 دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے  
 اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں  
 اس در پہ نہیں بار تو کعبے ہی کو ہو آئے  
 کی ہم نفسوں نے اثرِ گریہ میں تقریر  
 اچھے رہے آپ سے مگر مجھ کو ڈبو آئے  
 اس انجمنِ ناز کی کیا بات ہے غالب  
 ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو آئے

-194

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے  
 سینہ جو یائے زخم کاری ہے  
 پھر جگر کھودنے لگا ناخن  
 آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے  
 قبلہ مقصدِ نگاہِ نیاز  
 پھر وہی پردہِ عماری ہے  
 چشمِ دلالِ جنسِ رسوائی  
 دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے  
 وہ بی<sup>153</sup> صد رنگِ نالہ فرسائی  
 وہ بی صد گونہ اشکِ باری ہے  
 دل ہوائے خرامِ ناز سے پھر  
 محشرستانِ بیقراری ہے  
 جلوہ پھر عرضِ ناز کرتا ہے  
 روزِ بازارِ<sup>154</sup> جاں سپاری ہے  
 پھر اسی ہے وفا پہ مرتے ہیں  
 پھر وہی زندگی ہماری ہے

ق

پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز  
 گرم بازارِ فوجداری ہے  
 ہو رہا ہے جہان میں اندھیر  
 زلف کی پھر سرشتہ داری ہے  
 پھر دیا پارہ جگر نے سوال  
 ایک فریاد و آہ و زاری ہے  
 پھر ہوئے ہیں گواہِ عشقِ طلب  
 اشکِ باری کا حکم جاری ہے  
 دل و مژگاں کا جو مقدمہ تھا  
 آج پھر اس کی روبکاری ہے  
 بے خودی ہے سبب نہیں غالب  
 کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

-195-

جنوں تہمت کشِ تسکین نہ ہو گر شادمانی کی  
 نمک پاشِ خراشِ دل ہے لذتِ زندگانی کی  
 کشاکشِ ہائے ہستی سے کرے کیا سعیِ آزادی  
 ہوئی زنجیر، موج<sup>155</sup> اب کو فرصتِ روانی کی

<sup>153</sup> نسخہ مہر و آسی میں "وہی" (جویریہ مسعود)

<sup>154</sup> روز بازار : چہل پہل اور رونق کے دن کو بھی کہتے ہیں (حامد علی خان)

پس از مردن<sup>156</sup> بھی دیوانہ زیارت گاہ طفلان ہے  
 شرارِ سنگ نے تربت پہ میری گل فشانی کی  
 نہ کھینچ اے دستِ سعی نارسا زلفِ تمنا کو  
 پریشاں تر ہے موئے خامہ سے تدبیرِ مانی کی  
 کماں ہم بھی رگ و پے رکھتے ہیں، انصاف بہتر ہے  
 نہ کھینچے طاقتِ خمیازہ تہمت ناتوانی کی

-196-

نِکوش ہے سزا فریادی بیدادِ دلبر کی  
 مبادا خندہ دندان نما ہو صبحِ محشر کی  
 رگِ لیلیٰ کو خاکِ دشتِ مجنوں ریشگی بخشے  
 اگر ہو دے بجائے دانہ دہقان نوک نشتر کی  
 پر پروانہ شاید بادبانِ کشتیٰ مے تھا  
 ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دورِ ساغر کی  
 کروں بیدادِ ذوقِ پر فشانی عرض کیا قدرت  
 کہ طاقت اڑ گئی، اڑنے سے پہلے، میرے شہپر کی  
 کہاں تک روؤں اُس کے خیمے کے پیچھے، قیامت ہے!  
 مری قسمت میں یا رب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی؟

-197-

بے اعتدالیوں سے سُبک سب میں ہم ہوئے  
 جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے  
 پنہاں تھا دامِ سختِ قریب<sup>157</sup> آشیان کے  
 اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے  
 ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے  
 یاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے  
 سختی کشانِ عشق کی پوچھے بے کیا خبر  
 وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے  
 تیری وفا سے کیا ہو تلافی؟ کہ دہر میں  
 تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوئے  
 لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خون چکاں  
 ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے  
 اللہ ری<sup>158</sup> تیری تندئی خو جس کے بیم سے

<sup>155</sup> نسخہ طاہر میں "زنجیر موج آب" (جویریہ مسعود)

<sup>156</sup> نسخہ مہر میں غالباً سہو کاتب سے "پس مردن" چھپا ہے باقی نسخوں میں "پس از مردن" ہے (حامد علی خان)

<sup>157</sup> نسخہ حمیدیہ اور مالک رام میں "دام سخت قریب" (اعجاز عبید)

مزید: نسخہ حمیدیہ اور مالک رام میں "دام سخت قریب" چھپا ہے۔ دوسرے سب نسخوں میں "سخت قریب" بہ معنی "نہایت قریب" درج ہے (حامد)

<sup>158</sup> مالک رام اور نسخہ صد سالہ یادگار غالب کمیٹی دہلی میں "رے" کی جگہ "ری" چھپا ہے "اللہ رے" اور "اللہ ری" میں یہ امتیاز قابل تعریف ہے مگر اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ مخاطب "تندی خو" نہیں بلکہ "تند خو محبوب" ہے جو محبوبہ بھی نہیں۔ (حامد علی)

اجزائے نالہ دل میں مرے رزقِ ہم ہوئے  
 اہل ہوس کی فتح ہے ترکِ نبردِ عشق  
 جو پاؤں اٹھ گئے وہی ان کے علم ہوئے  
 نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے  
 جو واں نہ کھنچ<sup>159</sup> سکے سو وہ یاں آ کے دم ہوئے  
 چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی میں دل لگی  
 سائل ہوئے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

-198-

جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی  
 تو فسردگی نہاں ہے بہ کمینِ بے زبانی  
 مجھے اس سے کیا توقع بہ زمانہ جوانی  
 کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی  
 یوں ہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوب ورنہ کہتا  
 کہ مرے عدو کو یا رب ملے میری زندگانی

-199-

ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے  
 اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے  
 نے مژدہ وصال نہ نظارہ جمال  
 مدّت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے  
 مے نے کیا ہے حسنِ خود آرا کو بے حجاب  
 اے شوق یاں<sup>160</sup> اجازتِ تسلیم ہوش ہے  
 گوہر کو عقدِ گردنِ خوباں میں دیکھنا  
 کیا اوج پر ستارہ گوہر فروش ہے  
 دیدارِ بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست  
 بزمِ خیال مے کدہ ہے خروش ہے

ق

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل  
 زہار اگر تمہیں ہوس نائے و نوش ہے  
 دیکھو مجھے! جو دیدہ عبرت نگاہ ہو  
 میری سنو! جو گوشِ نصیحت نیوش ہے  
 ساقی بہ جلوہ دشمنِ ایمان و آگہی

(خان)

<sup>159</sup> بعض نسخوں میں "کھنچ" چھپا ہے۔ (حامد علی خان) حامد علی خان کے نسخے میں "کھنچ" درج ہے۔ (جویریہ مسعود)<sup>160</sup> بعض نسخوں میں "یاں" کی جگہ "ہاں" چھپا ہے۔ یہ غالباً کسی سہو کتابت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ "ہاں" سے شعر کے جو تیور بنتے ہیں غالب کے معلوم نہیں ہوتے۔ (حامد علی خان)

مطرب بہ نغمہ ریزنِ تمکین و ہوش ہے  
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط  
دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے  
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے جنگ  
یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے  
یا صبح دم جو دیکھیے آ کر تو بزم میں  
نے وہ سرور و سوز<sup>161</sup> نہ جوش و خروش ہے  
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی  
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے  
آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں  
غالبِ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

## -200-

آ، کہ مری جان کو قرار نہیں ہے  
طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے  
دیتے ہیں جنتِ حیاتِ دہر کے بدلے  
نشہ بہ اندازہٴ خمار نہیں ہے  
گریہ نکالے ہے تیری<sup>162</sup> بزم سے مجھ کو  
ہائے کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے  
ہم سے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر  
خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے  
دل سے اٹھا لطفِ جلوہ ہائے معانی  
غیرِ گلِ آئینہٴ بہار نہیں ہے  
قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے  
وائے اگر عہدِ استوار نہیں ہے  
تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہے غالب  
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

## -201-

میں انہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں  
چل نکلتے جو مے پیے ہوتے  
قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو  
کاشکے تم مرے لیے ہوتے

<sup>161</sup> نسخہ آگرہ 1863ء اور نسخہ مہر میں 'سور' (اعجاز عبید، جویریہ مسعود) مزید: نسخہ نظامی اور اکثر دوسرے نسخوں میں 'سوز' ہی چھپا ہے۔ ایک نسخے میں شاید سہو کتابت سے 'سور' چھپ گیا۔ اب بعض حضرات 'سور' ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (حامد علی خان)

<sup>162</sup> نسخہ نظامی اور اکثر دوسرے نسخوں میں 'تیری' چھپا ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ صرف نسخہ حسرت موہانی، نسخہ بیخود دہلوی اور نسخہ مطبع مجیدی 1919ء میں صحیح صورت نظر آتی ہے۔ بہ صورت دیگر یہ مصرع بحر سے خارج ہوجاتا ہے۔ - (حامد علی خان)

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا  
دل بھی یا رب کئی دیے ہوتے  
آہی جاتا وہ راہ پر غالب  
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے  
-202

ہجوم غم سے یاں تک سر نگوئی مجھ کو حاصل ہے  
کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرق مشکل ہے  
ہوا ہے مانعِ عاشقِ نوازی نازِ خود بینی  
تکلف بر طرف، آئینہ تمیز حایل ہے  
بہ سیلِ اشکِ لختِ دل ہے دامن گیر مژگان کا  
غریقِ بحرِ جویائے خس و خاشاکِ ساحل ہے  
بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبارِ کلفتِ خاطر  
کہ چشمِ تر میں ہر یک پارہ دل پائے در گل ہے  
نکلتی ہے تپش میں بسملوں کی برق کی شوخی  
غرض اب تک خیالی گرمیِ رفتارِ قاتل ہے  
رفوئے زخم سے مطلب ہے لذتِ زخمِ سوزن کی  
سمجھیو مت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے  
وہ گل جس گلستان میں جلوہ فرمائی کرے غالب  
چٹکنا غنچہ گل<sup>163</sup> کا صدائے خندہ دل ہے

-203

یا بہ دامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرا نورد  
خارِ پا ہیں جوہرِ آئینہ زانو مجھے  
دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت<sup>164</sup>  
ہے نگاہِ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے  
ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ  
ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

-204

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے  
جاں کالبدِ صورتِ دیوار میں آوے  
سائے کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر  
تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار میں آوے  
تب نازِ گراں مایگیِ اشک بجا ہے

<sup>163</sup> "غنچہ گل" کی جگہ بعض مؤقر نسخوں میں "غنچہ و گل" اور "غنچہ دل" بھی چھپا ہے۔ اسے سہو کتابت کا نتیجہ سمجھنا چاہیے۔  
غنچہ گل: گلاب کی کلی۔ غنچے کے ساتھ "گل" کا بھی چٹکنے لگنا محل نظر ہے۔ (حامد علی خان)  
<sup>164</sup> نسخہ مہر میں "ہم آغوشی کے بعد" (جویریہ مسعود)

جب لختِ جگر دیدہ خون بار میں آوے  
 دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر  
 کچھ تجھ کو مزہ بھی مرے آزار میں آوے  
 اس چشمِ فسوں گر کا اگر پائے اشارہ  
 طوطی کی طرح ائینہ گفتار میں آوے  
 کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یا رب  
 اک ابلہ پا وادی پر خار میں آوے  
 مر جاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تنِ نازک  
 آغوشِ خمِ حلقہٴ زُناں میں آوے  
 غارت گر ناموس نہ ہو گر ہوسِ زر  
 کیوں شاہدِ گلِ باغ سے بازار میں آوے  
 تب چاکِ گریباں کا مزا ہے دلِ نالوں<sup>165</sup>  
 جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار میں آوے  
 آتش کدہ ہے سینہ مرا رازِ نہاں سے  
 اے وائے اگر معرضِ اظہار میں آوے  
 گنجینہٴ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے  
 جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

--205

حسنِ مہ گرچہ بہ ہنگامِ کمال اچھا ہے  
 اس سے میرا مہِ خورشیدِ جمال اچھا ہے  
 بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ  
 جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے  
 اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا  
 ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے  
 بے طلبِ دین تو مزہ اُس میں سوا ملتا ہے  
 وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے  
 ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق  
 وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے  
 دیکھیے پاتے ہیں عشاقِ بتوں سے کیا فیض  
 اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے  
 ہم سخنِ تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا  
 جس طرح کا کہ<sup>166</sup> کسی میں ہو کمال اچھا ہے

<sup>165</sup> مالک رام اور عرشی میں ہے 'دلِ نادان' لیکن 'نالوں' ہی غالب کے اندازِ بیان کے مطابق زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ (اعجاز عبید) مزید: نسخہ نظامی، نسخہ طباطبائی، نسخہ حسرت موبانی اور متعدد دیگر نسخوں میں 'دلِ نالوں' چھپا ہے۔ عرشی اور مالک رام کے نسخوں 'دلِ نادان' ملتا ہے۔ مضمون شعر یہاں 'دلِ نالوں' ہی سے خطاب کا متقاضی معلوم ہوتا ہے۔ (حامد علی خاں)

<sup>166</sup> نسخہ مہر میں 'جس طرح کا بھی' (جویریہ مسعود)



قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے  
 کام اچھا ہے وہ، جس کا کہ مال اچھا ہے  
 خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سر سبز  
 شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے  
 ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن  
 دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

-206

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی  
 امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی  
 خار خارِ الم حسرتِ دیدار تو ہے  
 شوق گلچین گلستانِ تسلی نہ سہی  
 مے پرستانِ خمِ مے منہ سے لگائے ہی بنے  
 ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی  
 نفسِ قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا  
 گر نہیں شمع سیہ خانہ لیلی نہ سہی  
 ایک ہنگامے پہ<sup>167</sup> موقوف ہے گھر کی رونق  
 نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی  
 نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا  
 گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی؟ نہ سہی  
 عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو  
 نہ ہوئی غالب اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

-207

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے  
 کہ اپنے سائے سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے  
 قضا نے تھا مجھے چاہا خرابِ بادۃ الفت  
 فقط خراب لکھا، بس نہ چل سکا قلم آگے  
 غم زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی  
 وگرنہ ہم بھی اٹھاتے تھے لذتِ الم آگے  
 خدا کے واسطے داد اس جنونِ شوق کی دینا  
 کہ اس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے  
 یہ عمر بھر جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے  
 تمہارے اٹیو اے طرہ ہائے خم بہ خم آگے  
 دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجہ خوں ہے  
 ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے

<sup>167</sup> نسخہ مہر میں "پر" (جویریہ مسعود)

قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں غالب  
ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

-208

شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے  
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے  
پُر ہوں میں شکوے سے یوں، راگ سے جیسے باجا  
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے  
گو سمجھتا نہیں پر حسنِ تلافی دیکھو  
شکوہِ جور سے سر گرم جفا ہوتا ہے  
عشق کی راہ میں ہے چرخِ مکوکب کی وہ چال  
سست رو جیسے کوئی ابلہ پا ہوتا ہے  
کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم  
آپ اٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے  
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بد خواہ  
کہ بھلا چاہتے ہیں اور برا ہوتا ہے  
نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب  
لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

ق

خامہ میرا کہ وہ ہے باربُذ بزمِ سخن  
شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے  
اے شہنشاہِ کواکب سپہ و مہرِ علم  
تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے  
سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے  
تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے  
ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے بلال  
آستان پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے  
میں جو گستاخ ہوں ائینِ غزل خوانی میں  
یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے  
رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف  
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

-209

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے  
تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے  
نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا  
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے  
 وگرنہ خوفِ بد آموزیِ عدو کیا ہے  
 چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن  
 ہمارے جیب<sup>168</sup> کو اب حاجتِ رفو کیا ہے  
 جلا ہے جسم جہاں، دل بھی جل گیا ہوگا  
 کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے  
 رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل  
 جب آنکھ سے ہی<sup>169</sup> نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے  
 وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز  
 سوائے بادۂ گلفامِ مشک بو<sup>170</sup> کیا ہے  
 پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار  
 یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے  
 رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی  
 تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے  
 ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا  
 وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

-210-

غیر لیں محفل میں بوسے جام کے  
 ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے  
 خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ  
 ہتھکنڈے ہیں چرخِ نیلی فام کے  
 خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو  
 ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے  
 رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم  
 دھوئے دھبے جامۂ احرام کے  
 دل کو آنکھوں نے پہنسا یا کیا مگر  
 یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے  
 شاہ کی ہے غسلِ صحت کی خبر  
 دیکھیے کب دن پھریں حمام کے  
 عشق نے غالب نکما کر دیا

<sup>168</sup> "جیب" بہ معنی "گریبان" مذکر ہے۔ بیشتر مروجہ نسخوں میں جو "ہماری جیب" چھپا ہے وہ اس غلط فہمی کی بنا پر ہے کہ قدیم نسخوں میں یاغے معروف و مجہول کا امتیاز نہ تھا۔ (حامد علی خان)

<sup>169</sup> اصل نسخے میں 'جب آنکھ سے ہی' ہے لیکن بعض جدید نسخوں میں 'جب آنکھ ہی سے' رکھا گیا ہے جس سے مطلب زیادہ واضح ہو جاتا ہے لیکن نظامی میں یوں ہی ہے۔ (اعجاز عبید)

مزید: بعض فاضل مرتبین نے "سے ہی" کو قابل اعتراض سمجھ کر اپنے نسخوں میں اسے "ہی سے" بنادیا ہے غالب کا اصرار بہ ظاہر "آنکھ" پر نہیں "آنکھ سے ٹپکنے" پر ہے چنانچہ متن میں قدیم نسخوں کا اندراج برقرار رکھا گیا۔ (حامد علی خان)

<sup>170</sup> "بادہ و گلفامِ مشک بو"۔ نسخہ مہر (جویریہ مسعود)

ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

-211-

پھر اس انداز سے بہار آئی  
 کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی  
 دیکھو اے ساکنانِ خطّہ خاک  
 اس کو کہتے ہیں عالم آرائی  
 کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر  
 روکشِ سطحِ چرخِ مینائی  
 سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی  
 بن گیا روئے آب پر کائی  
 سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے  
 چشمِ نرگس کو دی ہے بینائی  
 ہے ہوا میں شراب کی تاثیر  
 بادہ نوشی ہے بادِ پیمائی  
 کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالب  
 شاہِ دین دار<sup>171</sup> نے شفا پائی

-212-

تغافلِ دوست ہوں میرا دماغِ عجزِ عالی ہے  
 اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے  
 رہا آباد عالمِ اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے  
 بھرے ہیں جس قدر جام و سبو، مے خانہ خالی ہے

-213-

کب وہ سنتا ہے کہانی میری  
 اور پھر وہ بھی زبانی میری  
 خلشِ غمزہ خوں ریز نہ پوچھ  
 دیکھ خوں نابہ فشرانی میری  
 کیا بیان کر کے مرا روئیں گے یار  
 مگر آشفته بیانی میری  
 ہوں ز خود رفتہ بیدائے خیال  
 بھول جانا ہے نشانی میری  
 متقابل ہے مقابل میرا  
 رک گیا دیکھ روانی میری  
 قدرِ سنگِ سر رہ رکھتا ہوں

<sup>171</sup> اصل نسخے میں املا ہے 'دیندار' جب کہ تقطیع میں نون غنہ آتا ہے اس لئے تلفظ کی وضاحت کے لئے یہاں 'دین دار' لکھا گیا ہے (اعجاز عبید)

سخت ارزاں ہے گرانی میری  
 گرد بادِ رہِ بیتابی ہوں  
 صرصرِ شوق ہے بانی میری  
 دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا  
 کھل گئی ہیچ مدانی میری  
 کر دیا ضعف نے عاجز غالب  
 ننگِ پیری ہے جوانی میری

-214

نقشِ نازِ بتِ طنّاز بہ آغوشِ رقیب  
 پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے  
 تو وہ بد خو کہ تحیر کو تماشا جانے  
 غم وہ افسانہ کہ آشفته بیانی مانگے  
 وہ تب<sup>172</sup> عشقِ تمنا ہے کہ پھر صورتِ شمع  
 شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

-215

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے  
 ہر غنچے کا گل ہونا آغوش کشائی ہے  
 واں گنگر استغنا ہر دم ہے بلندی پر  
 یاں نالے کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے  
 از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے  
 جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہے  
 آئینہ نفس سے بھی ہوتا ہے کدورت کش  
 عاشق کو غبارِ دل اک وجہِ صفائی ہے  
 ہنگامِ تصوّر ہوں دریوزہ گر بوسہ  
 یہ کاسۂ زانو بھی اک جامِ گدائی ہے  
 وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا غالب  
 صد جلوۂ آئینہ یک صبحِ جدائی ہے

-216

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیرِ رفو کی  
 لکھ دیجیو یا رب اسے قسمت میں عدو کی  
 اچھا ہے سر انگشتِ حنائی کا تصوّر

دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی  
 کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے  
 یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی  
 اے بے خبراں! میرے لب زخم جگر پر<sup>173</sup>  
 بخیه جسے کہتے ہو شکایت ہے رفو کی  
 گو زندگی زاہد ہے چارہ عبث ہے  
 اتنا تو ہے، رہتی تو ہے تدبیر وضو کی  
 دشمنے نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جگر کو  
 خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی  
 صد حیف وہ نا کام کہ اک عمر سے غالب  
 حسرت میں رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

-217

یوں بعد ضبطِ اشک پھروں گرد یار کے  
 پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے  
 سیماب پشت گرمی آئینہ دے ہے ہم  
 حیراں کیے ہوئے ہیں دل بے قرار کے  
 بعد از وداع یار بہ خوں در طیبیدہ<sup>174</sup> ہیں  
 نقشِ قدم ہیں ہم کفِ پائے نگار کے  
 ظاہر ہے ہم سے کلفتِ بخت سیاہ روز  
 گویا کہ تختہ مشق ہے خطِ غبار کے  
 حسرت سے دیکھ رہتے ہیں ہم آب و رنگِ گل  
 مانندِ شبنم اشک ہے مژگانِ خار کے  
 آغوشِ گل کشودہ برائے وداع ہے  
 اے عندلیبِ چل! کہ چلے دن بہار کے  
 ہم مشقِ فکرِ وصل و غمِ ہجر سے اسد  
 لائق نہیں رہے ہیں غمِ روزگار کے

-218

ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط میں  
 معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہے  
 اُس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو، ہاں!  
 شوقِ فضول و جرأتِ رندانہ چاہے

-219

<sup>173</sup> یہ دونوں شعر نسخہ حمیدیہ میں درج نہیں (جویریہ مسعود)<sup>174</sup> اس لفظ کی جدید املا تیبیدہ ہے۔ (اعجاز عبید)

چاہیے اچھوں کو ، جتنا چاہیے  
 یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے  
 صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر  
 جائے مے ، اپنے کو کھینچا چاہیے  
 چاہئے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل ؟  
 بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے !  
 چاک مت کر جیب ، بے ایام گل  
 کچھ ادھر کا بھی اشارہ چاہیے  
 دوستی کا پردہ ہے بیگانگی  
 منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے  
 دشمنی نے میری ، کھویا غیر کو  
 کس قدر دشمن ہے ، دیکھا چاہیے  
 اپنی ، رُسوائی میں کیا چلتی ہے سعی  
 یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے  
 منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید  
 ناامیدی اُس کی دیکھا چاہیے  
 غافل ، ان مہ طلعتوں کے واسطے  
 چاہئے والا بھی اچھا چاہیے  
 چاہتے ہیں خوب رویوں کو اسد  
 آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

-220-

ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے  
 میری<sup>175</sup> رفتار سے بھاگے ہے ، بیاباں مجھ سے  
 درس عنوانِ تماشا ، بہ تغافلِ خوشتر  
 بے نگہ رشتہ شیرازہ مژگاں مجھ سے  
 وحشتِ آتشِ دل سے ، شبِ تنہائی میں  
 صورتِ دُود ، رہا سایہ گریزاں مجھ سے  
 غمِ عشاق نہ ہو ، سادگی آموزِ بُتان  
 کس قدر خانہ آئینہ ہے ویراں مجھ سے  
 اثرِ ابلہ سے ، جادہ صحرائے جنوں  
 صورتِ رشتہ گوہر ہے چراغاں مجھ سے  
 بیخودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو!<sup>176</sup>

<sup>175</sup> بعض نسخوں میں "میری" کی جگہ یہاں "میری" چھپا ہے مگر یہاں "میری" زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور اکثر نسخوں میں "میری"

بی چھپا ہے

(حامد علی خان)

<sup>176</sup> ہوجو۔ ہوجیو۔ یہ "ہوجو" نہیں ہے۔ جیسا بعض اصحاب پڑھتے ہیں۔ "ہو" بہ واو معروف بولا جاتا ہے (حامد علی خان)

پُر ہے سایے کی طرح ، میرا شبستان مجھ سے  
 شوقِ دیدار میں ، گر تُو مجھے گردن مارے  
 ہو نگہ ، مثلِ گلِ شمع ، پریشاں مجھ سے  
 بیکسی ہائے شبِ ہجر کی وحشت ، ہے ہے!  
 سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے  
 گردشِ ساغرِ صد جلوۂ رنگیں ، تجھ سے  
 آئینہ دارئِ یک دیدہ حیراں ، مجھ سے  
 نگہ گرم سے ایک آگ ٹپکتی ہے ، اسدا!  
 ہے چراغاں ، خس و خاشاکِ گلستانِ مجھ سے

-221

نکتہ چیں ہے ، غمِ دل اُس کو سنائے نہ بنے  
 کیا بنے بات ، جہاں بات بنائے نہ بنے  
 میں بلاتا تو ہوں اُس کو ، مگر اے جذبہٴ دل  
 اُس پہ بن جائے کُچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے  
 کھیل سمجھا ہے ، کہیں چھوڑ نہ دے ، بھول نہ جائے  
 کاش ! یوں بھی ہو کہ بن میرے سنائے نہ بنے  
 غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ ، اگر  
 کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے ، تو چھپائے نہ بنے  
 اس نزاکت کا بُرا ہو ، وہ بھلے ہیں ، تو کیا  
 ہاتھ آویں ، تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے  
 کہہ سکے کون کہ پہ جلوہ گری کس کی ہے  
 پردہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے  
 موت کی راہ نہ دیکھوں ؟ کہ بن آئے نہ رہے  
 تم کو چاہوں ؟ کہ نہ او ، تو بلائے نہ بنے  
 بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے  
 کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے  
 عشق پر زور نہیں ، ہے یہ وہ آتشِ غالب!  
 کہ لگائے نہ لگے ، اور بُجھائے نہ بنے

-222

چاک کی خواہش ، اگر وحشت بہ عُریانی کرے  
 صبح کے مانند ، زخمِ دل گریبانی کرے  
 جلوے کا تیرے وہ عالم ہے کہ ، گر کیجے خیال  
 دیدہٴ دل کو زیارتِ گاہِ حیرانی کرے  
 بے شکستن سے بھی دلِ نومید ، یارب ! کب تلک  
 آبگینہ کوہ پر عرضِ گرانجانی کرے



میکدہ گر چشمِ مستِ ناز سے پاوے شکست  
 مُوئے شیشہ دیدہ ساغر کی مڑگانی کرے  
 خطّ عارض سے ، لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد  
 یک قلم منظور ہے ، جو کچھ پریشانی کرے  
 ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقتِ قہقہہ  
 کرمکِ شبِ تابِ آسا مہ پر افشانی کرے  
 وقت اس افتادہ کا خوش ، جو قناعت سے اسد  
 نقشِ پائے مور کو نقشِ سلیمانی کرے

-223

وہ آکے ، خواب میں ، تسکینِ اضطراب تو دے  
 ولے مجھے تپشِ دل ، مجالِ خواب تو دے  
 کرے ہے قتل ، لگاوت میں تیرا رو دینا  
 تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے  
 دکھا کے جنبشِ لب ہی ، تمام کر ہم کو  
 نہ دے جو بوسہ ، تو منہ سے کہیں جواب تو دے  
 پلا دے اوک سے ساقی ، جو ہم سے نفرت ہے  
 پیالہ گر نہیں دیتا ، نہ دے شراب تو دے  
 یہ کون کہوے ہے آباد کر ہمیں ، لیکن  
 کبھی زمانہ مرادِ دلِ خراب تو دے  
 اسد! خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پُھول گئے  
 کہا جو اُس نے ، ”ذرا میرے پاؤں داب تو دے“

-224

تپش سے میری ، وقفِ کش مکش ، ہر تارِ بستر ہے  
 مرا سر رنجِ بالیں ہے ، مرا تنِ بارِ بستر ہے  
 عیادت بسکہ تجھ سے گرمی بازارِ بستر ہے  
 فروغِ شمعِ بالیں طالعِ بیدارِ بستر ہے  
 بہ ذوقِ شوخیِ اعضاءِ تکلفِ بارِ بستر ہے  
 معافِ پیچِ تابِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے  
 معمائے تکلفِ سرِ بمہرِ چشمِ پوشیدن  
 گدازِ شمعِ محفلِ پیچشِ طومارِ بستر ہے  
 مژہ فرشِ رہ و دلِ ناتوان و آرزو مضطر  
 بہ پائے خفتہ سیرِ وادیِ پُر خارِ بستر ہے  
 سرشکِ سر بہ صحرا دادہ ، نورالعینِ دامن ہے  
 دلِ بے دست و پا افتادہ بر خوردارِ بستر ہے  
 خوشا اقبالِ رنجوری ! عیادت کو تم آئے ہو  
 فروغِ شمعِ بالیں ، طالعِ بیدارِ بستر ہے

بہ طوفاں گاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی  
 شعاعِ آفتابِ صبحِ محشرِ تارِ بستر ہے  
 ابھی آتی ہے بو، بالمش سے، اُس کی زلفِ مشکین کی  
 ہماری دید کو، خوابِ زلیخا، عارِ بستر ہے  
 کہوں کیا، دل کی کیا حالت ہے ہجرِ یار میں، غالب!  
 کہ بے تابی سے ہر یک تارِ بستر، خارِ بستر ہے  
 -225

خطر ہے رشتہٴ اُفتِ رگِ گردن نہ ہو جائے<sup>177</sup>  
 غرورِ دوستی اُفت ہے، تُو دُشمن نہ ہو جائے  
 بہ پاسِ شوخیِ مژگاں سرِ ہر خارِ سوزن ہے  
 تبسمِ برگِ گل کو بخیہٴ دامن نہ ہو جائے  
 جراحتِ دوزیِ عاشق ہے جائے رحمِ ترساں<sup>178</sup> ہوں  
 کہ رشتہٴ تارِ اشکِ دیدہٴ سوزن نہ ہو جائے  
 غضبِ شرمِ آفریں ہے رنگِ ریزی ہائے خود بینی  
 سپیدی اُٹنے کی پنبہٴ روزن نہ ہو جائے  
 سمجھ اس فصل میں کوتاہیِ نشوونما، غالب!  
 اگر گلِ سرو کے قامت پہ، پیراہن نہ ہو جائے

## -226

فریاد کی کوئی آے نہیں ہے  
 نالہ پابندِ نئے نہیں ہے  
 کیوں بوتے ہیں باغباں تونبے؟  
 گر باغِ گدائے مے نہیں ہے  
 ہر چند ہر ایک شے میں تُو ہے  
 پَر ٹجھ سی<sup>179</sup> کوئی شے نہیں ہے  
 ہاں، کھائیو مت فریبِ ہستی!  
 ہر چند کہیں کہ "بے"، نہیں ہے  
 شادی سے گُذر کہ، غم نہ ہووے<sup>180</sup>  
 اُردی جو نہ ہو، تو دے نہیں ہے  
 کیوں ردِ قدح کرے ہے زاہد!

<sup>177</sup> نسخہٴ بھوپال میں اس غزل کی ردیف 'جاوے' ہے (اعجاز عبید)

<sup>178</sup> نسخہٴ حمیدیہ میں "ڈرتا ہوں" درج ہے۔ (جویریہ مسعود)  
<sup>179</sup> نسخہٴ نظامی، نسخہٴ عرشی اور نسخہٴ مالک رام میں یہ مصرع یوں ہے: پَر ٹجھ سی کوئی شے نہیں ہے۔ ایک خستہ حال پرانے نسخے میں بھی جو شاید مطبع احمدی دہلی چھپا تھا لفظ "تو" نہیں ہے (نسخہٴ حامد میں یہ مصرع یوں ہے: پَر ٹجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے ج۔م) باقی تمام قدیم و جدید نسخوں میں، جو نظر سے گزرے، "تو" موجود ہے۔ دو قدیم نسخوں میں "سی" کی جگہ "سے" بھی چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>180</sup> نسخہٴ عرشی: "رہوے" (حامد علی خان)

مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے  
**181** انجا، شمار غم نہ پوچھو  
 یہ مصرفِ تا بگے نہیں ہے  
 جس دل میں کہ 'تا بگے' سما جائے  
 واں عزتِ تختِ گے نہیں ہے  
 ہستی ہے، نہ کچھ عدم ہے، غالب!  
 آخر تو کیا ہے، "اے نہیں ہے؟"

-227

نہ پوچھ نسخہ مرہم جراحِ دل کا  
 کہ اس میں ریزہ الماس جزو اعظم ہے  
 بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی  
 وہ اک نگہ کہ، بظاہر نگاہ سے کم ہے

.228

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے  
 مرتے ہیں، ولے، ان کی تمنا نہیں کرتے  
 در پردہ انہیں غیر سے ہے ربطِ نہانی  
 ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردہ نہیں کرتے  
 یہ باعثِ نومیدیِ اربابِ ہوس ہے  
 غالب کو بُرا کہتے ہو، اچھا نہیں کرتے

-229

شفق بدعویٰ عاشق گواہ رنگیں ہے  
 کہ ماہِ دزدِ حنائے کفِ نگاریں ہے  
 کرے ہے بادہ، ترے لب سے، کسبِ رنگِ فروغ  
 خطِ پیالہ، سراسر نگاہِ گلچیں ہے  
 کبھی تو اس سر<sup>182</sup> شوریدہ کی بھی داد ملے!  
 کہ ایک عمر سے حسرتِ پرستِ بالیں ہے  
 بجا ہے، گر نہ سنے، نالہ ہائے بلبلی زار  
 کہ گوشِ گل، نمِ شبنم سے پنبہ آگین ہے  
 عیاں ہے پائے حنائی برنگِ پرتوِ خورشید  
 رکابِ روزنِ دیوارِ خانہِ زین ہے  
 جبینِ صبح، امیدِ فسانہ گویاں پر

181 یہ دونوں شعر نسخہ حمیدیہ میں درج نہیں (جویریہ مسعود)

182 نسخہ حامد علی خان میں "سر شوریدہ" کی جگہ "دل شوریدہ" درج ہے۔ ملاحظہ ہو ان کا حاشیہ (جویریہ مسعود)  
 نسخہ عرشی میں غالباً بالیں کی رعایت سے "سر شوریدہ" درج کیا گیا ہے مگر دوسرے قدیم و جدید نسخوں میں جو نظر سے گزرے، "دل شوریدہ" ہی چھپا ہے۔ طباطبائی نے متن میں "دل شوریدہ" درج کر کے احتمال ظاہر کیا ہے کہ غالب نے "سر شوریدہ" ہی لکھا ہوگا۔ پھر لکھتے ہیں کہ معنی شعر دونوں طرح ظاہر ہیں۔ (حامد علی خان)

درازی رگِ خوابِ بتاں خطِ چیں ہے  
 ہوا نشانِ سوادِ دیارِ حسنِ عیاں  
 کہ خطِ غبارِ زمینِ خیزِ زلفِ مشکیں ہے  
 اسدّ ہے نزعِ میں ، چل بیوفا ! برائے خدا!  
 مقامِ ترکِ حجاب و وداع تمکین ہے  
 نہ پوچھ کچھ سر و سامان و کاروبارِ اسدّ<sup>183</sup>  
 جنوں معاملہ، بے دل، فقیرِ مسکین ہے

-230

کیوں نہ ہو چشمِ بتاں محوِ تغافل ، کیوں نہ ہو؟  
 یعنی اس بیمار کو نظارے سے پرہیز ہے  
 مرتے مرتے ، دیکھنے کی آرزو رہ جائے گی  
 وائے ناکامی ! کہ اُس کافر کا خنجر تیز ہے  
 عارضِ گلِ دیکھ ، روئے یارِ یاد آیا ، اسدّ!  
 جوشِ فصلِ بہاری اشتیاقِ انگیز ہے

-231

دیا ہے دل اگر اُس کو ، بشر ہے ، کیا کہیے  
 ہوا رقیب ، تو ہو ، نامہ بر ہے ، کیا کہیے  
 یہ ضد کہ آج نہ آوے ، اور اُنے بن نہ رہے  
 قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے ، کیا کہیے!  
 رہے ہے یوں گہ و بے گہ ، کہ گوئے دوست کو اب  
 اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے ، کیا کہیے!  
 زبے کرشمہ کہ یوں دے رکھا ہے ہم کو فریب  
 کہ بن کہے ہی<sup>184</sup> انہیں سب خبر ہے ، کیا کہیے  
 سمجھ کے کرتے ہیں ، بازار میں وہ پرسشِ حال  
 کہ یہ کہے کہ ، سرِ رہگزر ہے ، کیا کہیے؟  
 تمہیں نہیں ہے سرِ رشتہ وفا کا خیال  
 ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے ، مگر ہے کیا؟ کہیے!  
 انہیں سوال پہ زعمِ جنوں ہے ، کیوں لڑیئے  
 ہمیں جواب سے قطعِ نظر ہے ، کیا کہیے؟  
 حسد ، سزائے کمالِ سخن ہے ، کیا کیجے  
 ستم ، بہائے متاعِ ہنر ہے ، کیا کہیے!  
 کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہیں ، لیکن

<sup>183</sup> نسخہ حمیدیہ میں مقطع نہیں ہے (جویریہ مسعود)

<sup>184</sup> نظامی، حمیدیہ اور متعدد دوسرے قدیم نسخوں: نیز طباطبائی، حسرت مویانی، بیخود دہلوی، مہر وغیرہم کے نسخوں میں "ہی" ہی چھپا ہے۔ مگر نسخہ عرشی میں "بھی" درج ہے جو غالباً منشی شیو نارائن کے نسخے کی تقلید میں ہے۔ بہر حال اس سے کوئی خاص معنوی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ (حامد)

سوائے اس کے کہ آشفته سر ہے ، کیا کہیے

-232-

دیکھ کر در پردہ گرم دامن افشانی مجھے  
 کر گئی وابستہ تن میری عُریانی مجھے  
 بن گیا تیغِ نگاہِ یار کا سنگِ فِساں  
 مرحبا میں! کیا مبارک ہے گراں جانی مجھے  
 کیوں نہ ہو بے التفاتی ، اس کی خاطر جمع ہے  
 جاننا ہے محوِ پُرسش ہائے پنہانی مجھے  
 میرے غمخانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی  
 لکھ دیا منجملہ اسبابِ ویرانی ، مجھے  
 بدگماں ہوتا ہے وہ کافر ، نہ ہوتا ، کاشکے!  
 اس قدر ذوقِ نوائے مُرغِ بُستانی مجھے  
 وائے! واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا  
 لے گیا تھا گور میں ذوقِ تنِ آسانی مجھے  
 وعدہ آنے کا وفا کیجے ، یہ کیا انداز ہے؟  
 تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے؟  
 ہاں نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری ، واہ واہ!  
 پھر ہوا ہے تازہ سودائے غزلِ خوانی مجھے  
 دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نو زندگی  
 میرزا یوسف ہے ، غالب! یوسفِ ثانی مجھے

-233-

یاد ہے شادی میں بھی ، ہنگامہ "یارب" ، مجھے  
 سُبْحۃ زاہد ہوا ہے ، خندہ زیرِ لب مجھے  
 ہے کُشادِ خاطرِ وابستہ در ، رہنِ سخن  
 تھا طلسمِ قُفلِ اجد ، خانہِ مکتب مجھے  
 یارب! اس آشفستگی کی داد کس سے چاہیے!  
 رشک ، آسائش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے  
 طبع ہے مشتاقِ لذتِ ہائے حسرت کیا کروں!  
 آرزو سے ، ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے  
 دل لگا کر آپ بھی غالبِ مُجھی سے ہو گئے  
 عشق سے آتے تھے مانع ، میرزا صاحب مجھے

-234-

حضورِ شاہ میں اہلِ سخن کی آزمائش ہے  
 چمن میں خوش نوایانِ چمن کی آزمائش ہے  
 قد و گیسو میں ، قیس و کوہکن کی آزمائش ہے  
 جہاں ہم ہیں ، وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

کریں گے کوہکن کے حوصلے کا امتحان آخر  
 ہنوز<sup>185</sup> اُس خستہ کے نیروئے تن کی آزمائش ہے  
 نسیم مصر کو کیا پیرِ کنعان کی ہوا خواہی!  
 اُسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے  
 وہ آیا بزم میں ، دیکھو ، نہ کہیو پھر کہ ، "غافل تھے"  
 شکیب و صبر اہل انجمن کی آزمائش ہے  
 رہے دل ہی میں تیر<sup>186</sup> ، اچھا ، جگر کے پار ہو ، بہتر  
 غرض شستِ بُتِ ناوک فگن کی آزمائش ہے  
 نہیں کچھ سُبْحَہ و زُنار کے پھندے میں گیرائی  
 وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے  
 پڑا رہ ، اے دلِ وابستہ ! بیتابی سے کیا حاصل؟  
 مگر پھر تابِ زُلفِ پُرشکن کی آزمائش ہے  
 رگ و پے میں جب اترے زہرِ غم ، تب دیکھیے کیا ہوا!  
 ابھی تو تلخیِ کام و دہن کی آزمائش ہے  
 وہ آویں گے مرے گھر ، وعدہ کیسا ، دیکھنا ، غالب!  
 نئے فتنوں میں اب چرخِ کُہن کی آزمائش<sup>187</sup> ہے

### -235

کبھی نیکی بھی اُس کے جی میں ، گر آجائے ہے ، مُجھ سے  
 جفائیں کر کے اپنی یاد ، شرما جائے ہے ، مُجھ سے  
 خُدا یا ! جذبہِ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے !  
 کہ جتنا کھینچتا ہوں ، اور کھینچتا<sup>188</sup> جائے ہے مُجھ سے  
 وہ بدِ خُو ، اور میری داستانِ عشقِ طُولانی  
 عبارتِ مُختصر ، قاصد بھی گھبرا جائے ہے ، مُجھ سے  
 ادھر وہ بدگمانی ہے ، ادھر یہ ناتوانی ہے  
 نہ پُوچھا جائے ہے اُس سے ، نہ بولا جائے ہے مجھ سے  
 سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی ! کیا قیامت ہے !  
 کہ دامانِ خیالِ یار ، چھوٹا جائے ہے مُجھ سے  
 تکلف بر طرف ، نظارگی میں بھی سہی ، لیکن  
 وہ دیکھا جائے ، کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے ، مُجھ سے

<sup>185</sup> نسخہٴ عرشی میں "ہنوز" کی جگہ "ابھی" چھپا ہے۔ جو قدیم و جدید نسخے نظر سے گزرے، ان سے اس کی کوئی سند نہیں ملی۔ یہ غالباً سہو کتابت ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>186</sup> نسخہٴ مہر میں "رہے گر دل میں تیر" (جویریہ مسعود) مزید: نظامی، عرشی، حمیدیہ اور متعدد دیگر نسخے ہائے قدیم و جدید میں یہ مصرع اسی طرح درج ہے جس طرح متن میں درج کیا مگر نسخہٴ مہر غالباً سہو کتابت سے "رہے گر دل میں تیر اچھا" ملتا ہے۔ بعض قدیم نسخوں میں "دل میں ہی" چھپا ہے جو سہو کتابت ہے۔ مگر "رہے گر دل میں تیر" کہیں نہ ملا۔ نہ یہ قابلِ ترجیح معلوم ہوتا ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>187</sup> اصل نسخوں میں آزمائش ہے لیکن ہم نے موجودہ املا کو ترجیح دے کر آزمائش لکھا ہے۔ (اعجاز عبید)

<sup>188</sup> نسخہٴ حامد علی خان میں "کھینچتا" (جویریہ مسعود) ملاحظہ ان کا حاشیہ:  
 نظامی اور بعض دیگر قدیم نسخوں میں "کھینچتا" ہی درج ہے جو بجائے خود درست ہے مگر اکثر جدید نسخوں میں "کھینچتا" چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی  
 نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے ، نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے  
 قیامت ہے کہ ہووے مُدعی کا ہمسفر غالب !  
 وہ کافر ، جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

-236-

زیسکہ مشقِ تماشا جنوں علامت ہے  
 کشاد و بستِ مژہ ، سیلی ندامت ہے  
 نہ جانوں ، کیونکہ مٹے داغِ طعن بد عہدی  
 تجھے کہ <sup>189</sup> آئینہ بھی ورطہٴ ملامت ہے  
 بہ پیچ و تابِ ہوس ، سلکِ عافیت مت توڑ  
 نگاہِ عجز سرِ رشتہٴ سلامت ہے  
 وفا مقابل و دعوائے عشق ہے بُنیاد  
 جنوں ساختہ و فصلِ گل ، قیامت ہے !  
**اسد! بہارِ تماشاۓ گلستانِ حیات**  
**وصالِ لالہ عذارانِ سرو قامت ہے**

-237-

لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے  
 میرا نمہ، دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے  
 کیا تعجب ہے کہ <sup>190</sup> اُس کو دیکھ کر آجائے رحم  
 و اں تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے  
 منہ <sup>191</sup> نہ دکھلاوے، نہ دکھلا، پر بہ اندازِ عتاب  
 کھول کر پردہ ذرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے  
 یاں تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں  
 زلف گر بن جاؤں تو شانے میں اُلجھا دے مجھے

-238-

بازیچہٴ اطفال ہے دنیا مرے آگے  
 ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے  
 اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک  
 اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے  
 جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور  
 جز وہم نہیں ہستیِ اشیا مرے آگے

<sup>189</sup> طباطبائی کی رائے میں یہاں "کہ" کی بجائے "تو" ہونا چاہیے تھا۔ (حامد علی خان)

<sup>190</sup> نسخہٴ عرشی میں "کہ" کی جگہ "جو" چھپا ہے۔ نظامی میں "کہ" درج ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>191</sup> اس شعر کا پہلا مصرع یوں ہی ہے۔ دوسرے کے متعلق طباطبائی نے لکھا ہے کہ غالب نے آنکھیں دکھانا بہ صیغہ جمع باندھا ہے مگر فصیح وہی ہے کہ "آنکھ دکھانا کہیں"۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ اردو کے اکثر فصیح اساتذہ نے آنکھیں دکھانا بھی کہا ہے۔ ان میں میر، مصحفی، امیر، انس، ذوق، مومن، ظفر، جرأت، نسیم دہلوی وغیرم شامل ہیں۔ (حامد علی خان)

ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے  
 گھسٹتا ہے جبین خاک پہ دریا مرے آگے  
 مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے  
 تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے  
 سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں، نہ کیوں ہوں  
 بیٹھا ہے بتِ آنہ سیما مرے آگے  
 پھر دیکھیے اندازِ گل افشائیِ گفتار  
 رکھ دے کوئی پیمانہ صہبا مرے آگے  
 نفرت کا گماں گزرے ہے، میں رشک سے گزرا  
 کیونکر کہوں، لو نام نہ ان کا مرے آگے  
 ایماں مجھے روکے ہے، جو کھینچے ہے مجھے کفر  
 کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے  
 عاشق ہوں پہ معشوق فریبی ہے مرا کام  
 مجنوں کو برا کہتی ہے لیلے مرے آگے  
 خوش ہوتے ہیں پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے  
 آئی شب ہجراں کی تمنا مرے آگے  
 ہے موجزن اک قلزمِ خوں کاش یہی ہو  
 آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے  
 گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے!  
 رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے  
 ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا  
 غالب کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

-239-

کہوں جو حال تو کہتے ہو "مدعا کہیے"  
 تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے؟  
 نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ "ہم ستمگر ہیں"  
 مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو "بجا" کہیے  
 وہ نیشتر سہی پر دل میں جب اتر جاوے  
 نگاہِ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہیے  
 نہیں ذریعہٴ راحتِ جراحۃٴ پیکان  
 وہ زخمِ تیغ ہے جس کو کہ دلکشا کہیے  
 جو مدعی بنے اس کے نہ مدعی بنیے  
 جو ناسزا کہے اس کو نہ ناسزا کہیے  
 کہیں حقیقتِ جانکابہٴ مرض لکھیے  
 کہیں مصیبتِ ناسازیِ دوا کہیے  
 کبھی شکایتِ رنجِ گراں نشیں کیجے



کبھی<sup>192</sup> حکایتِ صبرِ گریز پا کہیے  
 رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے  
 کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے  
 نہیں نگار کو الفت، نہ ہو، نگار تو ہے!  
 روانیِ روش و مستی ادا کہیے  
 نہیں بہار کو فرصت، نہ ہو بہار تو ہے!  
 طرواتِ چمن و خوبی ہوا کہیے  
 سفینہ جب کہ کنارے پہ الگا غالب  
 خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے!

-240

رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے  
 دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے  
 صرف بہائے مے ہوئے آلاتِ میکشی  
 تھے یہ ہی دو حساب، سو یوں پاک ہو گئے  
 رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم<sup>193</sup>  
 بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے  
 کہتا ہے کون نالہ بلبل کو بے اثر  
 پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے  
 پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا  
 آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے  
 کرنے گئے تھے اس سے تغافل کا ہم گلہ  
 کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے  
**پوچھے ہے کیا معاشِ جگر تُفتگانِ عشق<sup>194</sup>**  
**جوں شمع آپ اپنی وہ خوراک ہو گئے**  
 اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسد کی نعش<sup>195</sup>  
 دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

-241

نشہ ہا شادابِ رنگ و ساز ہا مستِ طرب  
 شیشہ مے سرو سبزِ جوئبارِ نغمہ ہے  
 ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کرنے بزمِ عیشِ دوست

<sup>192</sup> نسخہ نظامی میں یہاں "کبھی" کی جگہ "کہیں" درج ہے جو میربن طور پر سہو کتابت ہے۔ دیگر قدیم و جدید نسخوں میں یہ دونوں شعر صحیح یا غلط، دونوں ہی صورتوں میں ملتے ہیں۔ صحیح صورت سے مراد وہ صورت ہے جو متن میں درج کی گئی۔ دوسری صورت میں "کہیں" کے ساتھ غلط ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>193</sup> ایک آدھ نسخے میں "ہم" بھی درج ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>194</sup> نسخہ حمیدیہ میں یہ شعر درج نہیں۔ (جویریہ مسعود)

<sup>195</sup> نسخہ مہر میں یہ مصرع یوں درج ہے: اس رنگ سے کل اٹھائی اس نے اسد کی نعش

مقابلے سے معلوم ہوا کہ دوسرے کسی زیر نظر قدیم و جدید نسخے میں یہ مصرع یوں درج نہیں۔ لہذا اسے سہو کتابت سمجھنا چاہیے۔ ایک آدھ نسخے میں "نعش" کی جگہ "لاش" بھی چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

واں تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے

-242-

عرضِ نازِ شوخیِ دندانِ برائے خندہ ہے  
 دعویٰ جمعیتِ احبابِ جائے خندہ ہے  
 خود فروشی ہائے ہستی بس کہ جائے خندہ ہے  
 پر شکستِ قیمتِ دل میں صدائے خندہ ہے<sup>196</sup>  
 نقشِ عبرتِ در نظر ہا نقدِ عشرتِ در بساط  
 دو جہاں وسعتِ بقدرِ یک فضاے خندہ ہے  
 ہے عدم میں غنچہ محوِ عبرتِ انجامِ گل  
 یک جہاں زانو تاملِ در قفاے خندہ ہے  
 کلفتِ افسردگی کو عیشِ بے تابی حرام  
 ورنہ دندانِ در دل افشردنِ بنائے خندہ ہے  
 سوزش<sup>197</sup> باطن کے ہیں احبابِ منکر ورنہ یاں  
 دل محیطِ گریہ و لب آشناے خندہ ہے  
 جائے استہزاء ہے عشرتِ کوشیِ ہستی اسد  
 صبح و شبِ نم فرصتِ نشو و نماے خندہ ہے

-243-

حسنِ بے پروا خریدارِ متاعِ جلوہ ہے  
 اُنہ زانوے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے  
 تا کجا اے آگہی رنگِ تماشا باختن؟  
 چشمِ وا گر دیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے  
 عجزِ دیدنِ ہا بہ ناز و نازِ رفتنِ ہا بہ چشم  
 جادہٴ صحرائے آگاہی شعاعِ جلوہ ہے

-244-

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی  
 مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی  
 عالمِ غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سرِ بسر  
 کب تک خیالِ طرہٴ لیلیٰ کرے کوئی  
 افسردگی نہیں طربِ انشاءِ التفات  
 ہاں دردِ بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی  
 رونے سے اے ندیمِ ملامت نہ کر مجھے  
 آخر کبھی تو عُقدہٴ دل وا کرے کوئی

<sup>196</sup> نسخہٴ حمیدیہ: تا شکستِ قیمتِ دل ہا صدائے خندہ ہے۔ (جویریہ مسعود)

<sup>197</sup> نسخہٴ عرشہ اور دوسرے مؤخر نسخوں میں یہاں "سوزش" کی جگہ "سورش" چھپا ہے۔ شاعر نے یقیناً "سوزشِ باطن" ہی کہا ہوگا کیونکہ احباب اس کے لب ہائے خندان کو دیکھ کر اس کے غم پنہاں کا انکار کرتے ہیں۔ خندہ آشنا لب کا تقابل "سوزشِ باطن" سے ہوسکتا ہے۔ سورشِ باطن کا ذکر یہاں غیر متعلق سا ہے۔ نسخہٴ نظامی میں "سوزشِ باطن" ہی درج ہے۔ (حامد علی خاں)

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی  
 کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی  
 لختِ جگر سے ہے رگِ ہر خار شاخِ گل  
 تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی  
 ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز  
 تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی  
 ہر سنگ و خشت ہے صدفِ گوہرِ شکست  
 نقصان نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی  
 سرِ بر ہوئی نہ وعدہ صبرِ آزما سے عمر  
 فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی  
 ہے وحشتِ طبیعتِ ایجادِ یاس خیز  
 یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی<sup>198</sup>  
 بیکاری جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل  
 جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی  
 حسنِ فروغِ شمعِ سخنِ دور ہے اسد  
 پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

## -245-

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی  
 میرے دکھ کی دوا کرے کوئی  
 شرع و آئین پر مدار سہی  
 ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی  
 چال جیسے کڑی کمان<sup>199</sup> کا تیر  
 دل میں ایسے کے جا کرے کوئی  
 بات پر واں زبان کٹتی ہے  
 وہ کہیں اور سنا کرے کوئی  
 بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ  
 کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی  
 نہ سنو اگر برا کہے کوئی  
 نہ کہو گر برا کرے کوئی  
 روک لو گر غلط چلے کوئی  
 بخش دو گر خطا کرے کوئی  
 کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند  
 کس کی حاجت روا کرے کوئی

<sup>198</sup> نوٹ: یہ مصرعہ مختلف نسخوں میں مختلف ہے۔ (جویریہ مسعود)

نسخہ مہر: یہ درد وہ نہیں ہے کہ پیدا کرے کوئی۔  
 نسخہ طاہر: یہ درد وہ نہیں ہے جو پیدا کرے کوئی  
 نسخہ آسی: یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی  
 نسخہ حمیدہ: یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی

<sup>199</sup> ایک اچھے نسخے میں بلا اعلان نون "کان کا تیر" چھپا ہے۔ باقی تمام زیر نظر نسخوں میں "کمان کا تیر" چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

کیا کیا خضر نے سکندر سے  
اب کسے رہنما کرے کوئی  
جب توقع ہی اٹھ گئی غالب  
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

-246-

بہت سہی غم گیتی، شراب کم کیا ہے؟  
غلامِ ساقی کوثر ہوں، مجھ کو غم کیا ہے  
تمہاری طرز و روش جانتے ہیں ہم، کیا ہے  
رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے  
کٹے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلاوے  
کوئی بتاؤ کہ وہ زلفِ خم بہ خم کیا ہے  
لکھا کرے کوئی احکامِ طالع مولود  
کسے خبر ہے کہ واں جنبشِ قلم کیا ہے؟  
نہ حشرونشر کا قائل نہ کیش و ملت کا  
خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے؟  
وہ داد و دید گراں مایہ شرط ہے ہمدم  
وگر نہ مہرِ سلیمان و جامِ جم کیا ہے  
سخن میں خامہ غالب کی آتش افشانی  
یقین ہے ہم کو بھی، لیکن اب اس میں دم کیا ہے

-247-

باغ تجھ بن گلِ نرگس سے ڈراتا ہے مجھے  
چاہوں گر سیرِ چمن، آنکھ دکھاتا ہے مجھے  
باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے  
سایہ شاخِ گلِ افعی نظر آتا ہے مجھے  
200 ماہِ نو ہوں، کہ فلک عجز سکھاتا ہے مجھے  
عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے  
جوہرِ تیغ بہ سرِ چشمہ دیگر معلوم  
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہر آب اُگاتا ہے مجھے  
مدعا محو تماشائے شکستِ دل ہے  
اُنہ خانے میں کوئی لے جاتا ہے مجھے  
نالہ سرمایہ یک عالم و عالم کفِ خاک  
آسمان بیضہ قمری نظر آتا ہے مجھے  
زندگی میں تو وہ محفل سے اُٹھا دیتے تھے

دیکھوں اب مر گئے پر کون اُٹھاتا ہے مجھے  
 شورِ تمثال ہے کس رشکِ چمن کا یا رب!  
 آئینہ بیضہ بلبل نظر آتا ہے مجھے  
 حیرت آئینہ انجام جنوں ہوں جوں شمع  
 کس قدر داغِ جگر شعلہ دکھاتا ہے مجھے  
 میں ہوں اور حیرتِ جاوید، مگر ذوقِ خیال  
 بہ فسوں نگہ ناز ستاتا ہے مجھے  
 حیرتِ فکرِ سخن سازِ سلامت ہے اسد  
 دل پسِ زانوئے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

-248

روندی ہوئی ہے کوکبہ شہریار کی  
 اترائے کیوں نہ خاکِ سرِ رہ گزار کی  
 جب اس کے دیکھنے کے لیے آئیں بادشاہ<sup>201</sup>  
 لوگوں میں کیوں نمود نہ ہو لالہ زار کی  
 بھوکے نہیں ہیں سیرِ گلستان کے ہم ولے  
 کیوں کر نہ کھائے کہ ہوا ہے بہار کی

-249

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے  
 بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے  
 ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اُس کی گردن پر  
 وہ خون، جو چشمِ تر سے عمر بھر یوں دم بہ دم نکلے؟  
 نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن  
 بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے  
 بھر م کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا  
 اگر اس طرہ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے  
 مگر<sup>202</sup> لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے  
 ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے  
 ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہِ آشامی

<sup>201</sup> زیادہ نسخوں میں "بادشاہ" اور کم میں "پادشاہ" درج ہے۔ (حامد علی خاں)

<sup>202</sup> نسخہ حمیدیہ (اور مہر) میں یہاں لفظ "اگر" ہے، دوسرے تمام نسخوں میں "مگر"، صرف طباطبائی نے حمیدیہ کی املا قبول کی ہے۔ ممکن ہے کہ حمیدیہ میں یہ لفظ کتابت کی غلطی ہو۔ (اعجاز عبید)  
 مزید: نسخہ مہر میں یہاں "مگر" کی جگہ "اگر" چھپا ہے لیکن نسخہ حمیدیہ، نسخہ عرشی، نسخہ مالک رام، نسخہ نظامی، نسخہ حسرت موبائی نسخہ بیخود اور دیگر تمام پیش نظر قدیم و جدید نسخوں میں "مگر" ہی چھپا ہے اور اس میں احتمال معنوی نے ایک مزید لطف بھی پیدا کر دیا ہے۔ تمام مہیا شہادتوں سے یہاں "مگر" ہی غالب کا لفظ معلوم ہوتا ہے البتہ نسخہ طباطبائی (لکھنؤ 1961) میں نسخہ مہر ہی کی طرح "اگر" چھپا ہے۔ اس نسخے میں اغلاط کتابت کی کثرت ہے۔ غالباً ان دونوں نسخوں میں "اگر" غلط کاتب ہے۔ علاوہ ازیں نسخہ مہر میں کاتب نے اس غزل کے اشعار کی ترتیب سے محابا بدل ڈالی ہے۔ (حامد علی خاں)

پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جامِ جم نکلے  
 ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی  
 وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تیغِ ستم نکلے  
 محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا  
 اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے  
 ذرا کر زور سینے پر کہ تیر پر ستم نکلے  
 جو وہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے  
 خدا کے واسطے پردہ نہ کعبہ سے اٹھا ظالم  
 کہیں ایسا نہ ہو یاں بھی وہی کافر صنم نکلے  
 کہاں میخانے کا دروازہ غالب! اور کہاں واعظ  
 پر اتنا جانتے ہیں، کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

-250

کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے  
 بے تکلف اے شرارِ جستہ! کیا ہو جائیے  
 بیضہ آسا ننگِ بال و پر ہے یہ کنجِ قفس  
 از سرِ نو زندگی ہو، گر رہا ہو جائیے

-251

مستی، بہ ذوقِ غفلتِ ساقیِ ہلاک ہے  
 موجِ شرابِ یک مژدہِ خوابناک ہے  
 جز زخمِ تیغِ ناز، نہیں دل میں آرزو  
 جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے  
 جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں، اسد<sup>203</sup>  
 صحرا ہماری آنکھ میں یک مشتِ خاک ہے

-252

لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہِ جنبانی  
 قیامت کشتہ لعلِ بتان کا خواب سنگیں ہے

-253

آمدِ سیلابِ طوفانِ صدائے آب ہے  
 نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلیِ جادہ سے  
 بزمِ مے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا  
 شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے

<sup>203</sup> نسخہ مہر میں "اسد" کی جگہ "مجھے" چھپا ہے مگر یہ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے کیونکہ دوسرے مصرع میں متکلم نے صیغہ جمع استعمال کیا ہے۔ (حامد علی خان)

-254

ہوں میں بھی تماشائی نیرنگِ تمنا  
مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی بر آوے<sup>204</sup>

-255

سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر  
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شب ہائے ہجران کی

-256

ہجومِ نالہ، حیرتِ عاجزِ عرضِ یکِ افغان ہے  
خموشیِ ریشہٴ صد نیستان سے خسِ بدنِ داں ہے  
تکلفِ بر طرف، ہے جانستانِ تر لطفِ بدِ خویاں  
نگاہِ ہے حجابِ نازِ تیغِ تیزِ عریاں ہے  
ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلفِ کیفیتِ شادی  
کہ صبحِ عیدِ مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے  
دل و دینِ نقدِ لا، ساقی سے گر سودا کیا چاہے  
کہ اس بازار میں ساغرِ متاعِ دستِ گرداں ہے  
غمِ آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو  
چراغِ روشن اپنا قلمِ صرصر کا مرجان ہے

-257

خموشی میں تماشا ادا نکلتی ہے  
نگاہِ دل سے تری<sup>205</sup> سُرْمہ سا نکلتی ہے  
فشارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبنم  
صبا جو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے  
نہ پوچھ سینہٴ عاشق سے اب تیغِ نگاہ  
کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

-258

جس جا نسیمِ شانہ کشِ زلفِ یار ہے  
نافہِ دماغِ اہوئے دشتِ تثار ہے  
کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا  
آئینہٴ فرشِ ششِ جہتِ انتظار ہے  
ہے ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق

<sup>204</sup> آنے۔ نسخہٴ مہر (جویریہ مسعود)

<sup>205</sup> نسخہٴ حسرتِ مویانی میں "ترے" چھپا ہے۔ قدیم نسخوں میں "ترے" اور "تری" کی تمیز مشکل تھی۔ شعر کا مفہوم دونوں صورتوں میں تقریباً ایک ہی رہتا ہے۔ (حامد علی خان)

گردام یہ ہے و سعتِ صحرا شکار ہے  
 دل مدّعی و دیدہ بنا مدّعا علیہ  
 نظارے کا مقدمہ پھر روبکار ہے  
 چھڑکے ہے شبّیم آئینہ برگِ گل پر آب  
 اے عندلیب وقتِ وداع بہار ہے  
 پچ آپڑی ہے وعدہ دلدار کی مجھے  
 وہ آئے یا نہ آئے یہ یاں انتظار ہے  
 بے پردہ سوئے وادیِ مجنوں گزر نہ کر  
 ہر ذرے کے <sup>206</sup> نقاب میں دل بے قرار ہے  
 اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ ایشیاں  
 طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے  
 دل مت گنوا، خبر نہ سہی سیر ہی سہی  
 اے بے دماغ آئینہ تمثال دار ہے  
 غفلت کفیلِ عمر و اسدِ ضامنِ نشاط  
 اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

-259-

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے  
 ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے  
 بے انتظار سے شررِ آبادِ رُست خیز  
 مژگانِ کوہکنِ رگِ خارا کہیں جسے  
 حسرت نے لا رکھا تری بزمِ خیال میں  
 گلدستہ نگاہ سویدا کہیں جسے  
 کس فرصتِ وصال پہ بے گل کو عندلیب  
 زخمِ فراق خندہ بے جا کہیں جسے  
 یارب ہمیں تو خواب میں بھی مت دکھائیو  
 یہ محشرِ خیال کہ دنیا کہیں جسے  
 پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا  
 افسونِ انتظار، تمنا کہیں جسے  
 سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالیے  
 وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے  
 بے چشم تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں  
 شوقِ عنانِ گسیختہ، دریا کہیں جسے  
 درکار ہے شگفتنِ گلہائے عیش کو

<sup>206</sup> نسخہ طباطبائی میں "کی نقاب" چھپا ہے۔ قدیم نسخوں میں یوں بھی یاے حتیٰ ہی چھپی ہے۔ مگر نقاب کی تذکیر و تانیث کے بارے میں تو دہلی و لکھنؤ کا جدا جدا شیوہ بھی تھا۔ غالب نے لکھا ہے: زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے رخ پر کھلا۔ (حامد علی خان)



صبح بہار پنبہ مینا کہیں جسے  
غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے  
ایسا بھی کوئی<sup>207</sup> ہے کہ سب اچھا کہیں جسے؟

-260-

شبم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے  
داغِ دلِ بے درد، نظرِ گاہِ حیا ہے  
دلِ خون شدہ کشمکشِ حسرتِ دیدار  
آئینہ بہ دستِ بتِ بدمستِ حنا ہے  
شعلے سے نہ ہوتی، ہوسِ شعلہ نے جو کی  
جی کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے  
تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق  
آئینہ بہ اندازِ گلِ آغوشِ کشا ہے  
قمری کفِ خاکستر و بلبلِ قفسِ رنگ  
اے نالہ! نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے؟  
خو نے تری افسردہ کیا وحشتِ دل کو  
معشوقی و بے حوصلگی طرفہ بلا ہے  
مجبوری و دعوائے گرفتاریِ الفت  
دستِ تہِ سنگِ آمدہ پیمانِ وفا ہے  
معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ  
تیغِ ستمِ آئینہ تصویر نما ہے  
اے پرتوِ خورشیدِ جہاں تابِ ادھر بھی  
سائے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے  
**سر رشتہ بے تابئی دل در گرہ عجز**  
**پرواز بخوں خفتہ و فریاد رسا ہے**  
ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد  
یا رب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے  
بیگانگیِ خلق سے بیدل نہ ہو غالب  
کوئی نہیں تیرا، تو مری جان، خدا ہے

-261-

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور<sup>208</sup> کی  
قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی  
اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں

<sup>207</sup> نسخہ مہر میں "کوئی ہے" کی جگہ "بے کوئی" چھپا ہے۔ کسی دوسرے پیش نظر قدیم و جدید نسخوں میں یہ شعر اس طرح درج نہیں۔  
(حامد علی خان)

<sup>208</sup> نسخہ عرشی میں "نور" کی جگہ "طور" چھپا ہے۔ یہ سہو طباعت ہے۔ (حامد علی خان)

پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی  
 واعظ! نہ تم پیو نہ کسی کو پلاسکو  
 کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی!  
 لڑتا ہے مجھ سے حشر میں قاتل، کہ کیوں اٹھا؟  
 گویا ابھی سنی نہیں آوازِ صور کی  
 آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج  
 اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی  
 گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں  
 کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی  
 کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب  
 آؤ نہ<sup>209</sup> ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی  
 گرمی سہی کلام میں، لیکن نہ اس قدر  
 کی جس سے بات اُس نے شکایتِ ضرور کی  
 غالبِ گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں  
 حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

-262-

غم کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے  
 یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام، بہت ہے  
 کہتے ہوئے ساقی سے، حیا آتی ہے ورنہ  
 ہے یوں کہ مجھے دردِ تہِ جام بہت ہے  
 نئے تیر کماں میں ہے، نہ صیاد کمیں میں  
 گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے  
 کیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی  
 پاداشِ عمل کی طمعِ خام بہت ہے  
 ہیں اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازاں؟  
 پابستگیِ رسم و رہِ عام بہت ہے  
 زمزم ہی پہ چھوڑو، مجھے کیا طوفِ حرم سے؟  
 آلودہ بہ مے جامہٴ احرام بہت ہے  
 ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات کہ ان کو  
 انکار نہیں اور مجھے ابرام بہت ہے  
 خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ  
 رہنے دے مجھے یان، کہ ابھی کام بہت ہے  
 ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے؟  
 شاعر تو وہ اچھا ہے یہ بدنام بہت ہے

<sup>209</sup> نسخہ مہر "آؤ نا" (حامد علی خاں)

-263-

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے  
 جوشِ قدح سے بزمِ چراغاں<sup>210</sup> کئے ہوئے  
 کرتا ہوں جمعِ پھر جگرِ لختِ لخت کو  
 عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوئے  
 پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہے دم  
 برسوں ہوئے ہیں چاکِ گریباں کئے ہوئے  
 پھر گرمِ نالہ ہائے شررِ بار ہے نفس  
 مدت ہوئی ہے سیرِ چراغاں کئے ہوئے  
 پھر پرسشِ جراحِ دل کو چلا ہے عشق  
 سامانِ صد ہزارِ نمکِ داں کئے ہوئے  
 پھر بھر رہا ہوں<sup>211</sup> خامۂ مژگاں بہ خونِ دل  
 سازِ چمنِ طرازِ داماں کئے ہوئے  
 باہمِ دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب  
 نظارہ و خیال کا سامان کئے ہوئے  
 دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے  
 پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے  
 پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب  
 عرضِ متاعِ عقل و دل و جاں کئے ہوئے  
 دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال  
 صد گلستاں نگاہ کا سامان کئے ہوئے  
 پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا  
 جاں نذرِ دلفریبی عنوان کئے ہوئے  
 مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بامِ پر ہوس  
 زلفِ سیاہِ رخ پہ پریشاں کئے ہوئے  
 چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو  
 سرمے سے تیزِ دشنۂ مژگاں کئے ہوئے  
 اک نوبہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ  
 چہرہ فروغِ مے سے گلستاں کئے ہوئے  
 پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں  
 سرِ زیرِ بارِ منتِ درباں کئے ہوئے  
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت، کہ<sup>212</sup> راتِ دن

<sup>210</sup> بعض حضرات بہ اضاقت "بزمِ چراغاں" لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ "بزمِ کرنا" کوئی اردو محاورہ نہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جوشِ قدح

سے بزم کو چراغاں کہتے ہوئے مدت گزر چکی ہے۔ (حامد علی خاں)

<sup>211</sup> نسخہ مہر میں "ہے" (جویریہ مسعود)

بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے  
غالب ہمیں نہ چھیڑے، کہ پھر جوشِ اشک سے  
بیٹھے ہیں ہم تہیہٴ طوفاں کئے ہوئے

-264-

نویدِ امن ہے بیدادِ دوست جاں کے لئے  
رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لئے  
بلا سے! گر مژہٴ یارِ تشنہٴ خوں ہے  
رکھوں کچھ اپنی ہی مژگانِ خوں فشاں کے لئے  
وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناسِ خلقِ اے خضر  
نہ تم کہ چور بنے عمرِ جاوداں کے لئے  
رہا بلا میں بھی، میں مبتلائے آفتِ رشک  
بلائے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لئے  
فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے، کہ میں ہی نہیں  
دراز دستیِ قاتل کے امتحاں کے لئے  
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر  
کرے قفس میں فراہمِ خسِ اشیاء کے لئے  
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری<sup>213</sup> جو شامت آئے  
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے

ق

بہ قدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل  
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لئے  
دیا ہے خلق کو بھی، تا اسے نظر نہ لگے  
بنا ہے عیشِ تجملِ حسینِ خاں کے لئے  
زباں پہ بارِ خدایا! یہ کس کا نام آیا  
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے  
نصیرِ دولت و دیں اور معینِ ملت و ملک  
بنا ہے چرخِ بریں جس کے آستان کے لئے  
زمانہ عہد میں اُس کے ہے محورِ آرائش  
بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لئے  
ورقِ تمام ہوا اور مدحِ باقی ہے  
سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لئے  
ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا  
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

<sup>212</sup> نسخہ مہر میں "کے" (جویریہ مسعود)

<sup>213</sup> یہ عجیب بات ہے کہ نسخہ نظامی اور نسخہ مہر میں نیز متعدد دوسرے قدیم نسخوں میں یہ مصرع ایک ہی طور پر مہمل چھپا ہے،

یعنی:

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری خوشامد سے۔ (حامد علی خاں)

-265-

آپ نے مَسْنَى الضُّرُّ کہا ہے تو سہی  
یہ بھی اے حضرتِ ایوب! گِلا ہے تو سہی  
رنجِ طاقت سے سوا ہو تو نہ پیٹوں کیوں سر  
ذہن میں خوبیِ تسلیم و رضا ہے تو سہی  
ہے غنیمت کہ بہ اُمید گزر جائے گی عمر  
نہ ملے داد، مگر روزِ جزا ہے تو سہی  
دوست ہی کوئی نہیں ہے، جو کرے چارہ گری  
نہ سہی، لیک تمنائے دوا ہے تو سہی  
غیر سے دیکھیے کیا خوب نباہی اُس نے  
نہ سہی ہم سے، پر اُس بُت میں وفا ہے تو سہی  
نقل کرتا ہوں اسے نامہ اعمال میں مین  
کچھ نہ کچھ روزِ ازل تم نے لکھا ہے تو سہی  
کبھی آجائے گی کیوں کرتے ہو جلدی غالب  
شہرہ تیزیِ شمشیرِ قضا ہے تو سہی

-266-

لطفِ نظارہ قاتلِ دمِ بسمل آئے  
جان جائے تو بلا سے، پہ کہیں دل آئے  
ان کو کیا علم کہ کشتی پہ مری کیا گزری  
دوست جو ساتھ مرے تالِبِ ساحل آئے  
وہ نہیں ہم، کہ چلے جائیں حرم کو، اے شیخ!  
ساتھ حُجَّاج کے اکثر کئی منزل آئے  
آئیں جس بزم میں وہ، لوگ پکار اٹھتے ہیں  
"لو وہ برہم زن ہنگامہ محفل آئے"  
دیدہ خوں بار ہے مدّت سے، ولے آج ندیم  
دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے  
سامنا حور و پری نے نہ کیا ہے، نہ کریں  
عکس تیرا ہی مگر، تیرے مقابل آئے  
اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب!  
آج ہم حضرتِ نواب سے بھی مل آئے

-267-

میں ہوں مشتاقِ جفا، مجھ پہ جفا اور سہی  
تم ہو بیداد سے خوش، اس سے سوا اور سہی  
غیر کی مرگ کا غم کس لئے، اے غیرتِ ماہ!  
ہیں ہوس پیشہ بہت، وہ نہ ہوا، اور سہی

تم ہو بت، پھر تمہیں پندارِ خُدائی کیوں ہے؟  
 تم خداوند ہی کہلاؤ، خدا اور سہی  
 حُسن میں حُور سے بڑھ کر نہیں ہونے کی کبھی  
 آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی  
 تیرے کوچے کا ہے مائل دلِ مضطر میرا  
 کعبہ اک اور سہی، قبلہ نما اور سہی  
 کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہے، واعظ!  
 خلد بھی باغ ہے، خیر آب و ہوا اور سہی  
 کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں، یا رب  
 سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی  
 مجھ کو وہ دو۔ کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں  
 زہر کچھ اور سہی، آبِ بقا اور سہی  
 مجھ سے غالب یہ علانی نے غزل لکھوائی  
 ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

-268

<sup>214</sup>عجز و نیاز سے تو وہ آیا نہ راہ پر  
 دامن کو اس کے آج حریفانہ کھینچیئے

-269

اک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر جلے  
 رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر ہم جگر جلے  
 پروانہ خانہ غم ہو تو پھر کس لئے اسد  
 ہر رات شمع شام سے لے تا سحر جلے

-270

زندانی تحمل ہیں مہمانِ تغافل ہیں  
 بے فائدہ یاروں کو فرقِ غم و شادی ہے

-271

مستعدِ قتلِ یک عالم ہے جلاذِ فلک  
 کہکشاں موجِ شفق میں تیغِ خونِ آشام ہے

-272

نہ حیرت چشمِ ساقی کی، نہ صحبتِ دورِ ساغر کی

<sup>214</sup>نوٹ: 268-273 غزلیات و اشعار نسخہ مہر میں نہیں۔ جویریہ مسعود

مری محفل میں غالبِ گردشِ افلاک باقی ہے

-273

صبا لگا وہ طمانچہ طرف سے بلبل کے  
کہ روئے غنچہ سوئے اشیاں پھر جائے

## قصائد

-1

### منقبتِ حیدری

سازِ یک ذرّہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار  
 سایہ لالہ بے داغ سویدائے بہار  
 مستی بادِ صبا سے ہے بہ عرضِ سبزہ  
 ریزہ شیشہ سے جوہرِ تیغِ کہسار  
 سبز ہے جامِ زمرّد کی طرح داغِ پلنگ  
 تازہ ہے ریشہ نارنج صفت روئے شرار  
 مستی ابر سے گلچینِ طرب بے حسرت  
 کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالم کا فشار  
 کوہ و صحرا ہمہ معموری شوقِ بلبل  
 راہِ خوابیدہ ہوئی خندہ گل سے بیدار  
 سونپے ہے فیضِ ہوا صورتِ مژگانِ یتیم  
 سرِ نوشتِ دو جہاں ابر بہ یک سطرِ غبار  
 کاٹ کر پھینکے ناخن جو باندازِ ہلال  
 قوتِ نامیہ اس کو بھی نہ چھوڑے بیکار  
 کفِ ہر خاک بہ گردون شدہ قمری پرواز  
 دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ طاؤسِ شکار  
 مے کدے میں ہو اگر آرزوئے گلِ چینی  
 بھول جا یک قدحِ بادہ بہ طاقِ گلزار  
 موجِ گل ڈھونڈھ بہ خلوت کدہ غنچہ باغ  
 گم کرے گوشہ سے خانہ میں گر تو دستار  
 کھینچے گر مانی اندیشہ چمن کی تصویر  
 سبزہ مثلِ خطِ نو خیز ہو خطِ پرکار  
 لعل سے کی ہے پئے زمزمہ مدحتِ شاہ  
 طوطی سبزہ کہسار نے پیدا منقار  
 وہ شہنشاہ کہ جس کی <sup>215</sup> پئے تعمیرِ سرا  
 چشمِ جبریل ہوئی قالبِ خشتِ دیوار  
 فلکِ العرش ہجومِ خم دوشِ مزدور  
 رشتہ فیضِ ازل سازِ طنابِ معمار

<sup>215</sup> مروجہ نسخوں میں "کے" کی جگہ "کی" چھپا ہے۔ (حامد علی خان)  
 مزید: حامد علی خان کے نسخے میں یہ مصرع یوں ہے: وہ شہنشاہ کہ جس کے پئے تعمیرِ سرا (جویریہ مسعود)



سبز نہ چمن و یک خطِ پشت لبِ بام  
 رفعتِ ہمتِ صد عارف و یک اوجِ حصار  
 واں کی<sup>216</sup> خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پرکاہ  
 وہ رہے مِرِ وحۃِ بالِ پری سے بیزار  
 خاکِ صحرائے نجف جوہرِ سیرِ عرفا  
 چشمِ نقشِ قدمِ آئینہِ بختِ بیدار  
 ذرہ اس گردِ کاخورشید کو آئینہ ناز  
 گرد اُس دشت کی اُمید کو احرامِ بہار  
 آفرینش کو ہے واں سے طلبِ مستی ناز  
 عرضِ خمیازہ ایجاد ہے ہر موجِ غبار

### مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اے شمع شبستانِ بہار  
 دلِ پروانہ چراغان، پر بلبلِ گلنار  
 شکلِ طاؤس کرے آئینہ خانہ پرواز  
 ذوق میں جلوے کے تیرے بہ ہوائے دیدار  
 تیری اولاد کے غم سے ہے بروئے گردوں  
 سلکِ اختر میں مہ نو مژدہ گوہرِ بار  
 ہم عبادت کو، ترا نقشِ قدمِ مہرِ نماز  
 ہم ریاضت کو، ترے حوصلے سے استظہار  
 مدح میں تیری نہاں زمزمہ نعتِ نبی  
 جام سے تیرے عیاں بادۂ جوشِ اسرار  
 جوہرِ دستِ دعا آئینہ یعنی تاثیر  
 یک طرفِ نازشِ مژگان و دگر سو غمِ خار<sup>217</sup>  
 مردُمک سے ہو عزا خانہ اقبالِ نگاہ  
 خاکِ در کی ترے جو چشم نہ ہو آئینہ دار  
 دشمنِ آلِ نبی کو بہ طرب خانہ دہر  
 عرضِ خمیازہ سیلابِ ہوطاقِ دیوار  
 دیدہ تا دلِ اسدا آئینہ یک پرتو شوق  
 فیضِ معنی سے خطِ ساغرِ راقم سرشار

<sup>216</sup> اکثر مروجہ نسخوں میں "کی خاشاک" چھپا ہے۔ لفظ خاشاک بہ صیغہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔ دیکھیے فرہنگِ اصفیہ۔ اس قسم کے اغلاط کی وجہ پہلے حواشی میں جگہ جگہ بیان ہو چکی ہے۔ (حامد علی خان)  
 مزید: نسخہ حامد علی خان میں: واں کے خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پرکاہ (جویریہ مسعود)

217 نسخہ مہر میں "غمخوار" (جویریہ مسعود)

-2

## منقبت (حضرت علی کے لئے)

دہر جُز جلوہ یکتائی معشوق نہیں  
 ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بین  
 بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق  
 بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین  
 ہرزہ ہے نغمہ زیروہم ہستی و عدم  
 لغو ہے آئینہ فرق جنون و تمکین  
 نقشِ معنی ہمہ خمیازہ عرض صورت  
 سخن حق ہمہ پیمانہ ذوقِ تحسین  
 لافِ دانش غلط و نفعِ عبارت معلوم!  
 دُردِ یک ساغرِ غفلت ہے۔ چہ دنیا و چہ دین  
 مثلِ مضمونِ وفا باد بدستِ تسلیم  
 صورتِ نقشِ قدم خاک بہ فرقِ تمکین  
 عشقِ بے ربطی شیرازہ اجزائے حواس  
 وصل، زنگارِ رخ آئینہ حسن یقین  
 کوہکن، گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب  
 بے ستوں، آئینہ خوابِ گرانِ شیریں  
 کس نے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتشِ خیز  
 کس نے پایا اثرِ نالہٴ دل ہائے حزیں!  
 سامعِ زمزمہٴ اہلِ جہاں ہوں، لیکن  
 نہ سروِ برگِ ستائش، نہ دماغِ نفرین  
 کس قدر ہرزہ سرا ہوں کہ عیاذاً باللہ  
 یک قلمِ خارجِ آدابِ وقار و تمکین  
 نقشِ لاحول لکھ اے خامہٴ ہذیاں تحریر  
 یا علی عرض کر اے فطرتِ وسواسِ قرین  
 مظہرِ فیض<sup>218</sup> خدا، جان و دلِ ختمِ رسل  
 قبلہٴ آلِ نبی (ص)، کعبہٴ ایجادِ یقین  
 ہو وہ سرمایہٴ ایجادِ جہاں گرمِ خرام  
 ہر کفِ خاک ہے واں گردہٴ تصویرِ زمیں  
 جلوہ پرداز ہو نقشِ قدم اس کا جس جا  
 وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی امین  
 نسبتِ نام سے اس کی ہے یہ رُتبہ کہ رہے  
 ابدأً پُشتِ فلک خم شدہٴ نازِ زمیں

<sup>218</sup> نسخہ مہر میں یہاں "مظہر ذات خدا" کے الفاظ درج ہیں۔ یہ الفاظ دوسرے کسی زیر نظر نسخے میں نہیں ملے۔ (حامد علی خان)

فیضِ خُلُقِ اس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا<sup>219</sup>  
 بوئے گل سے نفسِ بادِ صبا عطر آگین  
 بُرّشِ تیغ کا اس کی ہے جہاں میں چرچا  
 قطع ہو جائے نہ سرِ رشتہ ایجاد کہیں  
 کُفر سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے  
 رنگِ عاشق کی طرح رونقِ بت خانہ چین  
 جان پناہا! دل و جاں فیضِ رسانا! شاہا!  
 وصیٰ ختمِ رسل تو ہے بہ فتوائے یقین  
 جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر  
 نامِ نامی کو ترے ناصیہٴ عرشِ نگیں  
 کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب  
 شعلہٴ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں  
 آستان پر ہے ترے جوہرِ آئینہٴ سنگ  
 رَقْمِ بندگیٰ حضرتِ جبریلِ امین  
 تیرے در کے لئے<sup>220</sup> اسبابِ نثارِ آمادہ  
 خاکبوں کو جو خدا نے دیئے جان و دل و دین  
 تیری مدحت کے لئے ہیں دل و جاں کام و زباں  
 تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم دست و جبین  
 کس سے ہو سکتی ہے مدّاحیِ ممدوحِ خدا  
 کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں!

ق

جنسِ بازارِ معاصی اسد اللہ اسد  
 کہ سوا تیرے کوئی اس کا خریدار نہیں  
 شوخیِ عرضِ مطالب میں ہے گستاخِ طلب  
 ہے ترے حوصلہٴ فضل پہ از بس کہ یقین  
 دے دعا کو مری وہ مرتبہٴ حسنِ قبول  
 کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین  
 غمِ شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبریز  
 کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں  
 طبع کو الفتِ دُلُّل میں یہ سرگرمیِ شوق  
 کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جبین  
 دلِ الفتِ نسب و سینہٴ توحیدِ فضا  
 نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدقِ گزین  
 صرفِ اعدا اثرِ شعلہٴ دودِ<sup>221</sup> دوزخ

<sup>219</sup> نسخہٴ مہر میں یہاں "سدا" کی جگہ "اسد" چھپا ہے مگر اس کی تصدیق کسی دوسرے نسخے سے نہیں ہوسکی۔ (حامد علی خان)

<sup>220</sup> نسخہٴ عرشی: "کیے" (حامد علی خان)

<sup>221</sup> بعض اچھے نسخوں میں "شعلہٴ دودِ دوزخ" چھپا ہے۔ "شعلہٴ دود" بے محل بات ہے۔ (حامد علی خان)

وقفِ احبابِ گل و سنبلِ فردوسِ بریں<sup>222</sup>

-3-

مدحِ شاہ

ہاں مہ نو سنیں ہم اس کا نام  
 جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام  
 دو دن آیا ہے تو نظر دم صبح  
 یہی انداز اور یہی اندام  
 بارے دو دن کہاں رہا غائب؟  
 "بندہ عاجز ہے، گردشِ ایام  
 اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا  
 آسماں نے بچھا رکھا تھا دام"  
 مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص  
 حَیْذًا اے نشاطِ عامِ عوام  
 عذر میں تین دن نہ آنے کے  
 لے کے آیا ہے عید کا پیغام  
 اس کو بھولا نہ چاہیئے کہنا  
 صبح جو جائے اور آئے شام<sup>223</sup>  
 ایک میں کیا؟ سب نے جان لیا  
 تیرا آغاز اور ترا انجام  
 رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے  
 مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں نام؟  
 جانتا ہوں کہ آج دنیا میں  
 ایک ہی ہے امیدگاہِ انام  
 میں نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش  
 غالب اس کا مگر نہیں ہے غلام؟  
 جانتا ہوں کہ جانتا ہے تُو  
 تب کہا ہے بہ طرزِ استفہام  
 مہرِ تاباں کو ہو تو ہو، اے ماہ!

مزید: نسخہ حامد علی خان میں : "شعلہ و دودِ دوزخ" (جویریہ مسعود)

<sup>222</sup> بعض نسخوں میں "گل و سنبل و فردوسِ بریں" کی عجیب و غریب ترکیب چھپی ہے۔ غالب نے "شعلہ و دودِ دوزخ" کا مقابلہ "گل و سنبلِ فردوسِ بریں" سے کیا ہے۔ (حامد علی خان)<sup>223</sup> نسخہ نظامی : جائے، آئے۔ نسخہ شیو نرائن : جاوے، آوے۔ (حامد علی خان)

قرب ہر روزہ<sup>224</sup> بر سیلِ دوام

ق

تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا  
 جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام  
 جانتا ہوں کہ اس کے فیض سے تو  
 پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام  
 ماہِ بن، ماہِ تاب بن، میں کون؟  
 مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو انعام  
 میرا اپنا جدا معاملہ ہے  
 اور کے لین دین سے کیا کام  
 ہے مجھے آرزوئے بخششِ خاص  
 گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام  
 جو کہ بخشے گا تجھ کو فرّ فروغ  
 کیا نہ دے گا مجھے مئے گلفام؟  
 جبکہ چودہ منازلِ فلکی  
 کرچکے<sup>225</sup> قطع تیری تیزی گام  
 تیرے پرتو سے ہوں فروغ پذیر  
 کوئے و مشکوئے و صحن و منظر و بام  
 دیکھنا میرے ہاتھ میں لبریز  
 اپنی صورت کا اک بلوریں جام  
 پھر غزل کی روش پہ چل نکلا  
 توسنِ طبع چاہتا تھا<sup>226</sup> لگام

غزل

زہرِ غم کرچکا تھا میرا کام  
 تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام؟  
 مے ہی پھر کیوں نہ میں پیئے جاؤں؟  
 غم سے جب ہو گئی ہے زیست<sup>227</sup> حرام  
 بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے  
 کہ نہ سمجھیں وہ لُدّتِ دشنام

<sup>224</sup> بعض نسخوں میں " ہر روزہ " کی جگہ " ہر روز " چھپا ہے جو سہو کتابت ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>225</sup> بعض نسخوں میں غلط فہمی کی بنا پر " چکے " کی جگہ " چکی " چھپا ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>226</sup> بعض مروجہ نسخوں میں "چاہتا ہے لگام" چھپا ہے۔ جو غلط ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>227</sup> نسخہ مہر میں " غم سے زیست ہو گئی ہو حرام " یہ غالباً سہو کتابت ہے۔ (حامد علی خان)

کعبے میں جابجائیں گے ناقوس  
اب تو باندھا ہے دیر میں احرام  
اس قدح کا ہے دور مجھ کو نقد  
چرخ نے لی ہے جس سے گردشِ ایام  
چھیڑتا ہوں کہ ان کو غصہ آئے  
کیوں رکھوں ورنہ غالب اپنا نام

کہ چکا میں تو سب کچھ، اب تو کہ  
اے پری چہرہ پیکِ تیز خرام  
کون ہے جس کے در پہ ناصیہ سا  
ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام  
تُو نہیں جانتا تو مجھ سے سن  
نامِ شاہنشمِ بلند مقام  
قبلہ چشم و دل بہادر شاہ  
مظہرِ ذوالجلال والاکرام  
شہسوارِ طریقہ انصاف  
نوبہارِ حدیقہ اسلام  
جس کا ہر فعل صورتِ اعجاز  
جس کا ہر قول معنی الہام  
بزم میں میزبانِ قیصر و جم  
رزم میں اوستادِ رستم و سام  
اے ترا لطفِ زندگی افزا  
اے ترا عہدِ فرخی فرجام  
چشمِ بد دور! خسروانہ شگوه  
لوحشِ اللہ! عارفانہ کلام  
جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ روم  
جُرعہ خواروں میں تیرے مرشدِ جام  
وارثِ ملک جانتے ہیں تجھے  
ایرج و تور و خسرو و بہرام  
زورِ بازو میں مانتے ہیں تجھے  
گیو و گودرز و بیزن و رہام  
مرحبا مو شگافی ناوک  
آفریں آبِ داری صمصام  
تیر کو تیرے تیرِ غیر ہدف  
تیغ کو تیری تیغِ خصم نیام  
ق  
رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند

برق کو دے رہا ہے کیا الزام  
تیرے فیلِ گراں جسد کی صدا  
تیرے رخسِ سبکِ عنان کا خرام

ق

فنِ صورتِ گری میں تیرا گُرز  
گر نہ رکھتا ہو دستگاہِ تمام  
اس کے مضروب کے سر و تن سے  
کیوں نمایاں ہو صورتِ ادغام؟  
جب ازل میں رقم پذیر ہوئے  
صفحہ ہائے لیالی و ایام  
اور ان اوراق میں بہ کلکِ قضا  
مجملاً مندرج ہوئے احکام  
لکھ دیا شاہدوں کو عاشقِ کُش  
لکھ دیا عاشقوں کو دشمنِ کام  
آسماں کو کہا گیا کہ کہیں  
گنبدِ تیز گردِ نیلی فام  
حکمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھیں  
خال کو دانہ اور زلف کو دام  
آتش و آب و باد و خاک نے لی  
وضعِ سوز و نم و رم و آرام  
مہرِ رخشاں کا نام خسروِ روز  
ماہِ تاباں کا اسمِ شحنہِ شام  
تیری توفیقِ سلطنت کو بھی  
دی بدستور صورتِ ارقام  
کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم  
اس<sup>228</sup> رقم کو دیا طرازِ دوام  
ہے ازل سے روانی<sup>229</sup> آغاز  
ہو ابد تک رسائی انجام

<sup>228</sup> نسخہ نظامی کی تقلید میں مستند نسخوں میں بھی یہاں "اس" چھپا ہے۔ نسخہ نظامی میں یہ سہوِ کتابت معلوم ہوتا ہے کیوں کہ "اس رقم" میں اشارہ قریبی تحریرِ ما بعد یعنی آخری شعر کی طرف ہے۔ نظر بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>229</sup> چند نسخوں میں "روانی" ہے۔ اکثر جگہ 'روانی' کر دیا گیا ہے جو غلط ہے۔ (اعجاز عبید)  
مزید: بعض نسخوں میں "روانی" جگہ "روانٹی" چھپا ہے، غالب نے "رسانی" کے مقابلے میں "روانی" لکھا تھا۔ دیکھئے طباطبائی۔ (حامد علی خان)

مزید: ہم نے متن میں اکثر مستند نسخوں کی تقلید میں "روانٹی" کو ترجیح دی ہے۔ (جویریہ مسعود)

-4

مدح شاہ

صبح دم دروازہ خاور کھلا  
 مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا  
 خسروِ انجم کے آیا صرف میں  
 شب کو تھا گنجینہ گوہر کھلا  
 وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود  
 صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا  
 ہیں کواکب، کچھ نظر آتے ہیں کچھ  
 دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا  
 سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو  
 موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا  
 صبح آیا جانبِ مشرق نظر  
 اک نگارِ آتشیں رُخ، سر کھلا  
 تھی نظر بندی، کیا جب ردِّ سحر  
 بادۂ گل رنگ کا ساغر کھلا  
 لا کے ساقی نے صبوحی کے لئے  
 رکھ دیا ہے ایک جامِ زر کھلا  
 بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ  
 کعبۂ امن و امان کا در کھلا  
 تاجِ زرّیں مہرِ تاباں سے سوا  
 خسروِ آفاق کے منہ پر کھلا  
 شاہِ روشن دل، بہادر شہ، کہ ہے  
 رازِ ہستی اس پہ سر تا سر کھلا  
 وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں  
 مقصدِ نہ چرخ و ہفت اختر کھلا  
 وہ کہ جس کے ناخنِ تاویل سے  
 عقدہ احکام پیغمبر کھلا  
 پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام  
 اُن کے سرہنگوں کا جب دفتر کھلا  
 رؤشناسوں کی جہاں فہرست ہے  
 وان لکھا ہے چہرہ قیصر کھلا

ق

توسن شہ میں ہے وہ خوبی کہ جب



تھان سے وہ غیرتِ صرصر کھلا  
 نقشِ پا کی صورتیں وہ دل فریب  
 تو کہے بت خانہ آزر کھلا  
 مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے  
 منصبِ مہر و مہ و محور کھلا  
 لاکھ عقدے دل میں تھے، لیکن ہر ایک  
 میری حدُّ وُسع سے باہر کھلا  
 تھا دلِ وابستہ قفلِ بے کلید  
 کس نے کھولا، کب کھلا، کیوں کر کھلا؟  
 باغِ معنی کی دکھاؤں<sup>230</sup> گا بہار  
 مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا  
 ہو جہاں گرم غزلِ خوانی نَفَس  
 لوگ جانیں طبلہٴ عنبر کھلا

### غزل

کُنچ میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا  
 کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا  
 ہم پکاریں، اور کھلے، یوں کون جائے  
 یار کا دروازہ پاویں گر کھلا  
 ہم کو ہے اس راز داری پر گھمنڈ  
 دوست کا ہے راز دشمن پر کھلا  
 واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ  
 زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا  
 ہاتھ سے رکھ دی کب ابرو نے کماں  
 کب کمر سے غمزے کی خنجر کھلا  
 مُفت کا کس کو بُرا ہے بدرقہ  
 رہروی میں پردہٴ رہبر کھلا  
 سوزِ دل کا کیا کرے بارانِ اشک  
 آگ بھڑکی، مینہ اگر دم بھر کھلا  
 نامے کے ساتھ آ گیا پیغامِ مرگ  
 رہ گیا خطِ میری چھاتی پر کھلا  
 دیکھیو غالب سے گر الجھا کوئی  
 بے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا  
 پھر ہوا مدحتِ طرازی کا خیال  
 پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا

<sup>230</sup> نسخہ عرشی اور بعض دیگر مستند نسخوں میں "دکھا دوں گا" ہے مگر نسخہ نظامی میں، نیز دیگر قدیم نسخوں "میں دکھاؤں گا" ہی ہے۔ (حامد خ)

خامے نے<sup>231</sup> پائی طبیعت سے مدد  
 بادباں بھی، اٹھتے ہی لنگر، کھلا  
 مدح سے، ممدوح کی دیکھی شگوه  
 یاں عَرَض سے رُتَبہ جوہر کھلا  
 مہر کانپا، چرخ چگر کھا گیا  
 بادشہ کا رائت لشکر کھلا  
 بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب  
 اب غُلُو پایہ منبر کھلا  
 سیکہ شہ کا ہوا ہے رو شناس  
 اب عیار ابروئے زر کھلا  
 شاہ کے آگے دھرا ہے اٹنہ  
 اب مالِ سعی اسکندر کھلا  
 ملک کے وارث کو دیکھا خَلق نے  
 اب فریبِ طغرل و سنجر کھلا  
 ہو سکے کیا مدح، ہاں، اک نام ہے  
 دفترِ مدح جہاں داور کھلا  
 فکر اچھی پر ستائش نا تمام  
 عجزِ اعجازِ ستائش گر کھلا  
 جانتا ہوں، بے خطِ لوحِ ازل  
 تم پہ اے خاقان نام اور! کھلا  
 تم کرو صاحبِ قرانی، جب تلک  
 بے طلسمِ روز و شب کا در کھلا!

-5-

ایلین براؤن  
 ملاذِ کشور و لشکر، پناہ شہر و سپاہ  
 جنابِ عالی ایلن برون والا جاہ  
 بلند رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر  
 کہ باج تاج سے لیتا ہے جس کا طرفِ کلاہ  
 وہ محض رحمت و رافت کہ بہرِ اہلِ جہاں  
 نیابتِ دمِ عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ  
 وہ عین عدل کہ دہشت سے جس کی پرسش کی  
 بنے ہیں شعلہ آتش انیس پرّہ کاہ  
 زمیں سے سودہ گوہر اٹھے بجائے غبار

231 نسخہ مہر میں " پائیں " (جویرہ مسعود)

مزید: نسخہ عرشی میں یہ مصرع یوں چھپا ہے: خامے سے پائی طبیعت نے مدد۔ دونوں طرح شعر تقریباً ہم معنی ہی رہتا ہے۔ متن نسخہ نظامی کے مطابق ہے۔ نسخہ مہر میں دوسرا مصرع یوں چھپا ہے: بادباں کے اٹھتے ہی لنگر کھلا یہ صریحاً سہو کتابت ہے۔ لنگر اٹھتا، بادباں کھلتا ہے۔ (حامد علی خان)

جہاں ہو تو سنِ حشمت کا اس کے جولان گاہ  
 وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں " الہی شکر "  
 وہ خشمگین ہو تو گردوں کہے " خدا کی پناہ "  
 یہ اس کے عدل سے اصداد کو ہے آمیزش  
 کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہ ہر سرِ راہ  
 ہزبر پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا  
 کبھی جو ہوتی ہے الجھی ہوئی دُم رو باہ  
 نہ آفتاب، ولے آفتاب کا ہم چشم  
 نہ بادشاہ، ولے مرتبے ہیں ہمسرِ شاہ  
 خدا نے اس کو دیا ایک خوہرو فرزند  
 ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوئے ماہ  
 زبے ستارہ روشن کہ جو اسے دیکھے  
 شعاعِ مہرِ درخشاں ہو اس کا تارِ نگاہ  
 خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں  
 بنے گا شرق سے تا غرب اس کا بازی گاہ  
 جوان ہو کے کرے گا یہ وہ جہان بانی  
 کہ تابع اس کے ہوں روز و شب سپید و سیاہ  
 کہے گی خلق اسے داورِ سپہرِ شگُوہ  
 لکھیں گے لوگ اسے خسرو ستارہ سپاہ  
 عطا کرے گا خداوندِ کارساز اسے  
 روانِ روشن و خوئے خوش و دلِ آگاہ  
 ملے گی اس کو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اسے  
 پڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاجِ گواہ  
 یہ ترکتاز سے برہم کرے گا کشورِ روس  
 یہ لے گا بادشہ چیں سے چھین، تخت و کلاہ  
 سنینِ عیسوی اٹھارہ سو اور اٹھاون  
 یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و پگاہ  
 یہ جتنے سیکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں  
 دراز اس کی ہو عمر اس قدر، سخن کوتاہ

امید وارِ عنایات "شیو نرائن"  
 کہ آپ کا ہے نمک خوار اور دولت خواہ  
 یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عز و جاہ کے ساتھ  
 تمہیں اور اس کو سلامت رکھے سدا اللہ۔

## والی الور کی سالگرہ پر

گئی ہیں سال کے رشتے میں بیس بار گرہ  
 ابھی حساب میں باقی ہیں سو ہزار گرہ  
 گرہ کی ہے یہی گنتی کہ تا بہ روز شمار  
 ہوا کرے گی ہر اک سال، پیش کار گرہ  
 یقین جان! برس گانٹھ کا جو ہے تاگا  
 یہ کہکشاں ہے کہ ہیں اس میں بے شمار گرہ  
 گرہ سے اور گرہ کی امید کیوں نہ پڑے  
 کہ ہر گرہ کی گرہ میں ہیں تین چار گرہ  
 دکھاکے رشتہ کسی جوتشی سے پوچھا تھا  
 کہ دیکھو کتنی اٹھالائے گا یہ تار گرہ  
 کہا کہ چرخ پہ ہم نے گئی ہیں نو گرہیں  
 جو یاں گنیں گے تو پاویں گے نو ہزار گرہ  
 خود آسماں ہے مہا راجا راؤ پر صدقے  
 کرے گا سیکڑوں، اس تار پر نثار گرہ  
 وہ راؤ راجا بہادر کہ حکم سے جن کے  
 رواں ہو تار پہ فی الفور دانہ وار گرہ  
 انہیں کی سالگرہ کے لئے ہے سال بہ سال  
 کہ لائے غیب سے غنچوں کی نو بہار گرہ  
 انہیں کی سالگرہ کے لئے بناتا ہے  
 ہوا میں بوند کو ابر تگرگ بار گرہ  
 انہیں کی سالگرہ کی یہ شادمانی ہے  
 کہ ہو گئے ہیں گہرہائے شاہوار گرہ  
 انہیں کی سالگرہ کے لئے ہے یہ توقیر  
 کہ بن گئے ہیں ٹمربائے شاخسار گرہ  
 سن، اے ندیم! برس گانٹھ کے یہ تاگے نے  
 تجھے بناؤں کہ کیوں کی ہے یہ اختیار گرہ  
 پئے دعائے بقائے جناب فیض مآب  
 لگے گی اس میں ثوابت کی استوار گرہ  
 ہزار دانہ کی تسبیح چاہتا ہے یہی  
 بلامبالغہ درکار ہے ہزار گرہ  
 عطا کیا ہے خدا نے یہ جذبہ اس کو  
 کہ چھوڑتا ہی نہیں رشتہ زینہار گرہ  
 کشادہ رخ نہ پھرے کیوں جب اس زمانے میں  
 بچے نہ از پے بند نقاب یار گرہ  
 متاع عیش کا ہے قافلہ چلا آتا

کہ جادہ رشتہ ہے اور ہے شتر قطار گرہ  
خدا نے دی ہے وہ غالب کو، دستگاہِ سخن  
کروڑ ڈھونڈ کے لاتا ہے خاکسار گرہ  
کہاں مجالِ سخن؟ سانس لے نہیں سکتا  
پڑی ہے دل میں مرے، غم کی پیچ دار گرہ  
گرہ کا نام لیا پر نہ کرسکا کچھ بات  
زباں تک آ کے، ہوئی اور استوار گرہ  
کھلے یہ گانٹھ تو البتہ دم نکل جاوے  
بری طرح سے ہوئی ہے گلے کا ہار گرہ  
ادھر نہ ہوگی توجہ حضور کی جب تک  
کبھی کسے سے کھلے گی نہ زینہار گرہ  
دعا ہے یہ کہ مخالف کے دل میں از رہِ بغض  
پڑی ہے یہ جو بہت سخت نابکار گرہ  
دل اس کا پھوڑ کے نکلے بہ شکل پھوڑے کی  
خدا کرے کہ کرے اس طرح ابھار گرہ

-7-

میکلوڈ صاحب کی خدمت میں

کرتا ہے چرخ روز بصد گونہ احترام  
فرماں روائے کشور پنجاب کو سلام  
حق گو و حق پرست و حق اندیش و حق شناس  
نواب مستطاب، امیر شہ احتشام  
جم رتبہ میکلوڈ بہادر کہ وقتِ رزم  
تُرکِ فلک کے ہاتھ سے وہ چھین لیں حُسام  
جس بزم میں کہ ہو انہیں ائینِ میکشی  
واں آسمان شیشہ بنے، آفتاب جام  
چاہا تھا میں نے تم کو مہ چار دہ کہوں  
دل نے کہا کہ یہ بھی ہے تیرا خیالِ خام  
دو رات میں تمام ہے ہنگامہ ماہ کا  
حضرت کا عز و جاہ رہے گا علی الدوام  
سچ ہے تم آفتاب ہو، جس کے فروغ سے  
دریائے نور ہے فلکِ ابگینہ فام  
میری سنو، کہ آج تم اس سرزمین پر  
حق کے تفضلات سے ہو مرجعِ انام  
اخبارِ لدھیانہ میں، میری نظر پڑی  
تحریر ایک، جس سے ہوا بندہ تلخ کام  
ٹکڑے ہوا ہے دیکھ کے تحریر کو جگر  
کاتب کی آستیں ہے مگر تیغ بے نیام  
وہ فرد جس میں نام ہے میرا غلط لکھا  
جب یاد آگئی ہے، کلیجا لیا ہے تھام  
سب صورتیں بدل گئیں ناگاہ یک قلم  
لمبر رہا نہ نذر، نہ خلعت کا انتظام  
سٹر برس کی عمر میں یہ داغ جاں گداز  
جس نے جلا کے راکھ مجھے کر دیا تمام  
تھی جنوری مہینے کی تاریخ تیر ہوئی  
استادہ ہو گئے لبِ دریا پہ جب خیام  
اس بزم پر فروغ میں اس تیرہ بخت کو  
لمبر ملا نشیب میں از روئے اہتمام  
سمجھا اسے گراب، ہوا پاش پاش دل  
دربار میں جو مجھ پہ چلی چشمکِ عوام  
عزت پہ اہل نام کی ہستی کی ہے بناء  
عزت جہاں گئی تو نہ ہستی رہے نہ نام  
تھا ایک گونہ ناز جو اپنے کمال پر

اس ناز کا فلک نے لیا مجھ سے انتقام  
 آیا تھا وقت ریل کے کھلنے کا بھی قریب  
 تھا بارگاہِ خاص میں خلقت کا اژدہام  
 اس کشمکش میں آپ کا مداح دردمند  
 آقائے نامور سے نہ کچھ کرسکا کلام  
 جو واں نہ کہ سکا تھا وہ لکھا حضور کو  
 دیں آپ میری داد کہ ہوں فائز المرام  
 ملک و سپہ نہ ہو تو نہ ہو، کچھ ضرر نہیں  
 سلطانِ بَر و بحر کے در کا ہوں میں غلام  
 وکٹوریہ کا دہر میں جو مداحِ خوان ہو  
 شاہانِ مصر چاہیئے لیں عزت اس سے وام  
 خود ہے تدارک اس کا گورنمنٹ کو ضرور  
 ہے وجہ کیوں ذلیل ہو غالب ہے جس کا نام  
 امرِ جدید کا تو نہیں ہے مجھے سوال  
 بارے قدیم قاعدے کا چاہیئے قیام  
 ہے بندہ کو اعادہ عزت کی آرزو  
 چاہیں اگر حضور تو مشکل نہیں یہ کام  
 دستورِ فنّ شعر یہی ہے قدیم سے  
 یعنی دعا پہ مدح کا کرتے ہیں اختتام  
 ہے یہ دعا کہ زیرِ نگیں آپ کے رہے  
 اقلیمِ ہند و سند سے تا ملکِ روم و شام

-8-

نَوَّابِ یوسفِ علیٰ خاں

مرحبا سالِ فرّخی آئیں  
 عیدِ شَوّال و ماہِ فروردین  
 شب و روز افتخارِ لیل و نہار  
 مہ و سال اشرفِ شہور و سنیں  
 گرچہ ہے بعدِ عید کے نوروز  
 لیک، بیش از سہ ہفتہ بعد نہیں  
 سُو اس آگیس دن میں ہولی کی  
 جابجا مجلسیں ہوئیں رنگیں  
 شہر میں کو بکو عبیر و گلال  
 باغ میں سو بہ سو گل و نسریں  
 شہر گویا نمونہ گلزار  
 باغ گویا نگارخانہ چیں  
 تین تہوار اور ایسے خوب  
 جمع ہرگز ہوئے نہ ہوں گے کہیں  
 پھر ہوئی ہے اسی مہینے میں  
 منعقدِ محفلِ نشاطِ قریں  
 محفلِ غسلِ صحتِ نَوَّاب  
 رونق افزائے مسندِ تمکین  
 بزم گہ میں، امیرِ شاہ نشاں  
 رزم گہ میں حریفِ شیرِ کمین  
 جن کے مسند کا آسماں گوشہ  
 جن کی خاتم کا آفتابِ نگین  
 جن کے دیوارِ قصر کے نیچے  
 آسماں ہے گدائے سایہ نشین  
 دہر میں اس طرح کی بزمِ سرور  
 نہ ہوئی ہو کبھی بہ روئے زمین  
 انجمیں چرخ، گوہرِ آگینِ فرش  
 نور، مے، ماہ، ساغرِ سیمیں

راجا اندر کا جو اکھاڑا ہے  
 ہے وہ بالائے سطحِ چرخِ بریں  
 وہ نظرگاہِ اہلِ وہم و خیال  
 یہ ضیاءِ بخشِ چشمِ اہلِ یقین  
 واں کہاں یہ عطاء و بذل و کرم؟



کہ جہاں گریہ گر کا نام نہیں  
 ہاں زمیں پر نظر جہاں تک جائے  
 ژالہ آسا بچھے ہیں درّ ثمیں  
 نغمہ مطربانِ زبرہ نوا  
 جلوہ لولیانِ ماہ جبین  
 اس اکھاڑے میں جو کہ ہے مذنون  
 یاں وہ دیکھا بہ چشمِ صورت بین  
 سرورِ مہر فر ہوا جو سوار  
 بہ کمالِ تجمل و تزئین  
 سب نے جانا کہ ہے پری توسن  
 اور بالِ پری ہے دامنِ زین  
 نقشِ سمّ سمند سے، یکسر  
 بن گیا دشتِ دامنِ گلچین  
 فوج کی گردِ راہ مشکِ فشاں  
 رہروؤں کے مشامِ عطر آگین  
 بس کہ بخشی ہے فوج کو عزّت  
 فوج کا ہر پیادہ ہے فرزین  
 موکبِ خاص یوں زمیں پر تھا  
 جس طرح ہے سپہر پر پرویں  
 چھوڑ دیتا تھا گور کو بہرام  
 ران پر داغِ تازہ دے کے وہیں  
 اور داغِ آپ کی غلامی کا  
 خاص بہرام کا ہے زیبِ سرین  
 بندہ پرور ثنا طرازی سے  
 مدّعا عرضِ فنّ شعر نہیں  
 آپ کی مدح اور میرا منہ  
 گر کہوں بھی تو آئے کس کو یقین  
 اور پھر اب کہ ضعفِ پیری سے  
 ہو گیا ہوں نزار و زار و حزین  
 پیری و نیستی خدا کی پناہ  
 دستِ خالی و خاطرِ غمگین  
 صرف اظہار ہے ارادت کا  
 بے قلم کی جو سجدہ ریز جبین  
 مدح گستر نہیں دعاگو ہے  
 غالبِ عاجز نیاز آگین  
 بے دعا بھی یہی کہ دنیا میں  
 تم رہو زندہ جاوداں، آمین

-9

## مدح نصرت الملک بہادر

نُصرت الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے  
تجھ سے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات سے ہے؟  
گرچہ تُو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے  
رونقِ بزمِ مہ و مہر تری ذات سے ہے  
اور میں وہ ہوں کہ ، گر جی میں کبھی غور کروں  
غیر کیا ، خود مجھے نفرت میری اوقات سے ہے  
خستگی کا ہو بھلا ، جس کے سبب سے سرِ دست  
نسبتِ اکِ گونہ مرے دل کو ترے ہات سے ہے  
ہاتھ میں تیرے رہے تو سنِ دولت کی عنان  
یہ دُعا شام و سحر قاضی حاجات سے ہے  
تُو سکندر ہے ، مرا فخر ہے ملنا تیرا  
گو شرفِ خضر کی بھی مجھ کو ملاقات سے ہے  
اس پہ گزرے نہ گماں ریو و ریا کا زہار  
غالبِ خاک نشین اہلِ خرابات سے ہے

-10

## در مدح شاہ

اے شاہِ جہاں گیر جہاں بخش جہاں دار  
ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت  
جو عقدہٴ دُشوار کہ کوشش سے نہ وا ہوا  
تو وا کرے اُس عقدے کو ، سو بھی بہ اشارت  
ممکن ہے ، کرے خضر سکندر سے ترا ذکر  
گر لب کو نہ دے چشمہٴ حیوان سے طہارت  
آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا  
ہے فخرِ سلیمان ، جو کرے تیری وزارت  
ہے نقشِ مُریدی ترا ، فرمانِ الہی  
ہے داغِ غلامی ترا ، توفیقِ امارت  
تُو آب سے گر سلب کرے طاقتِ سیلاں  
تو آگ سے گر دفع کرے تابِ شرارت  
دُھونڈے نہ ملے موجہٴ دریا میں روانی  
باقی نہ رہے آتشِ سوزاں میں حرارت  
ہے گر چہ مجھے نُکتہ سرائی میں تو غل

ہے گر چہ مجھے سحر طرازی میں مہارت  
کیوں کر نہ کروں مدح کو میں ختم دُعا پر  
قاصر ہے ستائش<sup>232</sup> میں تیری ، میری عبارت  
نور روز ہے آج اور وہ دن ہے کہ ہوئے ہیں  
نظارگیٰ صنعتِ حق اہلِ بصارت  
تجھ کو شرفِ مہرِ جہانتاب مُبارک !  
غالب کو ترے عتبہ عالی کی زیارت !

---

<sup>232</sup> نسخہ نظامی میں: ستائش " جی جگہ " شکایت " چھپا ہے ، ستائش ہی بہ ظاہر درست ہے۔ (حامد علی خان)

-11-

گزارش مصنف بحضور شاہ

اے شہنشاہِ آسمان اورنگ  
 اے جہاندارِ آفتاب آثار  
 تھا میں اک بے نوائے گوشہ نشین  
 تھا میں اک دردمندِ سینہ فگار  
 تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی  
 ہوئی میری وہ گرمی بازار  
 کہ ہوا مجھ سا ذرہ ناچیز  
 روشناسِ ثوابت و سیار  
 گر چہ از روئے ننگ و بے ہنری  
 ہوں خود اپنی نظر میں اتنا خوار  
 کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی  
 جانتا ہوں کہ آئے خاک کو عار  
 شاد ہوں لیکن اپنے جی میں، کہ ہوں  
 بادشہ کا غلامِ کار گزار  
 خانہ زاد اور مُرید اور مداح  
 تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار  
 بارے نوکر بھی ہو گیا صد سُکر  
 نسبتیں ہو گئیں مُشخص چار  
 نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں  
 مُدعائے ضروری الاظہار  
 پیر و مُرشد! اگرچہ مجھ کو نہیں  
 ذوقِ آرائشِ سر و دستار  
 کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر  
 تانہ دے بادِ زمہریر آزار  
 کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش  
 جسم رکھتا ہوں، بے اگرچہ نزار  
 کچھ خریدا نہیں ہے اب کے سال  
 کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار  
 رات کو آگ اور دن کو دُھوپ!  
 بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار!  
 آگ تاپے کہاں تلک انسان  
 دُھوپ کھاوے<sup>233</sup> کہاں تلک جاندار  
 دُھوپ کی تابش، آگ کی گرمی!

<sup>233</sup> نسخہ مہر میں "کھائے" (جویریہ مسعود)

وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ !  
 میری تنخواہ جو مقرر ہے  
 اُس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار  
 رسم ہے مُردے کی چھ ماہی ایک  
 خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار  
 مجھ کو دیکھو تو <sup>234</sup> ، ہوں بہ قیدِ حیات  
 اور چھ ماہی ہو سال میں دوبار !  
 بس کہ لیتا ہوں پر مہینے قرض  
 اور رہتی ہے سود کی تکرار  
 میری تنخواہ میں تہائی کا  
 ہو گیا ہے شریک ساٹھو کار  
 آج مجھ سا نہیں زمانے میں  
 شاعرِ نغزگوئے خوش گفتار  
 رزم کی داستان گر سنئیے  
 ہے زباں میری تیغ جوہر دار  
 بزم کا التزام گر کیجے  
 ہے قلم میری <sup>235</sup> ابرِ گوہر بار  
 ظلم ہے گر نہ دو سُخن کی داد  
 قہر ہے گر کرو نہ مجھ کو پیار  
 آپ کا بندہ ، اور پھروں ننگا ؟  
 آپ کا نوکر ، اور کھاؤں ادھار ؟  
 میری تنخواہ کیجے ماہ بہ ماہ  
 تا ، نہ ہو مجھ کو زندگی دُشوار  
 ختم کرتا ہوں اب دُعا پہ کلام:  
 (شاعری سے نہیں مجھے سروکار)  
 ثم سلامت رہو ہزار برس  
 ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

<sup>234</sup> بعض قدیم و جدید نسخوں میں "تو" کی جگہ "کہ" چھپا ہے۔ متن نسخہ نظامی کے مطابق ہے۔ (حامد علی خان)

<sup>235</sup> غالب نے قلم مذکور و مونث دونوں طرح لکھا ہے۔ (حامد علی خان)

## مثنوی

-1

در صفتِ انبہ

ہاں، دلِ درد مندِ زمزمہ ساز  
 کیوں نہ کھولے درِ خزینہ راز  
 خامے کا صفحے پر رواں ہونا  
 شاخِ گل کا بے گلفشاں ہونا  
 مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے؟  
 نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے!  
 بارے، آموں کا کچھ بیاں ہو جائے  
 خامہ نخلِ رطبِ فشاں ہو جائے  
 ام کا کون مردِ میدان ہے  
 ثمر و شاخ گوئے و چوگاہ ہے  
 تاک کے جی میں کیوں رہے ارماں  
 آئے، یہ گوئے اور یہ میدان  
 ام کے آگے پیش جاوے<sup>236</sup> خاک  
 پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک  
 نہ چلا جب کسی طرح مقدور  
 بادۂ ناب بن گیا انگور  
 یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے  
 شرم سے پانی پانی ہونا ہے  
 مجھ سے پوچھو، تمہیں خبر کیا ہے!  
 ام کے آگے نیشکر کیا ہے!  
 نہ گل اس میں نہ شاخ و برگ، نہ بار<sup>237</sup>  
 جب خزاں آئے تب ہو اس کی بہار<sup>238</sup>  
 اور دوڑائیے قیاس کہاں  
 جان شیریں میں یہ مٹھاس کہاں  
 جان میں ہوتی گر یہ شیرینی  
 کوہکن باوجودِ غمگینی

<sup>236</sup> نسخہ مہر میں "جائے" (جویریہ مسعود)

<sup>237</sup> نسخہ آسی میں "نہ شاخ و برگ و بار (جویریہ مسعود)

<sup>238</sup> جب خزاں ہو تب آئے اس کی بہار (نسخہ مہر)

جان دینے میں اس کو یکتا جان  
 پر وہ یوں سہل دے نہ سکتا جان  
 نظر آتا ہے یوں مجھے یہ ثمر  
 کہ دوا خانہ ازل میں، مگر  
 آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام  
 شیرے کے تار کا ہے ریشہ نام  
 یا یہ ہوگا، کہ فرطِ رافت سے  
 باغبانوں نے باغِ جنت سے  
 انگیوں کے، بہ حکم رب الناس  
 بھر کے بھیجے ہیں سرِ ہمہرِ گلاس  
 یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات  
 مدتوں تک دیا ہے آبِ حیات  
 تب ہوا ہے ثمرِ فشاں یہ نخل  
 ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نخل  
 تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس  
 رنگ کا زرد پر کہاں بو باس  
 آم کو دیکھتا اگر اک بار  
 پھینک دیتا طلائے دستِ افشار  
 رونقِ کارگاہِ برگ و نوا  
 نازشِ دودمانِ آب و ہوا  
 رہروِ راہِ خلد کا توشہ  
 طوبیٰ و سدرہ کا جگر گوشہ  
 صاحبِ شاخ و برگ<sup>239</sup> و بار ہے آم  
 ناز پروردہ بہار ہے آم  
 خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو  
 نو برِ نخلِ باغِ سلطان ہو  
 وہ کہ ہے والیٰ ولایتِ عہد  
 عدل سے اس کے ہے حمایتِ عہد  
 فخرِ دینِ عزِ شان و جاہِ جلال<sup>240</sup>  
 زینتِ طینت و جمالِ کمال  
 کارِ فرمائے دین و دولت و بخت  
 چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت  
 سایہ اس کا ہما کا سایہ ہے  
 خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے  
 اے مفیضِ وجودِ سایہ و نور!

<sup>239</sup> نسخہ مہر میں "شاخِ برگ و بار" (جویریہ مسعود)

<sup>240</sup> نسخہ مہر میں "عزِ جاہ و شانِ جلال" چھپا ہے۔ اس سے کوئی خاص معنوی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ (حامد علی خان)

جب تلک ہے نمودِ سایہ و نور  
 اس خداوندِ بندہ پرور کو  
 وارثِ گنج و تخت و افسر کو  
 شاد و دلشاد و شادمان رکھیو  
 اور غالب پہ مہرباں رکھیو!

-2

ایک دن مثلِ پتنگ کاغذی  
 لے کے دل سر رشتہ آزادگی  
 خود بخود کچھ ہم سے گنیانے لگا  
 اس قدر بگڑا کہ سر کھانے لگا  
 میں کہا، اے دل، ہوائے دلبراں!  
 بس کہ تیرے حق میں رکھتی ہے زیاں  
 بیچ میں ان کے نہ آنا زینہار  
 یہ نہیں ہیں گے کسے کے یارِ غار  
 گورے پنڈے پر نہ کر ان کے نظر  
 کھینچ لیتے ہیں یہ ڈورے ڈال کر  
 اب تو مل جائے گی ان سے تیری گانتھ  
 لیکن آخر کو پڑے گی ایسی سانٹھ<sup>241</sup>  
 سخت مشکل ہوگا سلجھانا تجھے  
 قہر ہے، دل ان میں الجھانا تجھے  
 یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے  
 بھول مت اس پر اڑاتے ہیں تجھے  
 ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں  
 مفت میں ناحق کٹا دیں گے کہیں  
 دل نے سن کر۔ کانپ کر، کہا پیچ و تاب  
 غوطے میں جا کر، دیا کٹ کر جواب  
 رشتہ در گردنم افگندہ دوست  
 می بُرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

<sup>241</sup> نسخہ مہر میں یہ شعر اس طرح درج ہے:

اب تو مل جائے گی ان سے تیری سانٹھ

لیکن آخر کو پڑے گی ایسی گانتھ

(جویرہ مسعود)



## خمسه

تضمین بر غزل بہادر شاہ ظفر

گھستے گھستے پاؤں کی زنجیر آدھی رہ گئی  
مر گئے پر قبر کی تعمیر آدھی رہ گئی  
سب ہی پڑھتا کاش، کیوں تکبیر آدھی رہ گئی  
"کھنچ کے، قاتل! جب تری شمشیر آدھی رہ گئی  
غم سے جانِ عاشقِ دل گیر آدھی رہ گئی"

بیٹھ رہتا لے کے چشم پُر نم اس کے روبرو  
کیوں کہا تو نے کہ کہہ دل کا غم اس کے روبرو  
بات کرنے میں نکلتا ہے دم اس کے روبرو  
"کہہ سکے ساری حقیقت کب ہم اس کے روبرو  
ہم نشیں! آدھی ہوئی تقریر، آدھی رہ گئی"

تو نے دیکھا! مجھ پہ کیسی بن گئی، اے رازدار!  
خواب و بیداری پہ کب ہے آدمی کو اختیار  
مٹل زخم آنکھوں کو سی دیتا، جو ہوتا ہوشیار  
"کھینچتا تھا رات کو میں خواب میں تصویرِ یار  
جاگ اٹھا جو، کھینچنی تصویر آدھی رہ گئی"

غم نے جب گھیرا، تو چاہا ہم نے یوں، اے دل نواز!  
مستیِ چشمِ سیہ سے چل کے ہوویں چارہ ساز  
تو صدائے پا سے جاگا تھا، جو محو خوابِ ناز  
"دیکھتے ہی اے ستم گر! تیری چشمِ نیم باز  
کی تھی پوری ہم نے جو تدبیر، آدھی رہ گئی"

اس بتِ مغرور کو کیا ہو کسی پر التفات  
جس کے حسنِ روز افزوں کی یہ اک ادنیٰ ہے بات  
ماہِ نو نکلے پہ گزری ہوں گی راتیں پان سات  
"اس رُخِ روشن کے آگے ماہِ یک ہفتہ کی رات  
تابشِ خورشیدِ پُر تنویر آدھی رہ گئی"

تا مجھے پہنچائے کاش، بختِ بد ہے گھات میں

ہاں فراوانی! اگر کچھ ہے، تو بے آفات میں  
 جُز غم داغ و الم، گھاٹا ہے ہر اک بات میں  
 "کم نصیبی اس کو کہتے ہیں کہ میرے ہات میں  
 آتے ہی خاصیتِ اکسیرِ ادھی رہ گئی"

سب سے یہ گوشہ کنارے ہے، گلے لگ جا مرے  
 آدمی کو کیا پکارے ہے، گلے لگ جا مرے  
 سر سے گر چادر اتارے ہے، گلے لگ جا مرے  
 "مانگ کیا بیٹھا سنوارے ہے، گلے لگ جا مرے  
 وصل کی شب، اے بتِ بے پیرِ ادھی رہ گئی"

میں یہ کیا جانوں کہ وہ کس واسطے ہوں پھر گئے  
 پھر نصیب اپنا، انہیں جاتے سنا، جوں پھر گئے  
 دیکھنا قسمت وہ آئے، اور پھر یوں پھر گئے  
 "آ کے ادھی دور، میرے گھر سے وہ کیوں پھر گئے  
 کیا کشش میں دل کی ان تاثیرِ ادھی رہ گئی"

ناگہاں یاد آگئی ہے مجھ کو، یا رب! کب کی بات  
 کچھ نہیں کہتا کسی سے، سن رہا ہوں سب کی بات  
 کس لئے تجھ سے چھپاؤں، ہاں! وہ پرسوں شب کی بات  
 "نامہ بر جلدی میں تیری وہ جو تھی مطلب کی بات  
 خط میں ادھی ہو سکی، تحریرِ ادھی رہ گئی"

ہو تجلی برق کی صورت میں، ہے یہ بھی غضب  
 پانچ چہ گھنٹے تو ہوتی فرصتِ عیش و طرب  
 شام سے آتے تو کیا اچھی گزرتی رات سب  
 "پاس میرے وہ جو آئے بھی، تو بعد از نصف شب  
 نکلی ادھی حسرت، اے تقدیر! ادھی رہ گئی"

تم جو فرماتے ہو، دیکھ اے غالبِ آشفتنہ سر  
 ہم نہ تجھ کو منع کرتے تھے، گیا کیوں اُس کے گھر؟  
 جان کی پاؤں اماں، باتیں یہ سب سچ ہیں مگر  
 "دل نے کی ساری خرابی، لے گیا مجھ کو ظفر  
 واں کے جانے میں مری توقیرِ ادھی رہ گئی"

## مرثیہ

ہاں! اے نفسِ بادِ سحرِ شعلہ فشاں ہو  
اے دجلہ خوں! چشمِ ملائک سے رواں ہو  
اے زمزمہ قم! لبِ عیسیٰ پہ فغاں ہو  
اے ماتمیانِ شہِ مظلوم! کہاں ہو

بگڑی ہے بہت بات، بنائے نہیں بنتی  
اب گھر کو بغیر آگ لگائے نہیں بنتی

تابِ سخن و طاقتِ غوغا نہیں ہم کو  
ماتم میں شہِ دیں کے ہیں، سودا نہیں ہم کو  
گھر پھونکنے میں اپنے، مُحابا نہیں ہم کو  
گر چرخ بھی جل جائے تو پروا نہیں ہم کو

یہ خرگہ نُہ پایا جو مدّت سے بپا<sup>242</sup> ہے  
کیا خیمہ شیبیر سے رتبے میں سوا ہے؟

کچھ اور ہی عالم نظر آتا ہے جہاں کا  
کچھ اور ہی نقشہ ہے دل و چشم و زباں کا  
کیسا فلک! اور مہرِ جہاں تاب کہاں کا!  
ہوگا دلِ بے تاب کسی سوختہ جاں کا

اب صاعقہ و مہر میں کچھ فرق نہیں ہے<sup>243</sup>  
گرتا نہیں اس رُو سے کہو برق نہیں ہے

## سلام

سلام اسے کہ اگر بادشہ کہیں اُس کو

<sup>242</sup> نسخہ مہر میں "بہ جا" (جویریہ مسعود)

<sup>243</sup> نسخہ مہر میں یہ مصرعہ اس طرح درج ہے:  
اب مہر میں اور برق میں کچھ فرق نہیں ہے  
(جویریہ مسعود)

تو پھر کہیں کچھ اس سے سوا کہیں اُس کو  
 نہ بادشاہ نہ سلطان یہ کیا ستائش ہے  
 کہو کہ خامس آلِ عبا کہیں اُس کو  
 خدا کی راہ میں ہے شاہی و خسروی کیسی؟  
 کہو کہ رہبرِ راہِ خدا کہیں اُس کو  
 خدا کا بندہ، خداوندگار بندوں کا  
 اگر کہیں نہ خداوند، کیا کہیں اُس کو؟  
 فروغِ جوہرِ ایماں، حسین ابنِ علی  
 کہ شمعِ انجمنِ کبریا کہیں اُس کو  
 کفیلِ بخششِ اُمتِ ہے، بن نہیں پڑتی  
 اگر نہ شافعِ روزِ جزا کہیں اُس کو  
 مسیح جس سے کرے اخذِ فیضِ جاں بخشی  
 ستم ہے گشتہ تیغِ جفا کہیں اُس کو  
 وہ جس کے ماتمیوں پر ہے سلسبیلِ سبیل  
 شہیدِ تشنہ لبِ کربلا کہیں اُس کو  
 عدو کی سمعِ رضا میں جگہ نہ پائے وہ بات  
 کہ جن و انس و ملک سب بجا کہیں اُس کو  
 بہت ہے پایہ گردِ رہِ حسین بلند  
 بقدرِ فہم ہے گرِ کیمیا کہیں اُس کو  
 نظارہ سوز ہے یاں تک ہر ایک ذرّہ خاک  
 کہ لوگ جوہر<sup>244</sup> تیغِ قضا کہیں اُس کو  
 ہمارے درد کی یا رب کہیں دوا نہ ملے  
 اگر نہ درد کی اپنے دوا کہیں اُس کو  
 ہمارا منہ ہے کہ دیں اس کے حسنِ صبر کی داد  
 مگر نبی و علی مرحبا کہیں اُس کو  
 زمامِ ناقہ کف اُس کے میں ہے کہ اہلِ یقین  
 پس از حسین علی پیشوا کہیں اُس کو  
 وہ ریگِ لقمہ<sup>245</sup> وادی میں خامہ فرسا ہے  
 کہ طالبانِ خدا رہنما کہیں اُس کو  
 امامِ وقت کی یہ قدر ہے کہ اہلِ عناد  
 پیادہ لے چلیں اور ناسزا کہیں اُس کو  
 یہ اجتہادِ عجب ہے کہ ایک دشمنِ دین  
 علی سے آگے لڑے اور خطا کہیں اُس کو  
 یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ

<sup>244</sup> نسخہ مہر میں " کہ ایک جوہر " (جویریہ مسعود)

<sup>245</sup> نسخہ مہر میں "لقمہ" (جویریہ مسعود)

بُرا نہ مانیئے گر ہم بُرا کہیں اُس کو  
علی کے بعد حسن، اور حسن کے بعد حسین  
کرے جو ان سے بُرائی، بھلا کہیں اُس کو؟  
نبی کا ہو نہ جسے اعتقاد، کافر ہے  
رکھے امام سے جو بغض، کیا کہیں اُس کو؟  
بھرا ہے غالبِ دل خستہ کے کلام میں درد  
غلط نہیں ہے کہ خونیں نوا کہیں اُس کو

## سہرے

-1

خوش ہو آئے بخت کہ ہے آج تیرے سر سہرا<sup>246</sup>  
 باندھ شہزادہ<sup>247</sup> جواں بخت کے سر پر سہرا  
 کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے!  
 ہے تیرے حُسنِ دل افروز کا زیور سہرا  
 سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کُلاہ  
 مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے تیرا لمبر سہرا  
 ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہوں گے موتی  
 ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا  
 سات دریا کے فراہم کئے ہوں گے موتی  
 تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا  
 رُخ پہ ڈولہا کے جو گرمی سے پسینا ٹپکا  
 ہے رگِ ابرِ گہر بار سراسر سہرا  
 یہ بھی اک ہے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے  
 رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا  
 جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز  
 چاہیے پھولوں کا بھی ایک مقرر<sup>248</sup> سہرا  
 جب کہ اپنے میں سماویں نہ خوشی کے مارے  
 گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا  
 رُخ روشن کی دمک ، گوہرِ غلٹاں<sup>249</sup> کی چمک  
 کیوں نہ دکھلائے فروغِ مہ و اختر سہرا  
 تارِ ریشم کا نہیں ، ہے یہ رگِ ابرِ بہار  
 لائے گا تابِ گرانباری گوہرِ سہرا !  
 ہم سخنِ فہم ہیں ، غالب کے طرفدار نہیں  
 دیکھیں ، اس سہرے سے کہہ دے کوئی بڑھ کر سہرا!<sup>250</sup>

<sup>246</sup> غالب نے یہ سہرا اپنے دیوان میں شامل نہیں کیا تھا۔ (حامد علی خان)

<sup>247</sup> نسخہ مہر میں "شہزادے" (ج.م.)

<sup>248</sup> نسخہ حسرت میں "مکرر" چھپا ہے لیکن کسی اور نسخے میں اس کی سند نہیں ملی۔ (حامد علی خان)

<sup>249</sup> اس کی ایک املا "غلطان" بھی ہے (ج.م.)

<sup>250</sup> نسخہ مہر میں یہ مصرعہ اس طرح درج ہے:

دیکھیں ، کہہ دے کوئی اس سہرے سے بڑھ کر سہرا!

(ج.م.)

مزید: محمد حسین آزاد کی آبِ حیات میں "بڑھ کر" کی جگہ بہتر "چھپا ہے مگر مروجہ نسخوں میں اختلاف ہے۔ معلوم نہیں کہ غالب نے کیا کہا تھا۔ (حامد علی خان)

-2

ق۔

ہم نشیں تارے ہیں، اور چاند شہاب الدین خان  
بزمِ شادی ہے فلک، کابکشاں ہے سہرا  
ان کو لڑیاں نہ کہو، بحر کی موجیں سمجھو  
ہے تو کشتی میں، ولے بحرِ رواں ہے سہرا

-3

چرخ تک دھوم ہے، کس دھوم سے آیا سہرا  
چاند کا دائرہ لے، زہرہ نے گایا سہرا  
رشک سے لڑتی ہیں آپس میں الجھ کر لڑیاں  
باندھنے کے لئے جب سر پہ اٹھایا سہرا

-4

## بیانِ مصنّف (گزارشِ غالب)

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی  
اپنا بیانِ حُسنِ طبیعت نہیں مجھے  
سو پُشت سے ہے پیشہ آبا سپہ گری  
کچھ شاعری ذریعہٴ عزت نہیں مجھے  
آزادہ رو ہوں اور میرا مسلک ہے صلحِ گل  
ہر گز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے  
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں  
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے  
اُستادِ شہ سے ہو مجھے پر خاش کا خیال؟  
یہ تاب ، یہ مجال ، یہ طاقت نہیں مجھے  
جامِ جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر  
سو گند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے  
میں کون ، اور ریختہ ، ہاں اس سے مدعا  
جُز انبساطِ خاطرِ حضرت نہیں مجھے  
سہرا لکھا گیا ز رہ امتثالِ امر  
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے  
مقطع میں آ پڑی ہے <sup>251</sup> سخنِ گُسترانہ بات  
مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے  
رُوئے سخنِ کسی کی طرف ہو تو رُوسیاہ  
سودا نہیں ، جُنوں نہیں ، وحشت نہیں مجھے  
قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہیں  
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے  
صادق ہوں اپنے قول میں <sup>252</sup> غالب ، خدا گواہ  
کہتا ہوں سچ کہ جُھوٹ کی عادت نہیں مجھے

<sup>251</sup> نسخہ مہر میں "تھی" (جویریہ مسعود)

<sup>252</sup> آزاد کے آبِ حیات میں "قول کا" چھپا ہے، نسخہ نظامی میں "قول میں" (حامد علی خان)



## قطعات

-1

### گزارشِ غالب

اے شہنشاہِ فلک منظرِ بے مثل و نظیر  
 اے جہاندارِ کرم شیوہِ بے شبہ و عدیل  
 پاؤں سے تیرے ملے فرقِ ارادتِ اورنگ  
 فرق سے تیرے کرے کسبِ سعادتِ اکیل  
 تیرا اندازِ سُخَنِ شانہ زُلفِ الہام  
 تیری رفتارِ قلمِ جُنیشِ بالِ جبریل  
 تجھ سے عالمِ پہ کھلا رابطہٴ قُربِ کلیم  
 تجھ سے دنیا میں بچھا ماندہٴ بَدَلِ خلیل  
 بہ سُخَنِ اَوْجِ دہِ مرتبہٴ معنی و لفظ  
 بہ کرمِ داغِ نِہِ ناصیہٴ قُلُومِ و نیل  
 253 تا، ترے وقت میں ہو عیش و طرب کی توفیر  
 تا، ترے عہد میں ہو رنج و آلم کی تقلیل  
 ماہ نے چھوڑ دیا ثور سے جانا باہر  
 زُبرہ نے ترک کیا حُوت سے کرنا تحویل  
 تیری دانش، مری اصلاحِ مَفاسدِ کی رہین  
 تیری بخشش، مرے اِنجَاحِ مقاصدِ کی کفیل  
 تیرا اقبالِ تَرَحُّمِ مرے جینے کی نوید  
 تیرا اندازِ تَغَاوُلِ مرے مرنے کی دلیل  
 بختِ ناساز نے چاہا کہ نہ دے مجھ کو اماں  
 چرخِ کج باز نے چاہا کہ کرے مجھ کو ذلیل  
 پیچھے ڈالی ہے سرِ رشتہٴ اوقات میں گانٹھ  
 پہلے ٹھونکی ہے بُنِ ناخُنِ تدبیر میں کیل  
 تپشِ دل نہیں ہے رابطہٴ خَوْفِ عظیم  
 کششِ دم نہیں ہے ضابطہٴ جَرِّ ثقیل  
 دُرِ معنی سے مرا صفحہ، لقا کی ڈاڑھی  
 غَمِ گیتی سے مرا سینہ امر<sup>254</sup> کی زنبیل  
 فکرِ میری گُہرِ اندوزِ اشاراتِ کثیر  
 کِلکِ میری رَقَمِ آموزِ عباراتِ قلیل  
 میرے ابہامِ پہ ہوتی ہے تصدُقِ توضیح

<sup>253</sup> نسخہٴ نظامی، سہو کتابت: توقیر۔ (حامد علی خان)

<sup>254</sup> غالب نے اسے جان بوجھ کر الف سے لکھا ہے حالانکہ زنبیل سے مراد عمرِ عیار (جسے عمرو عیار بھی کہتے ہیں) کی زنبیل ہی ہے۔ مبادا یہ دانستہ اس لئے الف سے لکھا ہے کہ کسی کا دھیان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نہ جائے۔ (اعجاز عبید) مزید: غالب نے یہاں "امر" ہی لکھا ہے، یعنی متحرک میم کے ساتھ جن حضرات کا یہ خیال ہے کہ یہاں "عمرو" ہی لکھنا مناسب ہے، انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ "عمرو" میں میم ساکن ہے۔ (حامد علی خان)

میرے اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل  
 نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف  
 جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تعجیل  
 قبلہ کون و مکان ، خستہ نوازی میں یہ دیر؟  
 کعبہ امن و اماں ، عقدہ کُشائی میں یہ ڈھیل؟

-2

گئے وہ دن کہ نا دانستہ غیروں کی وفا داری  
 کیا کرتے تھے تم تقریر، ہم خاموش رہتے تھے  
 بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی ، جانے دو ، مل جاؤ  
 قسم لو ہم سے گر یہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتے تھے

-3

ہائے ہائے

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں !  
 اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے  
 وہ سبزہ زار ہائے مُطرا کہ ، بے غضب !  
 وہ نازنین بُتانِ خود آرا کہ ہائے ہائے !  
 صبر آزما وہ اُن کی نگاہیں کہ حفِ نظر !  
 طاقت رُبا وہ اُن کا اشارا کہ ہائے ہائے !  
 وہ میوہ ہائے تازہ شیریں کہ ، واہ واہ  
 وہ بادہ ہائے نابِ گوارا کہ ہائے ہائے !

در مدح ڈلی 255

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی  
 زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے  
 خامہ انگشت بہ دندان کہ اسے کیا لکھیے  
 ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے  
 مہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے  
 حرزِ بازوئے شگرفانِ خود آرا کہیے  
 مسیِ آلود سر انگشتِ حسیناں لکھیے  
 داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے  
 خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھیے

سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے  
 اخترِ سوختہ قیس سے نسبت دیجے  
 خالِ مشکین رُخِ دل کش لیلیٰ کہیے  
 حجرِ الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض  
 نافہِ ابوءِ بیابانِ خُتن کا کہیے  
 256 وضع میں اس کو اگر سمجھیے قافِ تریاق  
 رنگ میں سبزہٴ نوخیزِ مسیحا کہیے  
 صومعے میں اسے ٹھہرائیے گر مہرِ نماز  
 مے کدے میں اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے  
 کیوں اسے فُقلِ درِ گنجِ محبت لکھیے  
 کیوں اسے نقطہٴ پرکارِ تمنا کہیے  
 کیوں اسے گوہرِ نایابِ تصور کیجے  
 کیوں اسے مردُمکِ دیدہٴ عَنقا کہیے  
 کیوں اسے تکمہٴ پیراہنِ لیلیٰ لکھیے  
 کیوں اسے نقشِ پئے ناقہٴ سلمیٰ کہیے  
 بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجے فرض  
 اور اس چکنی سُپاری کو سُویدا کہیے

-4-

بیسنی روٹی

نہ پُوچھ اس کی حقیقت ، حُضُورِ والا نے  
 مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی رَوَعنی روٹی  
 نہ کھاتے گیہوں ، نکلتے نہ خُلد سے باہر  
 جو کھاتے حضرتِ آدم یہ بیسنی روٹی

-5-

چہار شنبہ آخرِ ماہِ صفر

ہے چار شنبہ آخرِ ماہِ صَفَرِ چلو  
 رکھ دیں چمن میں بھر کے مے مُشک بُو کی ناند  
 جو آئے ، جامِ بھر کے پیے ، اور ہو کے مست  
 سبزے کو رَوندتا پھرے ، پُھولوں کو جائے پھاند  
 غالب یہ کیا بیاں ہے ، بجز مدحِ پادشاہ<sup>257</sup>  
 بھاتی نہیں ہے اب مجھے کوئی نوشت<sup>258</sup> خواند

256 نسخہ مہر میں یہ مصرعہ یوں درج ہے:

وضع میں اس کو سمجھ لیجئے قافِ تریاق (جویریہ مسعود) مزید: غالب نے "سمجھیے" میں میم کو متحرک اور ساکن دونوں طرح استعمال کیا ہے۔ اب اس لفظ میں سکون جائز نہیں۔ نسخہ مہر میں "اگر سمجھیے" کی جگہ "سمجھ لیجیے" چھپا ہے لیکن اور کسی دستیاب نسخے میں یہ شعر یوں نہیں ملا۔ (حامد علی خان)  
 \* نسخہ مہر میں "پادشاہ" (جم)

بٹتے ہیں سونے رُوپے کے چھلے خُضُور میں  
 ہے جن کے آگے سیم و زر و مہر و ماہ ماند  
 یوں سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے  
 لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بے شمار چاند

-6

روزہ

افطارِ صوم کی جسے کچھ دستگاہ ہو  
 اُس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے  
 جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو  
 روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

-7

طائرِ دل

اٹھا اک دن بگولا سا جو کچھ میں جوشِ وحشت میں<sup>259</sup>  
 پھرا آسیمہ سر، گھبرا گیا تھا جی بیابان سے  
 نظر آیا مجھے اک طائرِ مجروح پر بستہ<sup>260</sup>  
 ٹپکتا تھا سرِ شوریدہ دیوارِ گلستان سے  
 کہا میں نے کہ "او گمنام! آخر ماجرا کیا ہے  
 پڑا ہے کام کا تجھ کو کس ستم گر آفتِ جاں سے"  
 بنسا کچھ کھلکھلا کر پہلے، پھر مجھ کو جو پہچانا  
 تو یہ رویا کہ جوئے خوں بہی پلکوں کے داماں سے  
 کہا، "میں صید ہوں اُس کا کہ جس کے دامِ گیسو میں  
 پھنسا کرتے ہیں طائرِ روز آ کر باغِ رضواں سے  
 اسی کی زلف و رُخ کا دھیان ہے شام و سحر مجھ کو  
 نہ مطلبِ کُفر سے ہے اور نہ ہے کچھ کام ایماں سے"  
 بہ چشمِ غور جو دیکھا، مرا ہی طائرِ دل تھا  
 کہ جل کر ہو گیا یوں خاکِ میری آہِ سوزاں سے

-8

خط منظوم بنامِ علانی

<sup>258</sup> نسخہ حمیدہ اور نسخہ مہر میں "نوشت و خواند" چھپا ہے۔ باقی اکثر نسخوں میں (بشمول نسخہ نظامی، عرشی) "نوشت خواند" چھپا

ہے جو اہل زبان بولتے ہیں۔ (حامد علی خان)

<sup>259</sup> چند نسخوں میں یہ شعر یوں درج ہے: اٹھا اک دن بگولہ سا جو تھا کچھ جوشِ وحشت میں (اعجاز عبید)

<sup>260</sup> نسخہ مہر میں "تشنہ" لفظ آیا ہے جو کہ کتابت کی غلطی ہے۔ (جویریہ مسعود)

261 خوشی تو ہے آنے کی برسات کے  
 پئیں بادۂ ناب اور آم کھائیں  
 سر آغازِ موسم میں اندھے ہیں ہم  
 کہ دلی کو چھوڑیں، لوہارو کو جائیں  
 سوا ناچ کے جو ہے مطلوبِ جان  
 نہ واں آم پائیں، نہ انگور پائیں  
 ہوا حکم باورچیوں کو، کہ ہاں  
 ابھی جا کے پوچھو کہ کل کیا پکائیں  
 وہ کھٹے کہاں پائیں املی کے پھول  
 وہ کڑوے کریلے کہاں سے منگائیں  
 فقط گوشت، سو بھیڑ کا ریشہ دار  
 کہو اس کو کیا کھا کے ہم حظ اٹھائیں

-9

قطعہ تاریخ

خُجستہ انجمن طوئے میرزا جعفر  
 کہ جس کے دیکھے سے سب کا ہوا ہے جی محظوظ  
 ہوئی ہے ایسے ہی فرخندہ سال میں غالب  
 نہ کیوں ہو مادۂ سالِ عیسوی "محظوظ" 262

-10

قطعہ تاریخ

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی  
 ہوا بزمِ طرب میں رقصِ نابید  
 کہا غالب سے: "تاریخ اس کی کیا ہے؟"  
 تو بولا: "إنشراح جشنِ جمشید" 263

-11

قطعہ تاریخ

اس کتابِ طربِ نصاب نے جب

261 نسخہ مہر میں مصرعہ یوں ہے: خوشی یہ آنے کی برسات کے (جم)

262 محظوظ سے سال 1854 عیسوی نکلتا ہے  
 263 1270 ہجری

آب و تاب انطباع کی پائی  
 فکرِ تاریخِ سال میں ، مجھ کو  
 ایک صورت نئی نظر آئی  
 ہندسے پہلے سات سات کے دو  
 دیے ناگاہ مجھ کو دکھلائی  
 اور پھر ہندسہ تھا بارہ کا  
 با ہزاراں ہزاراں زیبائی  
 سالِ ہجری تو ہو گیا معلوم <sup>264</sup>  
 بے شمول عبارت آرائی  
 مگر اب ذوقِ بذلہ سنجی کو  
 بے جداگانہ کار فرمائی  
 سات اور سات ہوتے ہیں چودہ  
 بہ امیدِ سعادت افزائی  
 غرض اس سے ہیں چارہ معصوم  
 جس سے ہے چشمِ جاں کو زیبائی  
 اور بارہ امام ہیں بارہ  
 جس سے ایماں کو ہے توانائی  
 اُن کو غالب یہ سال اچھا ہے  
 جو ائمہ کے ہیں تولائی

-12

بلا عنوان <sup>265</sup>

سیہ گلیم ہوں لازم ہے میرا نام نہ لے  
 جہاں میں جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے  
 ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے  
 کہ جو شریک ہو میرا ، شریکِ غالب ہے

-13

سہل تھا مسہل ولے یہ سخت مُشکل آپڑی  
 مجھ پہ کیا گزرے گی ، اتنے روز حاضر بن ہوئے  
 تین دن مسہل سے پہلے ، تین دن مسہل کے بعد  
 تین مُسہل ، تین تیریدیں ، یہ سب گے دن ہوئے؟

-14

<sup>264</sup> 1277 ہجری<sup>265</sup> نسخہ مہر میں اس قطعہ کا عنوان ہے۔ شریکِ غالب (جویریہ مسعود)

266 گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں  
دربار دار لوگ بہم آشنا نہیں  
کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں کرتے ہوئے سلام  
اس سے مُراد یہ ہے کہ ہم آشنا نہیں<sup>267</sup>

-15

ایک اہل درد نے سنسان جو دیکھا قفس  
یوں کہا آتی نہیں اب کیوں صدائے عندلیب؟ 268  
بال و پر دو چار دکھلا کر کہا صیاد نے  
یہ نشانی رہ گئی ہے اب بجائے عندلیب

-16

اے جہاں آفریں خدائے کریم  
ضائع ہفت چرخ، ہفت اقلیم  
نام میکلوڈ جن کا ہے مشہور  
یہ ہمیشہ بصد نشاط و سرور  
عمرو دولت سے شادمان رہیں  
اور غالب پہ مہربان رہیں

-17

گوڑگانویں کی ہے جتنی رعیت، وہ یک قلم  
عاشق ہے اپنے حاکم عادل کے نام کی  
سو یہ نظر فروز قلمدان نذر ہے  
مسٹر کووان صاحب عالی مقام کی

266 نسخہ مہر میں اس قطعہ کا عنوان ہے۔ درباری (جویریہ مسعود)

267 نسخہ مہر میں یہ مصرعہ یوں ہے:

اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں  
(جویریہ مسعود)

268 نسخہ مہر میں یہ مصرعہ اس طرح درج ہے:

یوں کہا آتی نہیں کیوں اب صدائے عندلیب؟ (جویریہ مسعود)

## رباعیات

-1-

شب زُلف و رُخ عَرَقِ فِشَانِ کا غم تھا  
کیا شرح کروں کہ طُرفہ تَرِ عَالَمِ تھا  
رویہ میں ہزار آنکھ سے صُبحِ تلک  
ہر قطرہ اشک دیدہ پُرَنَمِ تھا

-2-

دل سخت نژند ہو گیا ہے گویا  
اُس سے گلہ مند ہو گیا ہے گویا  
پَر یار کے آگے بول سکتے ہی نہیں  
غالبِ منہ بند ہو گیا ہے گویا

-3-

دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالب  
دل رُک رُک کر بند ہو گیا ہے غالب<sup>269</sup>  
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں  
سونا سو گند ہو گیا ہے غالب

-4-

آتشبازی ہے جیسے شغلِ اطفال  
ہے سوزِ جگر کا بھی اسی طور کا حال  
تھا مُوجدِ عشق بھی قیامت کوئی  
لڑکوں کے لئے گیا ہے کیا کھیل نکال !

-5-

بعد از اتمامِ بزمِ عیدِ اطفال  
ایامِ جوانی رہے ساغرِ گش حال  
آپہنچے ہیں تا سوادِ اقلیمِ عدم

<sup>269</sup> کچھ نسخوں میں یہ مصرعہ یوں ہے:

دل رُک کر بند ہو گیا ہے غالب  
اور اس سلسلے میں خضر ناگپوری (رازِ حیات، خضر ناگپوری) نے بحث کی ہے کہ وہی مصرعہ درست ہے جس میں 'رک رُک' ہے  
(اعجازِ عیب)

مزید: اس رباعی کے دوسرے مصرعے کے متعلق بڑا جھگڑا رہا ہے۔ یہ بہ ظاہر حضرت طباطبائی کے عروضی اعتراض سے شروع ہوا جو غالباً غلط فہمی پر مبنی تھا۔ اس کے بعد مختلف حضرات اس مصرعے پر طبع آزمائی کرتے رہے اور انہوں نے "رک رک کر" کے بجائے صرف "رک کر" رکھ کر اس کی اصلاح کی کوشش بھی کی مگر یہ لحاظ نہ فرمایا کہ اس اصلاح سے رباعی کی جان بھی نکالی گئی ہے۔ "دل رک کر بند ہو گیا" تو ایسا ہی مہمل ہے جیسا "دل رک کر رک گیا" یا "دل بند کر بند ہو گیا"۔ غالب نے "دل رک کر" کہا تھا تو اس طرح ایک ایسے تدریجی عمل کی طرف ایک بلیغ اشارہ کیا تھا جو آخر کار حرکتِ قلبِ کاملاً بند ہو جانے کی تمہید بنا تھا اور جس کا ذکر کیے بغیر مصرع قطعاً بے کیف رہ جاتا ہے۔ عروض خواہ کچھ کہے "رک کر" کو "رک رک کر" کی جگہ نہیں دی جاسکتی۔  
(حامد علی خان)



اے عُمرِ گُذشتہ یک قدم استقبال

-6

مشکل ہے زبِس کلام میرا اے دل  
سُن سُن کے اسے سخنورانِ کامل  
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش  
گویم مشکل و گر نگویم مشکل

-7

ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم  
آثارِ جلالی و جمالی باہم  
ہوں شاد نہ کیوں سافل و عالی باہم  
ہے اب کے شبِ قدر و دیوالی باہم

-8

کہتے ہیں کہ اب وہ مَرْدُم آزار نہیں  
عُشاق کی پُرسش سے اُسے عار نہیں  
جو ہاتھ کہ ظلم سے اٹھایا ہوگا  
کیونکر مانوں کہ اُس میں تلوار نہیں !

-9

سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں ؟  
آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں ؟  
روزہ مرا ایمان ہے غالب ! لیکن  
خَسخانہ و برفاب کہاں سے لاؤں ؟

-10

دل تھا ، کہ جو جانِ دردِ تمہید سہی  
بیٹابی رشک و حسرتِ دید سہی  
ہم اور فُسردن اے تجلی افسوس  
تکرار روا نہیں تو تجدید سہی

-11

ہے خَلقِ حسدِ قماش لڑنے کے لئے  
وحشت کدہ تلاش لڑنے کے لئے

یعنی ہر بار صورتِ کاغذِ باد<sup>270</sup>  
ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لئے

-12

بھیجی ہے جو مجھ کو شاہِ جمِ جاہ نے دال  
ہے لطف و عنایاتِ شہنشاہِ پہ دال  
یہ شاہ پسند دال ہے بحث و جدال  
ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

-13

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے  
تا شاہ شیوعِ دانش و داد کرے  
یہ جو دی گئی ہے رشتہٴ عمر میں گانٹھ  
ہے صِفر کہ افزائشِ اعداد کرے

-14

اس رشتے میں لاکھ تار ہوں ، بلکہ سوا  
اتنے ہی برس شمار ہوں ، بلکہ سوا  
ہر سیکڑے کو ایک گرہ فرض کریں  
ایسی گرہیں ہزار ہوں ، بلکہ سوا

-15

ہم گر چہ بنے سلام کرنے والے  
کرتے ہیں درنگ ، کام کرنے والے  
کہتے ہیں کہیں خدا سے ، اللہ اللہ!  
وہ آپ ہیں صُبح و شام کرنے والے !

-16

ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے  
بھیجے ہیں جو ارمغانِ شہِ والا نے  
گن کر دیویں گے ہم دُعائیں سو بار  
فیروزے کی تسبیح کے ، ہیں یہ دانے

-17

رقعے کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے  
ثاقب! حرکت یہ کی ہے بے جا تم نے

<sup>270</sup> نسخہ طباطبائی میں یہ مصرع یوں درج ہے: "یعنی ہر بار کاغذِ باد کی طرح" متن نسخہ نظامی کے مطابق ہے۔ (حامد علی خان)

حاجی کَلّو کو دے کے بے وجہ جواب  
غالب کا پکا دیا ہے کلیجا تم نے

-18

اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں  
کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رَمَضان؟  
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک  
سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآن

-19

اے منشیٰ خیرہ سر سخن ساز نہ ہو  
عصفور ہے تو مقابلِ باز نہ ہو  
آواز تیری نکلی اور آواز کے ساتھ  
لاٹھی وہ لگی کہ جس میں آواز نہ ہو

-20

جن لوگوں کو بے مجھ سے عداوت گہری  
کہتے ہیں مجھے وہ رافضی و دہری  
دہری کیونکر ہو جو کہ ہووے صوفی؟  
شیعی کیونکر ہو ماوراءالنہری

### متفرقات

ہلاکِ بے خبری نغمہ وجود و عدم  
جہان و اہلِ جہاں سے جہاں جہاں فریاد

اُئی اگر بلا تو جگر سے ٹلی نہیں  
ایرا ہی دے کے ہم نے بچایا ہے کشت کو

## ضمیمہ اول

### از نوائے سروش (نسخہ مہر)

#### نوٹ از مولانا مہر:

یہ غزلیں مولانا عبد الباری آسی کی کتاب سے منقول ہیں لیکن اہل نظر مجموعہ آسی میں شائع شدہ پورے غیر مطبوعہ کلام کا انتساب صحیح نہیں سمجھتے

1

آفت آہنگ ہے کچھ نالہ بلبل ورنہ  
پھول ہنس ہنس کے گلستاں میں فنا ہوجاتا  
کاش ناقد نہ ہوتا ترا اندازِ خرام  
میں غبارِ سرِ دامنِ فنا ہوجاتا  
یک شبہ فرصتِ ہستی ہے اک آئینہ غم  
رنگِ گلِ کاش! گلستاں کی ہوا ہوجاتا  
مستقل مرکزِ غم پہ ہی نہیں تھے ورنہ  
ہم کو اندازہ آئینِ فنا ہوجاتا  
دستِ قدرت ہے مرا خشت بہ دیوارِ فنا  
گر فنا بھی نہ میں ہوتا تو فنا ہوجاتا  
حیرت اندوزی اربابِ حقیقت مت ہوجھ  
جلوہ اک روز تو آئینہ نما ہوجاتا

2

بدتر از ویرانہ ہے فصلِ خزاں میں صحنِ باغ  
خانہ بلبلِ بغیر از خندہ گل ہے چراغ  
پتّا پتّا اب چمن کا انقلاب آلودہ ہے  
نغمہ مرغِ چمن زا ہے صدائے بوم و زاغ  
ہاں بغیر از خوابِ مرگِ آسودگی ممکن نہیں  
رختِ ہستی باندھتا حاصل ہو دنیاے فراغ  
شورِ طوفانِ بلا ہے خندہ ہے اختیار  
کیا ہے گل کی بے زبانی کیا ہے یہ لالے کا داغ  
چشمِ پُر نم رہ، زمانہ منقلب ہے اے اسد  
اب یہی ہے بس مے شادی سے پُر ہونا ایام

3

خزینہ دارِ محبت ہوئی ہوائے چمن

بنائے خندہِ عشرت ہے بر بنائے چمن  
 بہ ہرزہ سنجی گلچیں نہ کہا فریبِ نظر  
 ترے خیال کی وسعت میں ہے فضائے چمن  
 یہ نغمہ سنجی بلبلِ متاعِ زحمت ہے  
 کہ گوشِ گل کو نہ راس آئے گی صدائے چمن  
 صدائے خندہِ گل تا قفس پہنچتی ہے  
 نسیمِ صبح سے سنتا ہوں ماجرائے چمن  
 گل ایک کاسہ دریوزہ مسرت ہے  
 کہ عندلیبِ نواسنج ہے گدائے چمن  
 حریفِ نالہ پرورد ہے، تو ہو، پھر بھی  
 ہے اک تبسمِ پنہاں ترا بہائے چمن  
 بہارِ راہِ رو جادہ فنا ہے اسد  
 گلِ شگفتہ ہیں گویا کہ نقشِ پائے چمن

## 4

کرم ہی کچھ سببِ لطف و التفات نہیں  
 انہیں ہنسا کے رلانا بھی کوئی بات نہیں  
 کہاں سے لاکے دکھائے گی عمرِ کم مایہ  
 سیہ نصیب کو وہ دن کہ جس میں رات نہیں  
 زبانِ حمد کی خوگر ہوئی تو کیا حاصل  
 کہ تیری ذات میں شامل تری صفات نہیں  
 خوشی، خوشی کو نہ کہہ، غم کو غم نہ جان اسد  
 قرارِ داخلِ اجزائے کائنات نہیں

## 5

جوں شمع ہم اک سوختہ سامانِ وفا ہیں  
 اور اس کے سوا کچھ نہیں معلوم کہ کیا ہیں  
 اک سرحدِ معدوم میں ہستی ہے ہماری  
 سازِ دل بشکستہ کی بیکار صدا ہیں  
 جس رخ پہ ہوں ہم، سجدہ اسی رخ پہ ہے واجب  
 گو قبلہ نہیں ہیں مگر اک قبلہ نما ہیں  
 مت ہو جیو اے سیلِ فنا ان سے مقابل  
 جانبازِ المِ نقش بہ دامنِ بقا ہیں  
 پائی ہے جگہِ ناصیہ بادِ صبا پر  
 خاکسترِ پروانہ جانبازِ فنا ہیں

ہر حال میں ہیں مرضیٰ صیّاد کے تابع  
 ہم طائر پر سوختہ رشتہ بہ پا ہیں  
 اے وہم طرازان مجازی و حقیقی  
 عشاق فریبِ حق و باطل سے جدا ہیں  
 ہم بے خودی شوق میں کر لیتے ہیں سجدے  
 یہ ہم سے نہ پوچھو کہ کہاں ناصیہ سا ہیں  
 اب منتظرِ شوقِ قیامت نہیں غالب  
 دنیا کے ہر ذرے میں سو حشر بپا ہیں

## 6

نالے دل کھول کے دو چار کروں یا نہ کروں  
 یہ بھی اے چرخِ ستمگار! کروں یا نہ کروں  
 مجھ کو یہ وہم کہ انکار نہ ہو جائے کہیں  
 ان کو یہ فکر کہ اقرار کروں یا نہ کروں  
 لطف جب ہو کہ کروں غیر کو بھی میں بدنام  
 کہیے کیا حکم ہے سرکار! کروں یا نہ کروں

## 7

وضعِ نیرنگیِ آفاق نے مارا ہم کو  
 ہوگئے سب ستم و جور گوارا ہم کو  
 دشتِ وحشت میں نہ پایا کسی صورت سے سراغ  
 گردِ جولانِ جنوں تک نے پکارا ہم کو  
 عجز ہی اصل میں تھا حاملِ صد رنگِ عروج  
 ذوقِ پستیِ مصیبت نے ابھارا ہم کو  
 ضعفِ مشغول ہے بیکار بہ سعیِ بیجا  
 کرچکا جوشِ جنوں اب تو اشارہ ہم کو  
 صورِ محشر کی صدا میں ہے افسونِ امید  
 خواہشِ زیست ہوئی آج دوبارا ہم کو  
 تختہ گورِ سفینے کے مماثل ہے اسد  
 بحرِ غم کا نظر آتا ہے کنارہ ہم کو

## 8

حسنِ بے پروا گرفتارِ خود آرائی نہ ہو  
 گر کمیں گاہِ نظر میں دل تماشائی نہ ہو  
 بیچ ہے تاثیرِ عالم گیریِ ناز و ادا  
 ذوقِ عاشقِ گر اسیرِ دامِ گیرائی نہ ہو  
 خود گدازِ شمعِ آغازِ فروغِ شمع ہے  
 سوزشِ غم دریے ذوقِ شکیبائی نہ ہو

تار تارِ پیربن ہے اک رگِ جان جنوں  
 عقلِ غیرت پیشہ حیرت سے تماشائِ نہ ہو  
 بزمِ کثرتِ عالمِ وحدت ہے بینا کے لئے  
 ہے نیازِ عشقِ اسیرِ زورِ تنہائی نہ ہو  
 ہے محبتِ رہزنِ ناموسِ انساں اے اسد  
 قامتِ عاشقِ پہ کیوں ملبوسِ رسوائی نہ ہو

## 9

نہ پوچھ حال اس انداز اس عتاب کے ساتھ  
 لبوں پہ جان بھی آجائے گی جواب کے ساتھ  
 مجھے بھی تاکہ تمنا سے ہو نہ مایوسی  
 ملو رقیب سے لیکن ذرا حجاب کے ساتھ  
 نہ ہو بہ ہرزہ روادارِ سعیٰ ہے ہودہ  
 کہ دورِ عیش ہے مانا خیال و خواب کے ساتھ  
 بہ ہر نمطِ غمِ دل باعثِ مسرت ہے  
 نمونے حیرتِ دل ہے ترے شباب کے ساتھ  
 لگاؤ اس کا ہے باعثِ قیامِ مستی کا  
 ہوا کو لاگ بھی ہے کچھ مگر حباب کے ساتھ  
 ہزار حیف کہ اتنا نہیں کوئی غالب  
 کہ جاگنے کو ملا دے وے اُکے خواب کے ساتھ

## 10

بتائیں ہم تمہارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے  
 اسے ہم سانپ سمجھے اور اُسے من سانپ کا سمجھے  
 یہ کیا تشبیہ ہے ہودہ ہے، کیوں موذی سے نسبت دیں  
 ہما عارض کو، اور کاکل کو ہم ظلّ ہما سمجھے  
 غلط ہی ہوگئی تشبیہ، یہ تو ایک طائر ہے  
 اسے برگِ سمن اور اُس کو سنبل کو جٹا سمجھے  
 نباتاتِ زمیں سے کیا ان کو نسبت؟ معاذ اللہ  
 اسے برق اور اُسے ہم کالی ساون کی گھٹا سمجھے  
 گھٹا اور برق سے کیوں کر گھٹا کر ان کو نسبت دیں  
 اسے ظلمات، اُسے ہم چشمہٴ آبِ بقا سمجھے  
 جو کہیے یہ، فقط مقصود تھا خضر و سکندر سے  
 یدِ بیضا اسے اور اُس کو موسیٰ کا عصا سمجھے  
 جو اس تشبیہ سے بھی داغ اُن کو آتا ہو  
 اسے وقتِ نمازِ صبح اور اُس کو عشاءِ سمجھے  
 جو یہ نسبتِ پسندِ خاطرِ والا نہ ہو تو پھر

اسے قندیلِ کعبہ، اُس کو کعبے کی ردا سمجھے  
اسدِ ان ساری تشبیہوں کو رد کر کے یہ کہتا ہے  
سویدا اس کو سمجھے اُس کو ہم نورِ خدا سمجھے

## 11

نسیمِ صبح جب کنعاں میں بوئے پیرِ بن لائی  
پئے یعقوب ساتھ اپنے نویدِ جان و تن لائی  
وقارِ ماتم شبِ زندہ دارِ ہجر رکھنا تھا  
سپیدی صبحِ غم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی  
شہیدِ شیوہ منصور ہے اندازِ رسوائی  
مصیبتِ پیشگی مدعا دار و رسن لائی  
وفا دامن کشِ پیرایہ و ہستی ہے اے غالب  
کہ پھر نرہت گہِ غربت سے تا حدِ وطن لائی

## 12

وفا جفا کی طلب گار ہوتی آئی ہے  
ازل کے دن سے یہ اے یار ہوتی آئی ہے  
جوابِ جنتِ بزمِ نشاطِ جاناں ہے  
مری نگاہ جو خونبار ہوتی آئی ہے  
نموئے جوشِ جنوں و حشیو! مبارک باد  
بہارِ ہدیہ انظار ہوتی آئی ہے  
دل و دماغِ وفا پیشگان کی خیر نہیں  
جگر سے آہِ شرر بار ہوتی آئی ہے

## 13

یونہی افزائشِ وحشت کے جو ساماں ہوں گے  
دل کے سب زخم بھی ہم شکلِ گریباں ہوں گے  
وجہِ مایوسیِ عاشق ہے تغافل ان کا  
نہ کبھی قتل کریں گے، نہ پشیمان ہوں گے  
دل سلامت ہے تو صدموں کی کمی کیا ہم کو  
بے شک ان سے تو بہت جان کے خواہاں ہوں گے  
منتشر ہو کے بھی دل جمع رکھیں گے یعنی  
ہم بھی اب پیروئے گیسوئے پریشاں ہوں گے  
گردشِ بخت نے مایوس کیا ہے لیکن  
اب بھی ہر گوشہٴ دل میں کئی ارماں ہوں گے  
بے ابھی خوں سے فقط گرمیٰ ہنگامہٴ اشک  
پر یہ حالت ہے تو نالے شرر افشاں ہوں گے  
باندھ کر عہدِ وفا اتنا تنفر، بے ہے



تجھ سے بے مہر کم اے عمرِ گریزاں! ہوں گے  
 اس قدر بھی دل سوزاں کو نہ جانِ افسردہ  
 ابھی کچھ داغ تو اے شمع! فروزاں ہوں گے  
 عہد میں تیرے کہاں گرمی ہنگامہ عیش  
 گل میری قسمت واژونہ پہ خنداں ہوں گے  
 خوگرِ عیش نہیں ہیں ترے برگشتہ نصیب  
 اُن کو دشوار ہیں وہ کام جو آساں ہوں گے  
 موت پھر زیست نہ ہو جائے یہ ڈر ہے غالب  
 وہ مری نعش پہ انگشت بہ دنداں ہوں گے

## 14

نمائش پردہ دارِ طرزِ بیدادِ تغافل ہے  
 تسلی جانِ بلبل کے لئے خندیدنِ گل ہے  
 نمودِ عالمِ اسباب کیا ہے؟ لفظِ بے معنی  
 کہ ہستی کی طرح مجھ کو عدم میں بھی تامل ہے  
 نہ رکھ پابندِ استغنا کو قیدی رسمِ عالم کا  
 ترا دستِ دعا بھی رخنہ اندازِ توکل ہے  
 نہ چھوڑا قید میں بھی وحشیوں کو یادِ گلشن نے  
 یہ چاکِ پیرہن گویا جوابِ خندہ گل ہے  
 ابھی دیوانگی کا راز کہہ سکتے ہیں ناصح سے  
 ابھی کچھ وقت ہے غالبِ ابھی فصلِ گل و مل ہے

## 15

خود جاں دے کے روح کو آزاد کیجئے  
 تاکہ خیالی خاطرِ جلاد کیجئے  
 بھولے ہوئے جو غم ہیں انہیں یاد کیجئے  
 تب جا کے ان سے شکوہ بے داد کیجئے  
 حالانکہ اب زباں میں نہیں طاقتِ فغاں  
 پر دل یہ چاہتا ہے کہ فریاد کیجئے  
 بس ہے دلوں کے واسطے اک جنبشِ نگاہ  
 اجڑے ہوئے گھروں کو پھر آباد کیجئے  
 کچھ دردمند منتظرِ انقلاب ہیں  
 جو شاد ہو چکے انہیں ناشاد کیجئے  
 شاید کہ یاس باعثِ افشائے راز ہو  
 لطف و کرم بھی شاملِ بے داد کیجئے  
 بیگانہ رسومِ جہاں ہے مذاقِ عشق  
 طرزِ جدیدِ ظلم ایجاد کیجئے

## 16

ہم سے خوبانِ جہاں پہلو تہی کرتے رہے  
ہم ہمیشہ مشق از خود رفتگی کرتے رہے  
کثرت آرائی خیالِ ما سوا کی وہم تھی  
مرگ پر غافل گمانِ زندگی کرتے رہے  
داغہائے دل چراغِ خانہ تاریک تھے  
تا مگاکِ قبر پیدا روشنی کرتے رہے  
شورِ نیرنگِ بہارِ گلشنِ ہستی، نہ پوچھ  
ہم خوشی اکثر رہیں ناخوشی کرتے رہے  
رخصت اے تمکینِ آزارِ فراقِ ہمرہاں  
ہوسکا جب تک غم و اماندگی کرتے رہے

## 17

درد ہو دل میں تو دوا کیجے  
دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجے  
ہم کو فریاد کرنی آتی ہے  
آپ سنتے نہیں تو کیا کیجے  
ان بتوں کو خدا سے کیا مطلب  
توبہ توبہ خدا خدا کیجے  
رنج اٹھانے سے بھی خوشی ہوگی  
پہلے دل درد آشنا کیجے  
عرض شوخی نشاطِ عالم ہے  
حسن کو اور خود نما کیجے  
دشمنی ہو چکی بہ قدرِ وفا  
اب حق دوستی ادا کیجے  
موت آتی نہیں کہیں غالب  
کب تک افسوس زیست کا کیجے

## 18

سکوت و خامشی اظہارِ حالِ بے زبانی ہے  
کمینِ درد میں پوشیدہ رازِ شادمانی ہے  
عیان ہیں حال و قالِ شیخ سے اندازِ دلچسپی  
مگر رندِ قَدَحِ کش کا ابھی دورِ جوانی ہے  
ثباتِ چند روزہ کارفرمائے غم و حسرت  
اجلِ سرمایہ دارِ دورِ عیش و کامرانی ہے  
گدازِ داغِ دلِ شمعِ بساطِ خانہ ویرانی  
نپشِ گاہِ محبت میں فروغِ جاودانی ہے

و فورِ خود نمائی رہن ذوقِ جلوہ آرائی  
 بہ وہم کامرانی جذبِ دل کی شادمانی ہے  
 دلِ حرمان لقب کی داد دے اے چرخِ بے پروا  
 بہ غارت دادہ رخت و متاعِ کامرانی ہے

## 19

کس کی برقِ شوخی رفتار کا دلدادہ ہے  
 ذرّہ ذرّہ اس جہاں کا اضطرابِ آمادہ ہے  
 بے غرورِ سرکشی صورتِ نمائے عجز بھی  
 منقلب ہو کر بسانِ نقشِ پا افتادہ ہے  
 خانہ ویراں سزائی عشقِ جفا پیشہ نہ پوچھ  
 نامرادوں کا خطِ تقدیر تک بھی سادہ ہے  
 خود نشاط و سرخوشی ہے آمدِ فصلِ بہار  
 آج ہر سیلِ رواں عالم میں موجِ بادہ ہے  
 زندگانی رہرو راہِ فنا ہے اے اسد  
 ہر نفس ہستی سے تا ملکِ عدم اک جادہ ہے

## 20

اس جور و جفا پر بھی بدظن نہیں ہم تجھ سے  
 کیا طرفہ تمنّا ہے امیدِ کرمِ تجھ سے  
 امیدِ نوازش میں کیوں جیتے تھے ہم آخر  
 سہتے ہی نہیں کوئی جب درد و المِ تجھ سے  
 وارفتگیِ دل ہے یا دستِ تصرف ہے  
 ہیں اپنے تخیل میں دن رات ہم تجھ سے  
 یہ جور و جفا سہنا پھر ترکِ وفا کرنا  
 اے ہرزہ پڑوہی بس عاجز ہوئے ہم تجھ سے  
 غالب کی وفا کیشی اور تیری ستم رانی  
 مشہورِ زمانہ ہے اب کیا کہیں ہم تجھ سے

## ضمیمہ دوم

(انتخاب از نسخہ حمیدیہ)

1

دعویٰ عشقِ بتاں سے بہ گلستاں گل و صبح  
 ہیں رقیبانہ بہم دست و گریباں گل و صبح  
 ساقِ گلرنگ سے اور آئنے زانو سے  
 جامہ زبیوں کے سدا ہیں تہِ داماں گل و صبح  
 وصل آئینہ رخاں ہم نفسِ یک دیگر  
 ہیں دعا ہائے سحر گاہ سے خواہاں گل و صبح  
 آئنے خانہ ہے صحنِ چمنستاں تجھ سے<sup>271</sup>  
 بسکہ ہیں بے خود و وارفتہ و حیران گل و صبح  
 زندگانی نہیں بیش از نفسِ چند اسد  
 غفلتِ آرامی یاراں پہ ہیں خنداں گل و صبح

2

بسکہ ہیں بدمستِ بشکنِ بشکنِ میخانہ ہم  
 موئے شیشہ کو سمجھتے ہیں خطِ پیمانہ ہم  
 غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس  
 برق سے کرتے ہیں روشن شمعِ ماتم خانہ ہم  
 بسکہ ہر یک موئے زلفِ افشاں سے ہے تارِ شعاع  
 پنجہ خورشید کو سمجھتے ہیں دستِ شانہ ہم  
 نقشِ بندِ خاک ہے موج از فروغِ ماہتاب<sup>272</sup>  
 سیل سے فرشِ کتاں کرتے ہیں تا ویرانہ ہم  
 مشقِ از خود رفتگی سے ہیں بہ گلزارِ خیال  
 آشنا تعبیرِ خوابِ سبزہ بیگانہ ہم  
 فرطِ بے خوابی سے ہیں شبِ ہائے ہجرِ یار میں  
 جوں زبانِ شمعِ داغِ گرمیِ افسانہ ہم  
 جانتے ہیں جوششِ سودائے زلفِ یار میں  
 سنبلِ بالیدہ کو موئے سرِ دیوانہ ہم  
 بسکہ وہ چشم و چراغِ محفلِ اغیار ہے

271 یہاں متن میں "تجھ سے" کو کاٹ کر موٹے قلم سے شکستہ خط میں "یکسر" تحریر کیا ہے۔ (حاشیہ از پروفیسر حمید احمد خان مرتب نسخہ حمیدیہ) (جویریہ مسعود)  
 272 حاشیہ از نسخہ حمیدیہ: اس مصرع پر "لا لا" لکھا ہے اور حاشیہ موٹے قلم سے شکستہ خط میں اس کے بجائے مصرع ذیل تحریر کیا ہے: بے فروغ ماہ سے ہر موج یک تصویرِ خاک۔ (جویریہ مسعود)

چپکے چپکے جلتے ہیں جوں شمع ماتم خانہ ہم  
شامِ غم میں سوزِ عشقِ شمعِ رویاں سے اسد<sup>273</sup>  
جانتے ہیں سینہ پر خون کو زنداں خانہ ہم

## 3

صاف ہے ازبسکہ عکسِ گل سے گلزارِ چمن  
جانشینِ جوہرِ آئینہ ہے خارِ چمن  
ہے نزاکت بس کہ فصلِ گل میں معمارِ چمن  
قالبِ گل میں ڈھلی ہے خشتِ دیوارِ چمن  
برشگالِ گریہِ عشاقِ دیکھا چاہیے  
کھل گئی مانندِ گل سو جا سے دیوارِ چمن<sup>274</sup>  
تیری آرائش کا استقبال کرتی ہے بہار  
جوہرِ آئینہ ہے یاں نقشِ احضارِ چمن  
بس کہ پائی یار کی رنگیں ادائی سے شکست  
ہے کلاہِ نازِ گل بر طاقِ دیوارِ چمن  
الفتِ گل سے غلط ہے دعویٰ وارسنگی  
سرو ہے باوصفِ آزدی گرفتارِ چمن  
وقت ہے گر بلبلِ مسکیں زلیخائی کرے  
یوسفِ گلِ جلوہ فرما ہے بہ بازارِ چمن  
وحشت افزا گریہ ہا موقوفِ فصلِ گلِ اسد  
چشمِ دریاریز ہے میزابِ سرکارِ چمن

## 4

ضبط سے مطلب بجز وارسنگی دیگر نہیں  
دامنِ تمثالِ آبِ آئینہ سے تر نہیں  
ہوتے ہیں بے قدر در گنجِ وطنِ صاحبِ دلاں<sup>275</sup>  
عزالتِ آبادِ صدف میں قیمتِ گوہر نہیں  
باعثِ ایذا ہے برہم خوردنِ بزمِ سرور  
لختِ لختِ شیشہ بشکستہ جز نشتر نہیں

273 اس مصرع کا آخری حصہ بعد میں "سوزِ عشقِ آتشِ رخسار سے" بدلا گیا ہے۔ حاشیے میں موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ مقطع لکھا ہے:

دائم الحبس اس میں ہے لاکھوں تمنائیں اسد

(حواشی از پروفیسر حمید احمد خان) (جویریہ مسعود)

جانتے ہیں سینہ پر خون کو زنداں خانہ ہم

<sup>274</sup> یہ شعر مرتب کے بقول قلمی مخطوطے کے متن کے بجائے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں درج ہے۔ (جویریہ مسعود)

275 مفتی انوار الحق کے مطابق یہ مصرع متن میں پہلے یوں تھا:

ہوتے ہیں بے قدر در گنجِ وطنِ صاحبِ دلاں

(جویریہ مسعود)

واں سیاہی مردمک ہے اور یاں داغ شراب  
 مہ حریفِ نازش ہم چشمی ساغر نہیں  
 ہے فلک بالا نشین فیض خم گر دیدنی  
 عاجزی سے ظاہر ارتبہ کوئی برتر نہیں  
 دل کو اظہارِ سخن اندازِ فتح الباب ہے  
 یاں صریرِ خامہ غیر از اصطکاکِ در نہیں  
 کب تلک پھیرے اسد لب ہائے تفتہ پر زبان  
 طاقت لب تشنگی اے ساقی کوثر نہیں

## 5

ہم زبان آیا نظر فکرِ سخن میں تو مجھے  
 مردمک ہے طوطی آئینہ زانو مجھے  
 یادِ مژگاں بہ نشتر زارِ صحرائے خیال  
 چاہیے بہر تپش یک دست صد پہلو مجھے  
 خاکِ فرصت برسِ ذاقِ فنا اے انتظار  
 ہے غبارِ شیشہ ساعتِ رمِ ابو مجھے  
 اضطرابِ عمر ہے مطلب نہیں آخر کہ ہے  
 جستجوئے فرصتِ ربطِ سرِ زانو مجھے  
 چاہیے درمانِ ریشِ دل بھی تیغِ یار سے  
 مرہمِ زنگار ہے وہ وسمہ ابرو مجھے  
 کثرتِ جور و ستم سے ہو گیا ہوں بے دماغ  
 خوبریوں نے بنایا ہے اسد<sup>276</sup> بد خو مجھے

## 6

<sup>277</sup> یوں بعدِ ضبطِ اشک پھروں گردِ یار کے  
 پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے  
 سیابِ پشتِ گرمی آئینہ دے ہے، ہم  
 حیراں کیے ہوئے ہیں دل بے قرار کے  
 بعد از وداع بہ خوں در طیبیدہ<sup>278</sup> ہیں  
 نقشِ قدم ہیں ہم کفِ پائے نگار کے  
 ظاہر ہے ہم سے کلفتِ بختِ سیاہ روز  
 گویا کہ تختہ مشق ہے خطِ غبار کے

<sup>276</sup> اس مصرع میں " ہے اسد" کے لفظ کو کاٹ کر " غالب" لکھا گیا ہے۔ (حاشیہ از حمید احمد خان)

<sup>277</sup> ( اس غزل کے دو شعر اردو ویب کے نسخے میں 218 نمبر کے غزل میں درج ہیں - جویریہ مسعود)

<sup>278</sup> اس لفظ کی جدید املا تپیدہ ہے۔ (جویریہ مسعود)

حسرت سے دیکھ رہتے ہیں ہم آب و رنگ گل  
مانندِ شبنم اشک ہے مژگانِ خار کے  
آغوش گل کشودہ برائے وداع ہے  
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے  
ہم مشقِ فکرِ وصل و غم ہجر سے اسد  
لائق نہیں رہے ہیں غمِ روزگار کے

7

279 بسکہ حیرت سے ز پا افتادہ زہار ہے  
ناخنِ انگشت تبخالِ لبِ بیمار ہے  
زلف سے شب درمیاں دادن نہیں ممکن دریغ  
ورنہ صد محشر بہ رہنِ صافیِ رخسار ہے  
در خیالِ آبادِ سودائے سرِ مژگانِ دوست  
صد رگِ جاں جادہ آسا وقفِ نشتر زار ہے  
جی جلے ذوقِ فنا کی نا تمامی پر نہ کیوں  
ہم نہیں جلتے، نفس ہر چند آتش بار ہے  
ہے وہی بد مستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ  
جس کے جلوے سے زمین تا آسمان سرشار ہے  
مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی  
280 زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بے زار ہے  
بس کہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر  
گردِ صحرائے حرم تا کوچہ زنار ہے  
اے سرِ شوریدہ نازِ عشق و پاسِ آبرو  
یک طرف سودا و یک سو منتِ دستار ہے  
وصل میں دل انتظارِ طرفہ رکھتا ہے مگر  
فتنہ تراجی تمنا کے لیے درکار ہے  
ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا  
ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے  
خانماں ہا پائمالِ شوخیِ دعویٰ اسد  
سایہ دیوار سے سیلابِ در و دیوار ہے

8

نیم رنگی جلوہ ہے بزمِ تجلی رازِ دوست  
دودِ شمع کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست

279 (اس غزل کے 6 شعر اردو ویب کے نسخے میں 174 نمبر غزل میں درج ہیں - جویریہ مسعود)

280 یہ تینوں شعر اصل قلمی نسخے میں حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں لکھے ہوئے ہیں (حاشیہ از پروفیسر حمید احمد خان)

چشم بندِ خلق جز تمثالِ خود بینی نہیں  
آئینہ ہے قالبِ خشتِ در و دیوارِ دوست  
برقِ خرمن زارِ گوہر ہے نگاہِ تیزِ یاں  
اشک ہو جاتے ہیں خشک از گرمیِ رفتارِ دوست  
ہے سوا نیزے پہ اس کے قامتِ نوخیز سے  
آفتابِ روزِ محشر ہے گلِ دستارِ دوست  
اے عدوئے مصلحتِ چندے بہ ضبطِ افسردہ رہ  
کردنی ہے جمعِ تابِ شوخیِ دیدارِ دوست  
لغزشِ مستانہ و جوشِ تماشا ہے اسد  
آتشِ مے سے بہارِ گرمیِ بازارِ دوست

\* اختتام \*



## کتابیات

- 1- دیوانِ غالب۔ مکتبہ الفاظ علی گڑھ
- 2- دیوانِ غالب۔ نسخہ تاج کمپنی لاہور
- 3- دیوانِ غالب۔ نولکشور پریس لکھنؤ
- 4- نوائے سروش از مولانا غلام رسول مہر (نسخہ مہر)
- 5- شرح دیوانِ غالب از علامہ عبدالباری آسی (نسخہ آسی)
- 6- دیوانِ غالب (فرہنگ کے ساتھ)
- 7- دیوانِ غالب نسخہ طاہر
- 8- دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ)
- 9- دیوانِ غالب (بہ تصحیح متن و ترتیب حامد علی خان) مطبوعہ 1969
- 10 گلِ رعنا، نسخہ شیرانی، نسخہ بھوپال بختِ غالب، نسخہ رضا سے
- 11- انتخاب نسخہ بھوپال کی باز یافت۔ سید تصنیف حیدر، ماہنامہ آج کل، فروری ۲۰۰۷ء (نسخہ مبارک علی کے حوالے اسی سے ماخوذ ہیں)
- 12- دیوانِ غالب (کامل) تاریخی ترتیب سے۔ کالی داس گپتا رضاً

اوپر

**Get more e-books from [www.ketabton.com](http://www.ketabton.com)  
Ketabton.com: The Digital Library**